رب زدنی علما

ایک پیغام امت مسلمہ کے نام
۲

افادات

حضرت مولانا محمد اسجد خلیل صاحب قاسمی نیازی گونڈوی مدظلہ

تقریظ

حضرت مولانا محمد افضل صاحب بستوی مدظلہ
استاذ ام المدارس دار العلوم دیوبند

ناشر
مکتبہ قاسمیہ دیوبند

MOHAMMAD TABREZ BHAGALPURI

دارالکتاب

محمد تبریز بھاگلپوری

یہ (darulkitabe) ایک علمی اصلاحی اسلامی درسی و غیر درسی کتابوں کا حسین گلدستہ ہے جس سے آپ ہر وقت مستفید ہو سکتے ہیں اور اس میں خاص طور پر وہ کتابیں دستیاب ہیں جو انٹرنیٹ پر موجود نہیں ہے اس میں آپ خود بھی شامل ہو جائیے اور دوسروں کو بھی شامل کرنے کی کوشش کیجیے

HTTPS://T.ME/DARULKITABE

darulkitabe teligram chainal

ایک پیغام
امت مسلمہ کے نام!

(جلد دوم)

افادات

حضرت مولانا محمد اسجد خلیل صاحب قاسمی نیازی گونڈوی

استاذ مدرسہ اسلامیہ مدینۃ العلوم بگی روڈ گونڈہ (یوپی)

باہتمام

حضرت مولانا رحمت علی صاحب حفظہ اللہ

شعبہ نشر و اشاعت

مکتبہ قاسمیہ دیوبند، ضلع سہارنپور (یوپی)

narzo Shot by TABREZ BHAGALPURI
2024/02/18 19:25

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب:۔۔۔ ایک پیغام امت مسلمہ کے نام (جلد دوم)

افادات:۔۔۔۔۔حضرت مولانا محمد اسجد خلیل صاحب قاسمی نیازی گونڈوی حفظہ اللہ

9838720792

باہتمام:۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت مولانا رحمت علی صاحب حفظہ اللہ

کتابت وتزئین:۔۔۔۔۔۔۔۔ایم ،ایس ،اسلام گرافکس ممبئی

تعداد اشاعت:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۰۰

شعبہ نشر واشاعت:۔۔۔۔۔۔۔مکتبہ قاسمیہ دیوبند، ضلع سہارنپور (یوپی)

{اسٹاکسٹ}

قرآن وسنت کی نشر واشاعت کا عالمی ادارہ

مکتبہ صفدریہ دیوبند

Mobile & Whats App No:8881030588
Email:msislam829@gmail.com

مکتبہ صدائے حق کشمیر

نزدیک رحت دیدی جامع مسجد، لال چوک، اسلام آباد، کشمیر

9858741547 / 9797701048
9086625698 / 7006112253

{ملنے کا پتہ}

دیوبند کے تمام بڑے کتب خانوں پر بھی ہماری مطبوعات دستیاب ہیں

حبیبیہ صوت الاسلام کیسیٹ سینٹر، سری نگر، کشمیر۔۔۔مکتبہ الغزالی، سری نگر، کشمیر

الحراء پرفیومرس، تبلیغی مرکز، مسجد ومدرسہ دارالفلاح، کوسہ، ممبرا، ضلع تھانہ

عبدالسلام خان قاسمی، ۷۹، ارکتاب مارکیٹ، بھنڈی بازار ممبئی

فردوس کتاب گھر، نزد شالیمار ہوٹل، بھنڈی بازار ممبئی

زکریا بکڈ پو، مسجد نور کارولی روڈ، بھیونڈی

مکتبہ القاسم (مالیگاؤں) 09373471142

فہرست

عناوین	صفحہ
تقریظ: حضرت مولانا مفتی محمد افضل صاحب دامت برکاتہم	۵
تقریظ: حضرت مولانا مفتی ریاست علی صاحب دامت برکاتہم	۶
ہم قرآن کریم سے اتنے دور کیوں؟ کیا اور ذلت کا انتظار ہے؟	۹
شانِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۲۹
آخر ہم، موت سے اتنے غافل کیوں؟	۴۷
کیا ہمیں، اب بھی اتحاد کی ضرورت نہیں؟	۶۷
جمعہ کا دن، ہم کیسے گذاریں!	۸۵
جمعہ کی برکتیں، ہم کیسے حاصل کریں؟	۹۵
جب درود شریف ایک عبادت ہے، تو ہم اس سے اتنے غافل کیوں؟	۱۰۷
شہادت نعمت یا مصیبت؟ ماہ محرم حقیقت کے آئینے میں	۱۳۷
صبر پر عظیم ثواب کیسے حاصل ہو؟	۱۵۹
بارہ ربیع الاول کا ایک تحقیقی جائزہ	۱۷۱
شب براءت کی فضیلت اور حقیقت	۱۸۷
ٹی، وی دنیا میں بے برکتی، اور آخرت میں ذلت کا سبب ہے	۱۹۹
شادی کرو مگر خدا سے ڈرو!	۲۱۱
ہم اپنے نبی سے کتنی اور کیسی محبت کرتے ہیں؟	۲۳۱
فضائل مکۃ المکرمہ	۲۵۳
حج میں اتنی تاخیر کیوں؟	۲۶۳
مدینہ منورہ کا پرکیف منظر!	۲۷۵
آؤ! دنیا کی جنت مسجد نبوی کی سیر کریں!	۲۹۵
خطبۂ جمعہ وخطبۂ نکاح	۳۰۹

narzo Shot by TABREZ BHAGALPURI 2024/09/18 19:25

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

دارالعلوم دیوبند

اور

اسلام کے ان نامور سپوتوں، غازیوں۔۔۔

اور شہیدوں

کے نام جن کے مقدس خون سے

چار دانگ عالم میں گلشن اسلام کی آبیاری ہوئی۔

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد افضل صاحب دامت برکاتہم

استاذ دار العلوم دیوبند

تقریر وخطابت ایک ایسا ملکہ ہے، جس کی اہمیت وافادیت، ہر زمانہ میں مسلم رہی ہے، مشہور حدیث ہے:

ان من البیان لسحرا۔ اسی وجہ سے جب حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو ''من جانب اللہ'' فرعون کے دربار میں حاضری کا حکم ہوا، تاکہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، والوہیت، کا اعلان کریں، تو انھوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے حضور، درخواست کی، کہ میرے بھائی حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ساتھ کر دیجیے، اس لیے کہ ان کی زبان صاف ہے، ان کو زورِ بیانی کا ملکہ حاصل ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے:

وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْٓ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ

اسی طرح اللہ رب العزت نے بھی تخلیق انسانی کے بعد، انسان پر جو نمایاں واہم احسان، وانعام شمار کرایا ہے، وہ زورِ بیانی، اظہار مافی الضمیر، کا ملکہ ہی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَلرَّحْمٰنُ ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴿۲﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ﴿۴﴾۔ اسی وجہ سے ہر دور کے علماء وطلباء نے اس فن سے وابستگی اختیار کی، جس کی وجہ سے ایک دو نہیں ہزاروں تقریر وخطابت کی کتابیں معرض وجود میں آئیں، اور تا حال یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی زیرِ نظر کتاب ''ایک پیغام امت مسلمہ کے نام'' بھی ہے، جس کو موجودہ دور کے، بافیض عالم دین، تصنیف وتالیف کے میدان کے شہسوار، جناب مولانا محمد اسجد خلیل صاحب مدظلہ نے، بڑی عرق ریزی کے ساتھ ترتیب دی ہے۔

ماشاء اللہ مختلف قیمتی واہم موضوعات پر بڑے سلیقہ کے ساتھ موصوف نے جمع کر دی ہیں، جن میں زور بیانی کے ساتھ ساتھ، قرآن وحدیث کا معتد بہ ذخیرہ بھی ہے، جو استناد کے لیے کافی ہے۔

خدا کرے موصوف کی دیگر تالیفات کی طرح، موجودہ تازہ تصنیف کو بھی، شرف قبولیت حاصل ہو۔

آمین، یارب العالمین۔ فقط۔

افضل حسین (استاذ دار العلوم دیوبند)

۱۴۴۱/۵/۲۹ھ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی ریاست علی صاحب رام پوری دامت برکاتہم

مفتی واستاذ حدیث جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ، یوپی،

الحمدللہ علی احسانہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد و علی آلہ و اصحا[بہ] اجمعین، امابعد!

مولانا محمد اسجد خلیل قاسمی نیازی گونڈوی، استاذ مدرسہ اسلامیہ مدینۃ العلوم بگی روڈ ضلع گونڈہ، یوپی، ر[ب] ذوالجلال کے موفق بندوں میں شامل ہیں،

تقریباً پندرہ سال سے درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تبلیغ دین اور دفاع عن الدین کا فریضہ، صوبہ اتر پردی[ش] کے مشرقی علاقہ میں، انتہائی جانفشانی اور پوری ذمہ داری کے ساتھ انجام دے رہے ہیں، ارتدادزدہ علاقوں می[ں] جاکر عوام الناس کو، وعظ وتقریر کے ذریعہ سمجھاتے ہیں، اور مکاتب کے قیام کا فریضہ بھی انجام دیتے ہیں،

اس کے ساتھ ہی موصوف کا اشہبِ قلم تصنیف وتالیف کی جانب بھی رواں دواں ہے، سردست آپ [کے] ہاتھوں میں ''ایک پیغام امت مسلمہ کے نام'' حصہ دوم پہونچ رہی ہے، اس سے پہلے اس کتاب کا پہلا حصہ منظر عا[م] پر آچکی ہے، اور عوام وخواص سے خراجِ تحسین وصول کرچکی ہے۔

پیشِ نظر کتاب ۱۸ تقاریر وخطبات کا مجموعہ ہے، جن کو آسان اور عام فہم انداز میں مرتب کیا گیا ہے۔

دعا ہے کہ پروردگار عالم موصوف کی سابقہ نگارشات کی طرح، اس کتاب کو بھی، حسن قبول عطا فرمائے۔ ا[ور] امت مسلمہ کو زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور خود مصنفِ کتاب کو ہمہ جہتی دین کی خدمت کے لیے قبول فرمائے۔ آمین۔

والسلام

ریاست علی عفااللہ عنہ

مفتی واستاذ حدیث جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ، یوپی

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ

حمد باری تعالیٰ

اے خدائے پاک ! اے رحمان و رب دو جہاں!
تیری ہی رحمت سے ہے سرسبز سارا گلستاں
تیری قدرت کا نمونہ ہیں یہ خورشید و قمر
تیری ہی تخلیق سے ہیں یہ زمین و آسماں
بندگی تیری ہی کرتے ہیں کہ تجھ سا کون ہے
تجھ سے ہی طالب مدد کے ہیں کہ تو ہے مہرباں
اے خدا! ہم کو چلا ہر وقت سیدھی راہ پر
راہ ان کی جن پہ نازل کی ہے نعمت بے گماں
ہو نہ ان کی رہ ، غضب جن پر ترا نازل ہوا
جو ہوئے گمراہ جن کی ہے عجب ہی داستاں
دولت ایمان و عمل نیک کی توفیق دے
خلق کی خدمت کے ہم ہوں دل سے اپنے قدرداں
ایک ہوں ہم، نیک ہوں ہم، دین کے خادم رہیں
تفرقہ کوئی نہ ہو ہرگز ہمارے درمیاں
ہم پہ ہو تیری عنایت سے وہ فیضان کرم
فیض پہنچے دوسروں کو ہم سے، ہم ہوں شادماں
آتش دنیا کو کرے پھر سے گلزار خلیل
ہو حفاظت میں سدا تیری ہمارا کارواں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❖ جب اللہ رب العزت کسی جگہ، اپنا عذاب نازل کرنے کا ارادہ کرتے ہیں، تو قرآن کریم پڑھنے والوں کی برکت سے، اپنا عذاب اٹھالیتے ہیں۔

❖ قرآن کریم میں وہ مقناطیسی طاقت ہے، جو اللہ رب العزت کی رحمت و برکت کو، اس طرح کھینچتی ہے، جس طرح چمبک اور مقناطیس، لوہے کو، اپنی طرف کھینچتی ہے۔

❖ جب کوئی بندہ، روزانہ قرآن کریم کی تلاوت اپنا معمول بنالیتا ہے، تو قرآن کریم اس کو اپنا دوست بنالیتا ہے، اس کے حروف اس کے دل کے تاروں سے جڑ جاتے ہیں، اس کے الفاظ کے اتار چڑھاؤ، اس کی روح کے لطف کا ذریعہ، بن جاتے ہیں۔ پھر بندہ کو، اس وقت تک چین وسکون نہیں ملتا، جب تک وہ قرآن کریم کی تلاوت نہ کرلے۔ پھر اللہ رب العزت اس کے سارے کاموں کو، آسان کردیتے ہیں، تاکہ اس کو زیادہ سے زیادہ تلاوت کا موقع مل سکے۔

❖ اور جس سے قرآن کریم دوستی کرلیتا ہے تو وہ ہمیشہ ساتھ نبھائے گا، دنیا میں ساتھ دے گا، قبر میں بھی ساتھ دے گا۔ حشر میں بھی ساتھ دے گا۔ اور اللہ رب العزت سے، اس کی سفارش کراکے، اپنے ساتھ جنت میں لے جائے گا۔

ہم قرآن کریم سے اتنے دور کیوں؟
کیا اور ذلت کا انتظار ہے؟!

ان الحمدللہ! الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن به ونتوکل علیه ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا ونشھد ان لا اله الا اللہ وحدہٗ لاشریك لهٗ ولا نظیر لهٗ ولا وزیر لهٗ ولا مشیر لهٗ ولا معین لهٗ وصل علیٰ سید الرسل و خاتم الانبیاء المبعوث الیٰ کافة للناس بشیراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنه وسراجاً منیراً۔ امابعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ، وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ، وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾

وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اِنَّ اللّٰهَ یَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَاماً وَیَضَعُ بِهٖ آخَرِیْنَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ○
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ○
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ○

سرنگوں بربت ہوا اور راہ دریا بن گیا
منزلوں نے قدم چوما رخ جدھر ہم نے کیا
باعمل تھے نورِ ایماں کا دلوں میں جوش تھا
معرکہ تب قیصر و کسریٰ کا سر ہم نے کیا
یہ زمیں کیا آسماں پر تھے ہمارے تذکرے
مشعلِ قرآن لے کر جب سفر ہم نے کیا

محترم سامعین کرام و حاضرین مجلس!

آج میں اس مبارک محفل میں

قرآن کریم کی عظمت،

قرآن کریم کی فضیلت،

قرآن کے حقوق، کے سلسلہ میں چند باتیں عرض کرنے کی کوشش کروں گا۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو! ایک مسلمان پر قرآن کریم کے کئی حق ہیں۔

سب سے پہلا حق، اس پر ایمان لانا، کہ

یہ اللہ رب العزت کی طرف سے بھیجی ہوئی کتاب ہے۔

جو قیامت تک باقی رہے گی، اس میں ذرہ برابر کوئی بھی ردوبدل نہیں کر سکتا۔

دوسرا حق، اس کی تلاوت کرنا۔

تیسرا حق، اس کے احکام پر عمل کرنا۔

میرے بھائیو! قرآن کے معنیٰ آتے ہیں ''پڑھی جانے والی کتاب''۔

قرآن کے معنیٰ آتے ہیں، جس کو سب سے زیادہ پڑھا جائے۔

قرآن کریم وہ مقدس کتاب ہے، کہ

جس کو اس دنیا میں جتنا پڑھا جاتا ہے،

پوری دنیا میں اس سے زیادہ کوئی اور کتاب نہیں پڑھی جاتی۔

یہ قرآن کریم، دن میں بھی پڑھا جاتا ہے۔ اور رات میں بھی۔

یہ قرآن کریم، صبح کو بھی پڑھا جاتا ہے، اور شام کو بھی۔

یہ قرآن کریم، مکان میں بھی پڑھا جاتا ہے، اور دکان میں بھی۔

یہ قرآن کریم، کھیت و کھلیان میں بھی پڑھا جاتا ہے، اور میدانوں میں بھی۔

یہ قرآن کریم، سفر میں بھی پڑھا جاتا ہے، اور حضر میں بھی۔

یہ قرآن کریم، خشکی میں بھی پڑھا جاتا ہے، اور تری میں بھی۔

یہ قرآن کریم، آبادی میں بھی پڑھا جاتا ہے، اور صحراء وریگزاروں میں بھی۔

یہ قرآن کریم، پہاڑوں پر بھی پڑھا جاتا ہے، اور سمندر میں بھی۔

یہ قرآن کریم، زمین پر بھی پڑھا جاتا ہے، اور ہواؤں میں بھی۔

یہ قرآن کریم، بڑے بھی پڑھتے ہیں، اور چھوٹے بھی۔

یہ قرآن کریم، بچے بھی پڑھتے ہیں، اور بوڑھے بھی۔

یہ قرآن کریم، مرد بھی پڑھتے ہیں، اور عورتیں بھی۔

یہ قرآن کریم، رمضان میں بھی پڑھا جاتا ہے، اور غیر رمضان میں بھی۔

یہ قرآن کریم، مدرسوں میں بھی پڑھا جاتا ہے، اور اسکول وکالجوں میں بھی۔

یہ قرآن کریم، مسجد میں بھی پڑھا جاتا ہے، اور بازاروں میں بھی۔

غرض یہ قرآن کریم، جتنا پڑھا جاتا ہے، دنیا میں کوئی اور کتاب اتنی نہیں پڑھی جاتی ہے۔

اس لیے کہ قرآن کے معنیٰ ہی آتے ہیں "سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب"۔

یہ قرآن کریم کوئی ایسی قانون کی کتاب نہیں ہے، کہ اس کی جب ضرورت پڑی، وکیلوں کی طرح اس کو اٹھایا اور پھر دیکھ کر الماری میں سجا کر رکھ دیا۔

بلکہ یہ وہ مقدس کتاب ہے کہ۔۔۔

جس کو پڑھنا بھی ثواب،

جس کو پڑھانا بھی ثواب،

جس کو سننا بھی ثواب،

جس کو سنانا بھی ثواب،

جس کو سمجھنا بھی ثواب،

جس کو سمجھانا بھی ثواب،

جس کا سمجھ کر پڑھنا بھی ثواب،
اور بغیر سمجھے پڑھنا بھی ثواب،
جس کو دیکھنا بھی ثواب،
کہ جس کو چھونا بھی ثواب،
جس کو چومنا بھی ثواب،
اور جس پر عمل کرنا، سب سے بڑا ثواب۔
جو قرآن کریم پڑھتا ہے، اس کو محبت سے دیکھنا، بھی ثواب۔
جو قرآن کریم پڑھاتا ہے، اس کو محبت سے دیکھنا، بھی ثواب۔
جہاں قرآن کریم پڑھا جاتا ہے، اس کو محبت سے دیکھنا، بھی ثواب۔
قرآن کریم کہتا ہے: اے دنیا کے لوگو!
اگر مجھ کو، سنوار کر پڑھو گے، تو قاری بن جاؤ گے۔
اگر مجھ کو، سمجھ کر پڑھو گے، تو عالم بن جاؤ گے۔
اگر مجھ کو، یاد کرو گے، تو حافظ بن جاؤ گے۔
اگر میرے مطابق فیصلہ کرو گے، تو قاضی بن جاؤ گے۔
اگر مجھ میں چھپے ہوئے مسائل کو نکالو گے، تو فقیہ بن جاؤ گے۔
اگر مجھے حدیث کی روشنی میں سمجھو گے، تو محدث بن جاؤ گے۔
اگر میرے احکام کو لوگوں تک پہونچاؤ گے، تو مبلغ بن جاؤ گے۔
اگر لوگوں کے سامنے، میری آیتوں کی وضاحت کرو گے، تو مفسر بن جاؤ گے۔
اگر میرے بتلائے ہوئے احکام پر عمل کرو گے، تو ولی بن جاؤ گے۔
میرے دوستو! جس طرح، اللہ رب العزت کی ذات لافانی ہے۔
اسی طرح، یہ قرآن کریم بھی لافانی ہے۔

جس طرح، اللہ رب العزت کی ذات، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

اسی طرح، اللہ کا کلام بھی ہمیشہ رہے گا، اور جو اس کلام کو، اپنے سینے میں بسا لے گا، وہ بھی، ہمیشہ کے لیے محفوظ و مامون ہو جائے گا۔

حدیث شریف میں آتا ہے: کہ

جو شخص قرآن کریم کو یاد کر لیتا ہے، اور اس کے احکام کے مطابق زندگی گذارتا ہے، تو مرنے کے بعد، قبر میں اس کی نعش کبھی نہیں سڑتی، اور نہ ہی اس کو قبر کا عذاب ہوتا ہے۔

بلکہ اس حافظ کی برکت سے اللہ رب العزت آس پاس (۷) سات قبر والوں سے بھی اپنا عذاب اٹھالیا کرتے ہیں۔

یہاں تک کہ اگر حافظ کے والدین مشرک و کافر ہوں تو بھی، اس حافظ کی برکت سے اس کے والدین کی قبر کے عذاب کو ہلکا، کر دیا کرتے ہیں۔

اور اگر والدین مسلمان ہوں، مگر اپنے گناہوں کی وجہ سے قبر کے عذاب میں مبتلا ہوں، تو ان کے بچوں کا قرآن کریم پڑھنے کی برکت سے، ان کے عذاب کو بھی اٹھالیا کرتے ہیں۔

کتابوں میں ایک واقعہ لکھا ہے: کہ

ایک گنہگار آدمی تھا، جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا، تو اس نے اپنی بیوی کو وصیت کی، وہ اس وقت امید سے تھی، کہ جو بچہ پیدا ہوگا، اس کو حافظ قرآن بنانا، یہ کہہ کر دنیا سے رخصت ہو گیا، کچھ دن بعد جب بچہ پیدا ہوا، اور وہ بڑا ہو گیا، تو اس کی والدہ اس کو لے کر ایک مکتب میں گئیں۔

چناں چہ اس کے استاذ صاحب نے جب اس بچے کی تتلاتی زبان سے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہلوایا، تو فوراً، اللہ رب العزت کی رحمت جوش میں آ گئی۔

اللہ رب العزت نے ایک فرشتے سے کہا: جاؤ! اس کے باپ کے قبر سے عذاب اٹھالو۔

اس لیے کہ میری رحمت کو یہ گوارہ نہیں، کہ جس کا بچہ، مجھے رحمٰن اور رحیم کہے، اس کو میں قبر کے عذاب میں مبتلا رکھوں۔

میرے بھائیو! قرآن کریم وہ مقدس کتاب ہے، کہ اللہ رب العزت نے کائنات بنانے سے پہلے جب قرآن کریم کی چند آیتوں کی تلاوت فرمائی، تو عرش اٹھانے والے فرشتے بھی، جھوم اٹھے اور کہنے لگے، کہ۔۔۔

خوش قسمت ہے، وہ امت جس امت میں، قرآن کریم اتارا جائے گا۔

خوش قسمت ہیں، وہ زبانیں، جو اس قرآن کریم کو پڑھیں گی۔

خوش قسمت ہیں، وہ آنکھیں، جو اس قرآن کریم کو دیکھیں گی۔

خوش قسمت ہیں، وہ ہاتھ، جو اس قرآن کریم کو چھوئیں گے۔

خوش قسمت ہیں، وہ ہونٹ، جو اس قرآن کریم کو چومیں گے۔

خوش قسمت ہیں، وہ سینہ، جن میں، یہ قرآن کریم محفوظ رکھا جائے گا۔

خوش قسمت ہیں، وہ والدین، جن کی اولادیں اس قرآن کریم کو پڑھیں گی۔

میرے بھائیو! تین چیزیں ایسی ہیں جن کو دیکھنا ثواب ہے:

ماں باپ کو دیکھنا ثواب۔

خانۂ کعبہ کو دیکھنا ثواب۔

اور قرآن کریم کو بھی دیکھنا ثواب۔

چار چیزیں ایسی ہیں جن سے انسان کا دل کبھی نہیں بھرتا، آدمی تھک تو جاتا ہے مگر اس کا جی کبھی نہیں بھرتا:

ایک آسمان دیکھنے سے،

جب سے آدمی پیدا ہوا ہے،

جب تک زندہ رہے گا،

ہمیشہ آسمان کو دیکھتا ہے اور دیکھتا رہے گا۔

مگر یہ کوئی نہیں کہتا، اتنے دنوں سے آسمان دیکھ رہا ہوں، اب دیکھنے کو دل نہیں کرتا۔

دوسرے پانی سے، آدمی کا دل اور جی نہیں بھرتا،

وقتی طور پر پانی سے، آدمی کا پیٹ تو بھر جاتا ہے، مگر دنیا میں کوئی آدمی کبھی یہ نہیں کہتا ہے، اتنے دنوں سے پانی پی رہا ہوں، اب پانی پینے کا جی نہیں کرتا۔

روزانہ، اگر آدمی بریانی کھائے،

روزانہ دال کھائے، روزانہ مرغ روغن کھائے، تو ایک وقت آتا ہے کہ آدمی کا جی اس سے بھر جاتا ہے،

مگر پانی سے کسی کا جی نہیں بھرتا۔

اسی طرح خانۂ کعبہ دیکھنے سے،

آدمی کا کبھی جی نہیں بھرتا۔

ایک مرتبہ دیکھیے،

دو مرتبہ دیکھیے،

بار بار دیکھیے،

مگر اس کو دیکھنے سے، آدمی کا کبھی دل اور جی نہیں بھرتا۔

اسی طرح قرآن کریم پڑھنے سے، آدمی کا دل اور جی نہیں بھرتا،

دنیا کی کوئی اور کتاب ہو، چاہے جتنی اچھی ہو،

ایک مرتبہ پڑھیے،

دو مرتبہ پڑھیے،

بار بار پڑھیے، اس سے طبیعت میں اکتاہٹ ہونے لگتی ہے،

مگر قرآن کریم ایسی کتاب ہے، جس کو پڑھتے پڑھتے آدمی وقتی طور پر، تھک تو جاتا ہے، مگر اس کو پڑھنے سے آدمی کا دل کبھی نہیں بھرتا۔

قرآن کریم، ایسی مقدس کتاب ہے،

جس کو جتنے لہجہ میں،

جس کو جتنے انداز سے پڑھا جاتا ہے،

دنیا کی کوئی اور کتاب،

اتنے لہجہ اور اتنے انداز سے نہیں پڑھی گئی ہے، نہ قیامت تک پڑھی جائے گی۔

حضرت امام نافع مدنی رحمۃ اللہ علیہ، ایک بہت بڑے قاری گزرے ہیں، ان کے منہ سے اتنی اچھی خوشبو آتی تھی،

کہ اُتنی اچھی خوشبو، مشک و عنبر سے کیا آتی ہوگی۔

کسی نے کہا: کہ آپ اپنے منہ میں، کون سی خوشبو رکھتے ہیں، کہ ایسی اچھی خوشبو، نہ ہم نے آج تک کبھی سونگھی، اور نہ آج تک اس کا تذکرہ سنا۔

تو آپ نے فرمایا: کہ واللہ!!! میں اپنے منہ میں کوئی خوشبو نہیں رکھتا، جب لوگوں نے بار بار اصرار کیا، کہ نہیں،

کوئی بات ضرور ہے، کہ آپ کے منہ سے ایسی خوشبو آتی ہے۔

تو حضرت نے فرمایا: کہ ایک رات حضور علیہ السلام کی خواب میں، زیارت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ نافع!

تم اتنا اچھا قرآن کریم پڑھتے ہو،

تم اتنے شوق سے قرآن کریم پڑھتے ہو،

طبیعت چاہ رہی ہے، کہ میں تمہارے ہونٹوں کو، چوم لوں۔

چناں چہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری ہونٹوں کو چوم لیا، جب سے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ہونٹوں کو چوما ہے، اسی وقت سے میرے لبوں سے یہ خوشبو آرہی ہے۔

میرے بھائیو! آپ اندازہ کیجیے! کہ اللہ رب العزت کے نزدیک، اس شخص کا کیا مقام و مرتبہ ہوگا، جو قرآن کریم کی روزانہ تلاوت کرتا ہے، اور جو اس کو خوب سنوار کر پڑھنے کی کوشش کرتا

ہے۔

کتابوں میں لکھا ہے:

پوری کائنات میں جتنی مخلوق ہے، ان میں سے کسی بھی مخلوق کو اللہ رب العزت نے قرآن کریم پڑھنے کا شرف نہیں عطا کیا۔

یہاں تک کہ فرشتے بھی قرآن کریم نہیں پڑھ سکتے، سوائے جبرئیل علیہ السلام کے۔

اگر قرآن کریم پڑھنے کا کسی مخلوق کو شرف اور عزت حاصل ہے، تو وہ انسان اور جنات کو۔

پوری دنیا میں دو ہی، ایسی مخلوق ہیں، کہ جو قرآن کریم کی تلاوت کر سکتے ہیں،

بقیہ ساری مخلوق اس نعمت سے محروم ہیں۔

لہٰذا جب کوئی بندہ، تلاوت کرنے بیٹھتا ہے، تو فرشتے اس کی تلاوت سننے کے لیے آسمانوں سے اتر آتے ہیں، زمین سے لے کر آسمان تک، فرشتوں کا ایک تانتہ بندھ جاتا ہے۔

وہ فرشتے اس کی تلاوت کے سننے کے لیے اس کو چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں۔

اور اس تلاوت کرنے والے بندہ کے، اتنا قریب ہو جاتے ہیں،

اتنا قریب ہو جاتے ہیں،

کہ اس کے لبوں اور ہونٹوں کو چوم لیتے ہیں، کہ اس کے منہ سے اللہ رب العزت کا کلام ادا ہو رہا ہے،

قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا، اللہ رب العزت اور اس کے فرشتوں کی نظر میں ایسے چمکتا ہے،

جیسے زمین والوں کے نظر میں، آسمان کے ستارے چمکتے ہیں۔

اور وہ گھر بھی آسمانوں والوں کے نظر میں ایسے چمکتا ہے، جیسے زمین والوں کی نظر میں، ستارے چمکتے ہیں۔

پھر وہ سینے، کتنے چمکدار ہوں گے، جن سینوں میں یہ قرآن کریم موجود ہے۔

جس گھر میں قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے، اس گھر کی چھت پر، فرشتے آ کر، رحمت کے

جھنڈے گاڑ دیتے ہیں۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ رات کے وقت تہجد میں تلاوت کر رہے تھے، جب ذرا تیز آواز میں تلاوت کرتے، تو قریب میں ان کا بندھا گھوڑا کودنے لگتا، وہ مارے ڈر کے اپنی آواز ذرا پست کر لیتے، کہ قریب میں سوئے بچہ پر، گھوڑا کودنے کی وجہ سے، اس پر اپنا پیر نہ رکھ دے۔

جب سلام پھیرا، تو دیکھا، کچھ نور ہیں، جو آسمان کی طرف جا رہے ہیں، صبح کو جب انھوں نے اپنا واقعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سنایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تمہارا قرآن سننے کے لیے فرشتے، آسمان سے زمین پر اتر آئے تھے۔

اگر تم، اسی طرح قرآن کریم پڑھتے رہتے، تو مدینہ کے لوگ، صبح فرشتوں کو دیکھ لیتے۔

میرے عزیزو! قرآ کریم وہ مقدس کتاب ہے، کہ جس نے اس کو اتارا۔

جس نے اس کو نازل کیا، وہ پوری کائنات میں، سب سے افضل ہے۔

جس کے ذریعہ اتارا گیا، وہ تمام فرشتوں میں، سب سے افضل ہے۔

جس پر، یہ قرآن اتارا گیا، وہ تمام نبیوں سے افضل ہے۔

جس رات میں، پہلے آسمان پر اتارا گیا، وہ رات، تمام راتوں سے افضل ہے۔

جس مہینہ میں، اتارا گیا، وہ مہینہ تمام، مہینوں سے افضل ہے۔

جس سرزمین پر اتارا گیا، وہ زمین، تمام زمینوں سے افضل ہے۔

اور یہ قرآن کریم، جس سینہ میں، محفوظ ہو جاتا ہے، تو

وہ سینہ،

وہ ذات،

وہ انسان،

بھی تمام انسانوں سے افضل ہو جاتا ہے۔

اسی لیے حدیث شریف میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ.

کہ تم میں سب سے افضل وہ شخص ہے، جو قرآن کریم سیکھتا اور سکھاتا ہے۔

تم میں سب سے افضل وہ شخص ہے، کہ جو قرآن کریم پڑھتا اور پڑھاتا ہے۔

تم میں سب سے افضل وہ شخص ہے، کہ جو قرآن کریم سمجھتا اور سمجھاتا ہے۔

تم میں سب سے افضل وہ شخص ہے، جو قرآن کریم سنتا اور سناتا ہے۔

تمہارے درمیان، سب سے اچھی جگہیں وہ ہیں، جہاں قرآن کریم پڑھا جاتا ہے۔

اسی لیے کہ جب اللہ رب العزت کسی جگہ عذاب کو بھیجنا چاہتے ہیں، تو قرآن کریم پڑھنے والے بچوں کی آواز سن کر اپنا عذاب موقوف کر دیا کرتے ہیں۔

قرآن کریم پڑھنے والے کا اللہ رب العزت کے یہاں کیا مقام ہے؟ اس کے نامۂ اعمال میں کتنی نیکیاں لکھی ہیں؟ اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے:

مَنْ قَرَأَ حَرْفاً مِنْ كِتَابِ اللهِ فَلَهُ بِهٖ حَسَنَةٌ! وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا. لَا اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ، بَلْ، اَلِفٌ حَرْفٌ، وَلَامٌ حَرْفٌ، وَمِيْمٌ حَرْفٌ.

جس شخص نے قرآن کریم کا صرف ایک حرف پڑھا، یعنی اس نے صرف الف کہا، تو اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص۔۔۔

بغیر حروف کی ادائیگی کے،

بغیر مخارج کے،

اور بغیر تجوید، کے قرآن کریم کا صرف ایک حرف پڑھتا ہے تو اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

اور اگر کچھ حروف کی ادائیگی اور کچھ بغیر ادائیگی کے پڑھتا ہے، تو اس کے نامۂ اعمال میں ہر حرف پر بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

اور اگر اس کو پورے صحیح تلفظ کے ساتھ، پڑھتا ہے تو اس کے نامۂ اعمال میں ستر نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

اور اگر اس کو نماز میں پڑھتا ہے، تو اس کے نامۂ اعمال میں سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

اگر کوئی رمضان المبارک میں، قرآن کریم کا صرف ایک حرف پڑھتا ہے، تو اس کے نامۂ اعمال میں سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

اگر رمضان میں نماز کے اندر پڑھتا ہے، تو اس کے نامۂ اعمال میں ہر حرف پر، ایک ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں،

اگر رمضان میں، شب قدر کی رات میں، نماز کے اندر، قرآن کریم کا صرف ایک حرف پڑھتا ہے، تو اس کے نامۂ اعمال میں ایک لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

اگر کوئی غیر رمضان میں، حرم شریف کے اندر، قرآن کریم کا صرف ایک حرف پڑھتا ہے، تو اس کے نامۂ اعمال میں، ایک لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

اور حرم میں، رمضان کے مہینہ میں، صرف ایک حرف نماز سے باہر پڑھتا ہے، تو اس کے نامۂ اعمال میں ایک کروڑ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

آپ اندازہ کریں، اگر کوئی قرآن کریم کی صرف ایک لائن پڑھتا ہے، تو اس کے نامۂ اعمال میں کتنی نیکیاں لکھی جاتی ہوں گی،

ایک صفحہ،

دو صفحہ،

آدھا پارہ،

ایک پارہ، پڑھتا ہوگا، تو اس کے نامۂ اعمال میں کتنی نیکیاں لکھی جاتی ہوں گی،

جس کا ہم اور آپ اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔

اس لیے میں کہتا ہوں کہ۔۔۔

کتنے خوش نصیب ہیں، وہ لوگ، جو روزانہ قرآن کریم، کا ایک پارہ کی تلاوت کرتے ہیں۔

کتنے خوش نصیب ہیں، وہ لوگ، جو رمضان المبارک کے مہینہ میں، قرآن کریم کی تلاوت کو اپنا مشغلہ بناتے ہیں۔

کتنے خوش نصیب ہیں، وہ لوگ، جو پورے رمضان المبارک میں پوری تراویح پڑھتے یا پڑھاتے ہیں۔

کتنے خوش نصیب ہیں، وہ لوگ، جو رمضان المبارک کے مہینہ میں پورا قرآن کریم سنتے ہیں۔

کتنے خوش نصیب ہیں، وہ لوگ، جو حرم شریف میں، تلاوت اور تراویح میں پورا رمضان المبارک کا مہینہ کو گزارتے ہیں۔

کتنے خوش نصیب ہیں، وہ لوگ، جو قرآن کریم کے ذریعہ، اللہ رب العزت کی رحمتوں اور برکتوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔

قرآن کریم کی تلاوت، اللہ رب العزت کی رحمت اور برکت کو اپنی طرف ایسے کھینچتی ہے، جیسے چمبک اور مقناطیس لوہے کو، کھینچتی ہے۔

ایک آدمی جو قرآن کریم کو نہیں پڑھ پاتا، مگر بیٹھ کر اس کے الفاظ کو دیکھتا ہے، اس کے ایک ایک حرف، اس کے ایک ایک لفظ، اور اس کی ایک ایک آیت، پر اپنی انگلیاں پھیرتا ہے۔

تب بھی، اللہ رب العزت کی رحمت، اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔

تب بھی، اللہ رب العزت اس کے ساتھ، اپنے رحم وکرم کا معاملہ کرتے ہیں۔

چناں چہ کتابوں میں لکھا ہے: کہ ایک بڑے میاں تھے، ان کا انتقال ہوگیا، دوسرے دن تیز بارش کی وجہ سے ان کی قبر کھل گئی، لوگوں نے دیکھا کہ ان کی قبر گلاب کے پھولوں سے بھری ہوئی ہے، اور قبر سے بھینی بھینی خوشبو آرہی ہے۔

لوگوں نے جا کر ان کے گھر والوں سے دریافت کیا، کہ بڑے میاں کون سا عمل کرتے تھے، جس کی وجہ سے ان کی قبر سے اتنی اچھی خوشبو آرہی ہے۔

تو ان کی اہلیہ محترمہ نے بتایا، کہ ان کا کوئی خاص عمل نہیں تھا، اور نہ ہی وہ پڑھے لکھے آدمی تھے۔ البتہ وہ قرآن کریم سے بہت محبت کرتے تھے، قرآن کریم پڑھ تو نہیں سکتے تھے، مگر قرآن کریم کھول کر اکثر وہ ہر آیت پر انگلی رکھ کر یہ کہا کرتے تھے، کہ۔۔۔

اے اللہ آپ نے یہ بھی سچ کہا ہے۔

اے اللہ آپ نے یہ بھی سچ کہا ہے۔

میرے دوستو! ان کی یہ ادا، اللہ رب العزت کو

اتنی پسند آئی،

اتنی پسند آئی،

کہ ان کے مرتے ہی اللہ رب العزت نے ان کی قبر کو گلاب کے پھولوں اور خوشبوؤں سے بھر دیا۔ اور کل قیامت کے دن اللہ رب العزت کے یہاں ان کا جو مقام ہوگا، جس کو ہم اور آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔

میرے عزیزو! جب اللہ رب العزت نے ان کو یہ مقام، صرف قرآن کریم سے محبت کی بنا پر، عطا کیا، تو اگر ہم روزانہ اس کی تلاوت کریں گے،

اس کو پڑھیں گے،

اس کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کریں گے،

تو اللہ رب العزت کے یہاں، ہمارا کیا مقام ہوگا، جس کو ہم اور آپ خود سوچیں۔

اس لیے میرے بھائیو!

قرآن سے لگاؤ پیدا کرو۔

قرآن کریم پڑھو، اس سے پہلے کہ، ہمارے لیے قرآن کریم پڑھا جائے۔

قرآن کریم پڑھو، اس سے پہلے کہ، ہمارے گھروں سے برکتیں اٹھالی جائیں۔

قرآن کریم پڑھو، اس سے پہلے کہ، ہماری زندگیوں سے چین وسکون، آرام وراحت کو چھین لیا

جائے۔

قرآن کریم پڑھو، اس سے پہلے کہ، کل قیامت کے دن قرآن کریم، ہمارے خلاف گواہ بن کر کھڑا ہو۔

اللہ رب العزت، ہم سب کو، قرآن کریم کا داعی وشیدائی بنائے، اور پابندی کے ساتھ اس کی تلاوت کا جذبہ عطا فرمائے، اور آخر میں چند باتیں بیان کرکے اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

میرے دوستو! بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہم میں۔۔۔

کتنے بدنصیب ہیں! وہ لوگ، کہ جن کے پاس، روزانہ اخبار پڑھنے کے لیے ٹائم اور وقت رہتا ہے، مگر قرآن کریم کے لیے نہیں۔

کتنے بدنصیب ہیں! وہ لوگ، کہ جن کے پاس گھنٹوں موبائل پر، الٹی سیدھی چیزیں دیکھنے کے لیے وقت رہتا ہے، مگر قرآن کریم کے لیے نہیں۔

کتنے بدنصیب ہیں! وہ گھر، جہاں گھنٹوں ٹی وی دیکھنے کے لیے وقت رہتا ہے، مگر قرآن کریم کے لیے نہیں۔

کتنے بدنصیب ہیں! وہ گھر، جہاں روزانہ فرش کی صاف صفائی کی جاتی ہے، جہاں روزانہ، ٹی وی کے اسکرین صاف کیا جاتا ہے، مگر قرآن کریم کی طرف کوئی توجہ دیکھنے والے نہیں۔

کتنے بدنصیب ہیں! وہ لوگ، جو ایک دن موبائل، انٹرنیٹ بند ہوجانے پر، پریشان ہوجاتے ہیں، مگر سالوں سال، قرآن کریم بند رہنے پر ان کو کوئی پریشانی نہیں، ان کو کوئی ملال اور افسوس نہیں ہوتا۔

میرے عزیزو! آج ہمارے گھروں سے جو برکتیں اٹھ گئیں۔

آج ہمارے دلوں سے ایک دوسرے کے لیے جو محبت نکل گئی ہیں۔

آج ہمارے گھر، ایک دوسرے کے لیے جو جہنم بن گئے ہیں، اس کی بنیادی وجہ، ہمارے گھروں میں رکھا ہوا قرآن کریم ہے، جو ہمارے لیے بددعائیں کررہا ہے۔

اور یہ بات یاد رکھیے! کہ کل قیامت کے دن، جس طرح، ہر نبی کی گواہی ان کی امت کے بارے

میں قبول کی جائے گی، چاہے حق میں ہو، یا خلاف،

اسی طرح، قرآن کریم کی بھی گواہی، قبول کی جائے گی۔

حدیث شریف میں آتا ہے: اَلْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ اَوْ عَلَيْكَ، اگر ہم نے قرآن کریم کو سینہ سے نہیں لگایا تو کل قیامت کے دن یہ قرآن کریم ہمارے خلاف گواہی دے گا۔

میرے دوستو! تو کون ہوگا، جو ہم کو جہنم سے بچائے گا؟

تو کون ہوگا، جو ہم کو جنت میں لے جائے گا؟

تو کون ہوگا، جو ہم کو قیامت کی ہولناکیوں سے بچائے گا؟

میرے عزیزو! قرآن کریم کو کلام اللہ بھی کہا جاتا ہے، جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ، اللہ رب العزت سے باتیں کرے اور اللہ رب العزت اس سے باتیں کریں۔

تو اس کو چاہیے، کہ قرآن کریم کی تلاوت کرے۔

قرآن کریم کی تلاوت کرنا، گویا اللہ رب العزت سے باتیں کرنا ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت کی توفیق کا نہ ملنا اللہ رب العزت کے ساتھ ہم کلامی سے محروم رہنا ہے۔

یہ اللہ رب العزت کے ناراض ہونے کی سب سے بڑی دلیل اور نشانی ہے۔

میرے عزیز ساتھیو! قرآن کریم، انسان کو، اس دنیا میں عزت دینے کے لیے آیا ہے۔

قرآن کریم، انسان کو، عزت کی اونچی چوٹیوں پہ پہنچانے کے لیے آیا ہے۔

یہ قرآن کریم، انسان کو، دنیا کا قائد بنانے کے لیے آیا ہے:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ۔

اس قرآن کو، جس نے بھی سینہ سے لگایا، وہ بلندی کے میناروں پر پہنچ گیا۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے قرآن کو سینہ سے لگایا، تو اللہ رب العزت نے ان کو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا سرٹیفکیٹ دے دیا۔

حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قرآن کریم کو، اپنے سینے سے لگایا، تو اللہ رب العزت نے ان کو۔۔۔

أُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ،

أُولٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ،

أُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ کا تمغہ دے دیا۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے، قرآن کریم کو، اپنے سینہ سے لگایا، تو اللہ رب العزت نے يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِجَنَّاتٍ ان کو جنت کی خوشخبری دے دی۔

وہ قرآن کریم سے محبت کرتے تھے، قرآن والا ان سے محبت کرتا تھا۔

وہ قرآن کریم کی، عزت کرتے تھے، قرآن والے نے، ان کو ساری دنیا میں عزت دی۔

انھوں نے قرآن کریم، کو اپنا مقتدا اور رہبر مانا، اللہ رب العزت نے ان کو، دنیا کا قائد ور ہبر بنایا۔

انھوں نے قرآن کریم، کو اپنے سر آنکھوں پر رکھا، اللہ رب العزت نے ان کو، دنیا والوں کا سرتاج بنایا۔

انھوں نے اپنی محفلوں،

اپنے گھروں،

اپنی دوکانوں،

اپنی تجارتوں،

اپنے کھیت کھلیانوں،

اپنے محلوں،

اپنے دیہات اور شہروں کو، قرآن کی تلاوت،

قرآن کی رحمتوں اور برکتوں سے آباد کیا۔

مگر افسوس! جب سے ہم نے قرآن کریم کو چھوڑا، تو آج ہم دنیا کی عزتوں سے محروم ہو گئے۔

ہم نے قرآن کریم کو چھوڑا، تو ہم دنیا کی امامت و پیشوائی سے محروم ہو گئے۔

ہم نے قرآن کریم کو چھوڑا، تو ہم بلندیوں سے محروم ہو گئے۔

ہم نے قرآن کریم کو چھوڑا، تو ہم اللہ رب العزت کی مدد، اور اس کی رحمتوں سے محروم ہو گئے۔
ہم نے قرآن کریم کو چھوڑا، تو ہم اپنی زندگی میں سچی خوشی، اور سکون سے محروم ہو گئے۔
کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

یہی مفہوم ہے، اس حدیث شریف کا، جو ہم نے خطبہ کے شروع میں پڑھی تھی:
اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَاماً وَّیَضَعُ بِہٖ آخَرِیْنَ.
مسلمانو! اگر ہم دنیا میں، پھر سے عزت وعظمت چاہتے ہیں،
اگر ہم دنیا میں، پھر سے امامت چاہتے ہیں،
اگر ہم دنیا میں، پھر سے خدا کی حمایت ونصرت چاہتے ہیں،
اگر ہم دنیا میں، پھر سے اسلامی حکومت وسلطنت چاہتے ہیں،
اگر ہم دنیا میں، پھر سے اقوام عالم کے تاج وتخت چاہتے ہیں،
اگر ہم دنیا میں، پھر سے اقوام عالم کی عقیدت ومحبت چاہتے ہیں،
اگر ہم دنیا میں، پھر سے سچی آزادی اور حقیقی آرام وراحت چاہتے ہیں،
تو ہم کو، پھر سے قرآن کریم کی طرف واپس لوٹنا پڑے گا،
ورنہ ہم، دنیا میں، اس لیے مارے جائیں گے کہ ہم مسلمان ہیں۔
اور آخرت میں ہم اس لیے مارے جائیں گے کہ مسلمان نہیں تھے۔

پیشوا میرا ہو قرآن عظیم
اس کی برکت سے بخش تو اے رحیم
اور قرآن عظیم الشان سے
اے خدا نور ہدایت دے مجھے

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ
وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ
سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ
وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

ذہن اور حافظہ قوی کرنے کا سب سے بہترین نسخہ

جس کسی کا حافظہ کمزور ہو، وہ (۷۸۶) سات سو چھیاسی مرتبہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پانی پر دم کر کے طلوع آفتاب کے وقت پیے تو ذہن کھل جائے گا، اور قوت حافظہ مضبوط ہوجائے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❖ جہاں سر جھکے وہ مقام خدا ہے، جہاں دل جھکے وہ مقام مصطفیٰ ہے۔

❖ کائنات کا سب سے بڑا سچ یہ ہے، کہ رب العالمین تک پہونچنے کے لیے، رحمۃ للعالمین کی پیروی ضروری ہے۔

❖ دنیا اس کو عزت دیتی ہے جو اپنا ایک ایک سکینڈ صحیح استعمال کرتا ہے۔

❖ نرم دل لوگ، بے وقوف نہیں ہوتے، وہ یہ جانتے ہیں کہ لوگ اس کے ساتھ کیا کھیل کھیل رہے ہیں، لیکن پھر بھی وہ نظر انداز کرتے ہیں، کیوں کہ ان کے پاس ایک خوبصورت دل ہوتا ہے۔

شانِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ان الحمدلله! الحمدلله نحمدهٗ ونستعينهٗ ونستغفرهٗ ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا ونشهد ان لا اله الا الله وحدهٗ لاشريك لهٗ ولا نظير لهٗ ولا وزير لهٗ ولا مشير لهٗ ولا معين لهٗ وصل علىٰ سيد الرسل و خاتم الانبياء المبعوث الىٰ كافة للناس بشيراً ونذيراً وداعياً الى الله باذنه وسراجاً منيراً۔ امابعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ٥

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ٥

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ٥

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ٥

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے
نقش روئے محمد بنایا گیا
پھر اسی نقش سے مانگ کر روشنی
بزم کون ومکاں کو سجایا گیا
اس کی رحمت ہے بے حد وبے انتہا
اس کی شفقت تخیل سے بھی ماوراء
جو عالم جہاں میں بنایا گیا
اس کی رحمت سے اس کو سجایا گیا

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

تمام تعریفیں،

تمام تحمیدیں،

تمام تسبیحیں،

تمام تقدیسیں،

تمام تکبیریں،

اس اللہ رب العالمین کے لیے ہیں، کہ

جس نے ایک یتیم کو، پوری انسانیت پر بلکہ پوری کائنات پر

فضیلت،

عظمت،

عزت،

رفعت،

منقبت،

بلندی،

اور عروج عطا فرمائی،

اور ان گنت،

لاتعداد،

بے حد،

بے حساب،

بے شمار،

درود و سلام ہو،

اس محبوبِ ربِ کائنات،

رشکِ کائنات،

خلاصۂ کائنات،

شفیع المذنبین،

رحمۃ للعالمین،

حبیب خدا،

محمد مصطفیٰ،

احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کہ

جس کی ذات، بے مثال،

جن کی بات، بے مثال،

جن کی سیرت، بے مثال،

جن کی صورت، بے مثال،

جن کا جسم، بے مثال،

جن کی جان، بے مثال،

جن کا حسن و جمال، بے مثال،

جن کا جلال، بے مثال،

جن کا کمال، بے مثال،

جن کا حسب، بے مثال،

جن کا نسب، بے مثال،

جن کی ہستی، بے مثال،

جن کی بستی، بے مثال،

جن کی شان، بے مثال،

جن کی آل، بے مثال،

جن کا خاندان، بے مثال،

جن کا قبیلہ، بے مثال،

جن کا گھرانہ، بے مثال،

جن کا علم، بے مثال،

جن کا حلم، بے مثال،

جن کے اخلاق، بے مثال،

جن کے کردار، بے مثال،

جن کے اطوار، بے مثال،

جن کا نام، بے مثال،

جن کا کام، بے مثال،

جن کا کلام، بے مثال،

جن کا مقام، بے مثال، اور جن کے غلام، بے مثال،

جن کے بارے میں کسی شاعر نے کہا۔

سنا جس کسی نے کلامِ محمد
ہوا جان و دل سے غلامِ محمد

ہوا ہے نہ ہوگا میسر کسی کو
بلند اس قدر ہے مقامِ محمد

ہے قرآن میں موجود فرمانِ خدا
کلامِ خدا ہے کلامِ محمد

سر اور دل جھومتے ہیں خوشی سے
لبوں پہ جب آتا ہے نامِ محمد
اگر چاہتا ہے تو خدا تجھ سے ہو راضی
تو دل و جان سے کر احترامِ محمد

سب کہو!!! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میرے دوستو! اللہ رب العزت نے قرآن کریم کی ایک مقدس، ایک معظم ومکرم، آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

بعض علماء نے مِنْ اَنْفُسِكُمْ کو اَنْفَسِكُمْ پڑھنا بھی جائز قرار دیا ہے۔

اس لیے اس آیت کا مطلب یہ ہوگا۔

اللہ رب العزت فرماتے ہیں: اے دنیا کے انسانو!

میں نے اپنے آخری رسول کو تم میں،

سب سے بہترین،

سب سے حسین ترین،

سب سے نفیس ترین،

سب سے زیادہ خوبصورت،

سب سے زیادہ خوب سیرت، بنا کر بھیجا ہے کہ

اس جیسا، حسن وجمال والا،

اس جیسا، جاہ وجلال والا،

آج تک، چشمِ فلک نے،

آسمان وزمین نے،

چاند اور سورج نے،

نہ کبھی کسی کو دیکھا ہے، اور نہ ہی قیامت تک دیکھ سکیں گے۔

اور نہ ہی اس جیسے اعلیٰ صفات کا مالک بچہ نہ کسی کے یہاں پیدا ہوا ہے، اور نہ ہی قیامت تک پیدا ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ جب جبرئیل امین علیہ السلام نے ہمارے نبی کو دیکھا،

تو وہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے۔

آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بتاں ورزیدہ ام

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

میں نے مشرق ومغرب کی، شمال وجنوب کی، سیاحت بھی کی،

میں نے زمین وآسمان کو بھی، کھنگھالا،

میں نے دنیا کے، چپہ چپہ کو چھانا،

میں کائنات کے، کونہ کونہ میں بھی پھرا،

میں نے حسن وجمال کے، ایسے اعلیٰ شاہکار بھی دیکھے، کہ جن کے حسن کی بتوں کی طرح پرستش اور پوجا کی جاتی ہے۔

لیکن اے آمنہ کے لال! جب سے تیرے رخ انور کو دیکھا ہے، تو میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں، کہ تو ایک انوکھے اور بے مثال حسن وجمال کا مالک ہے، تو چیز ہی دوسری ہے۔

میرے دوستو! وہ کون سا خلق ہے؟

وہ کون سا کمال ہے؟

وہ کون سی اعلیٰ صفات ہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں موجود نہیں تھی۔

آپ کی ذات میں آدم علیہ السلام کا خلق،

شیث علیہ السلام کی معرفت،

نوح علیہ السلام کا جوش و تبلیغ،

ابراہیم علیہ السلام کا ولولۂ توحید،

اسماعیل علیہ السلام کا جذبۂ ایثار،

لوط علیہ السلام کی حکمت،

یونس علیہ السلام کی اطاعت،

یحییٰ علیہ السلام کی پاک دامنی،

داؤد علیہ السلام کی آواز،

ایوب علیہ السلام کا صبر،

یوسف علیہ السلام کا حسن،

ہارون علیہ السلام کا جمال،

موسیٰ علیہ السلام کا جلال،

عیسیٰ علیہ السلام کا زہد و تقویٰ،

اوران جیسی بہت سی صفات، اوران جیسے بہت سے کمالات یکجا۔

اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اندر جمع کر دیئے تھے۔

میرے دوستو! آدم علیہ السلام سے لے کر موسیٰ علیہ السلام تک،

اور موسیٰ علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک،

تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ رب العزت نے ---

جو حسن،

جو جمال،

اور جو کمالات،

فرداً فرداً عطا کیے تھے ان سارے حسن اور سارے جمال اور ان سارے کمالات کو تن تنہا اللہ رب العزت نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں جمع کردیئے ہیں۔

اسی لیے شاعر کہتا ہے ؂

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

میرے عزیز ساتھیو! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک، ان کی حق وصداق امانت دیانت کا گواہ تھا۔

جس کی وجہ سے عام آدمی بھی دیکھ کر یہ پکار اٹھتا تھا، اور یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا تھا، کہ خدا کی قسم یہ کسی جھوٹے نبی کا چہرہ ہو ہی نہیں سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہودیوں کے بڑے عالم تھے،
جب انھوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ دیکھا،
تو یہ کہنے پر مجبور ہو گئے:

فَلَمَّا سنبت وَجْهَهُ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهُ بِوَجْهِ كَذَّابٍ۔

میں نے چہرہ دیکھتے ہی، پہچان لیا، خدا کی قسم، یہ کسی جھوٹے نبی کا چہرہ نہیں ہو سکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کو جب دیکھا، تو فرمایا:

مَا رَأَيْتُ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِيْ فِيْ وَجْهِهٖ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک اتنا روشن، اور منور تھا، جیسے لگتا تھا کہ سورج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس میں رواں دواں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بتایا: کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ ایسا سفید اور روشن تھا کہ پسینہ کی بوند آپ کے چہرۂ مبارک پر، ایسی نظر آتی تھی جیسے موتی ہو۔

اسی لیے ایک شاعر آپ کی عظمت ومنقبت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

جہاں نظر نہیں پڑی وہاں ہے رات آج تک
وہیں ہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گزر گیا
قدم قدم پہ رحمتیں، نفس نفس پہ برکتیں
جہاں جہاں سے وہ شفیعِ عاصیاں گزر گیا

عزیز ساتھیو!

دنیا کا کوئی مورخ،

دنیا کا کوئی بھی، مصنف،

دنیا کا کوئی بھی، مقرر،

جب کسی کی زندگی کے حالات، بیان کرتا ہے،

کسی کی سیرت، بیان کرتا ہے،

کسی کی سوانحِ عمری کی، ابتداء اور آغاز،

اس کی شروعات کرتا ہے،

تو اس کی ولادت سے کرتا ہے،

اور اختتام اس کی وفات پر کیا کرتا ہے۔

میرے دوستو! اس دنیا میں جتنے انبیاء،

اولیاء،

اتقیاء،

اذکیاء،

علماء،

صلحاء،

شرفاء،

فقہاء،

امراء،

رؤساء،

غرباء، آئے،

اس دنیا میں جتنے مفسرین،

محدثین،

مورخین،

مصنفین،

مجددین،

مصلحین آئے،

چاہے وہ عربی ہو، یا عجمی،

چاہے شرقی ہو، یا غربی،

چاہے وہ شمالی ہو، یا جنوبی،

چاہے وہ عادل ہو، یا ظالم

چاہے وہ دین دار ہو، یا دین بے زار،

دنیا کا کوئی بھی انسان ہو،

تمام کے تمام لوگوں کی سیرت، اس کی حالات زندگی کی ابتداء، اور شروعات، اس کی پیدائش ہوتی ہے۔

اور اس کی سیرت کی انتہاء اس کی وفات پر ہوا کرتی ہے۔

مگر قربان جاؤں اس آقا و مولیٰ،

احمد مجتبیٰ،

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔۔۔

کہ جن کی سیرت کا آغاز، ان کی ولادت سے نہیں۔

جن کی سیرت کی ابتداء، آپ کی پیدائش سے نہیں،

بلکہ اس وقت سے ہوتی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم ارواح میں تھے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کی انتہاء، آپ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے پر نہیں،

بلکہ آپ کی سیرت کی انتہاء، اس وقت تک نہیں ہوتی، جب تک آپ اپنی امت کے،

ایک ایک فرد کو،

ایک ایک شخص کو،

جنت میں داخل کرا کے، خود جنت الفردوس میں آرام نہیں فرما لیتے۔

آیئے! ہم ذرا تصورات کی دنیا میں آپ کو لے کر چلتے ہیں۔

آیئے! ہم آپ کو عالم ارواح کی سیر کراتے ہیں۔

عالم ارواح کے معنیٰ ہیں، روحوں کی دنیا۔

یہ ہے روحوں کی دنیا، ازل سے لے کر ابد تک کی تمام روحیں یہاں جمع ہیں۔

اللہ رب العزت نے اس دنیا میں، دو جلسے منعقد کیے،

اللہ رب العزت نے اس دنیا میں، دو کانفرنسیں کی،

ایک کا عنوان تھا، توحید خدا۔

اور دوسری کانفرنس کا عنوان تھا، شانِ مصطفیٰ۔

پہلی کانفرنس کا مقصد اللہ رب العزت اپنے پیارے نبی، اپنے آخری نبی کی فضیلت، عظمت، رفعت، اور شان کو بیان کرنا چاہتے تھے۔

پہلی کانفرنس میں، تمام سامعین عام انسان تھے،

مگر دوسری کانفرنس منعقد کرنے کا جب اللہ رب العزت ارادہ کیا، تو اس میں عام انسانوں کی روحوں کو شرکت کرنے کی اجازت نہیں تھی،

بلکہ ان میں شرکت کرنے کی اجازت ان روحوں کو ملی،

جن کو اللہ رب العزت دنیا میں منصبِ نبوت عطا کرنے والے تھے۔

جن کو دنیا میں تاجِ نبوت پہنانے والے تھے۔

جن کو دنیا کلاہِ رسالت سے سرفراز کرنے والے تھے۔

جس میں کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار، نبیوں کی روحوں کا اجتماع تھا۔

ایک طرف حضرت آدم علیہ السلام موجود ہیں تو دوسری طرف حضرت شیث علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام موجود ہیں۔

اُدھر دیکھو، تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ نظر آرہے ہیں۔

تو دوسری طرف دیکھو، تو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام ہمہ تن گوش نظر آرہے ہیں۔

غرض ایک لاکھ چوبیس ہزار، کم وبیش حضرات انبیاء علیہم السلام کا مبارک مجمع ہے۔

مقرر خدا ہے۔

موضوع شانِ مصطفیٰ ہے۔

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ. قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا. قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ.

اللہ رب العزت تمام نبیوں سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں: کہ

اے نبیوں کی جماعت!

میں تمہیں نبوت کا تاج اس وقت پہناؤں گا۔
میں تمہیں رسالت کے منصب پر اس وقت فائز کروں گا،
جب تم میرے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ گے۔
اے نبیوں کی جماعت! یہ بھی سن لو!
میں تم میں سے کسی کو پوری دنیا کا نبی بھی نہیں بناؤں گا۔
سنو! اے آدمؑ سنو! تم اپنی بستی کے نبی ہو گے۔
اے نوحؑ! تم بھی اپنی بستی کے نبی ہو گے۔
اے ابراہیمؑ! تم عرب کے نبی ہو گے۔
اے موسیٰؑ! تم بنی اسرائیل کے نبی ہو گے۔
اے عیسیٰؑ! تم فلسطین کے علاقے کے نبی ہو گے۔
مگر یہ بات یاد رکھو! تم سب کے بعد، جو میرا آخری نبی ہوگا،
فرش کا بھی، نبی ہوگا،
عرش کا بھی، نبی ہوگا،
وہ زمین کا بھی، نبی ہوگا،
وہ آسمانوں کا بھی، نبی ہوگا،
وہ انسانوں کا بھی، نبی ہوگا،
وہ جناتوں کا بھی، نبی ہوگا،
وہ فرشتوں کا بھی، نبی ہوگا،
وہ حور و غلمان کا بھی، نبی ہوگا،
وہ چاند و سورج کا بھی، نبی ہوگا،
وہ پہاڑوں، اور دریاؤں کا بھی، نبی ہوگا،

وہ خشکی وتری کا بھی، نبی ہوگا،

وہ نباتات و جمادات کا بھی، نبی ہوگا،

وہ حیوانات کا بھی، نبی ہوگا،

وہ شجر وحجر کا بھی، نبی ہوگا،

وہ مشرق کا بھی، نبی ہوگا،

وہ مغرب کا بھی، نبی ہوگا،

وہ شمال کا بھی، نبی ہوگا،

وہ جنوب کا بھی، نبی ہوگا،

وہ عرب کا بھی، نبی ہوگا،

وہ عجم کا بھی، نبی ہوگا،

وہ براعظم کا بھی، نبی ہوگا،

وہ برصغیر کا بھی، نبی ہوگا،

وہ اپنے سے پہلے لوگوں کا بھی، نبی ہوگا،

وہ اپنے سے بعد والوں کا بھی، نبی ہوگا،

وہ ازل سے لے کر ابد تک کے تمام لوگوں کا بھی نبی ہوگا،

وہ تمام نبیوں کا بھی نبی ہوگا،

بلکہ وہ میرے بعد کل کائنات کا بھی نبی ہوگا۔

قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ. اے نبیو! کیا تم اس بات کا قرار کرتے ہو؟ کہ

میرا محمد، تمہارا نبی ہے، اور کل کائنات کا بھی نبی ہے، تمام نبیوں کی روحوں نے بیک زبان کہا:

قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا. کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بھی نبی ہیں اور کل کائنات کے بھی نبی ہیں۔

آیئے! ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کا اندازہ، اس بات سے بھی کراتے ہیں کہ

جب حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا، تو اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام سے فرمایا: کہ میں تو دنیا سے جارہا ہوں۔

لیکن میں تمھیں ایک وصیت کر رہا ہوں، کہ جب بھی تمھیں کسی چیز کی ضرورت پڑے تو خدا ہی سے مانگنا۔

اگر خدانخواستہ تمہاری دعا قبول نہ ہوئی، تو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھ لیا کرنا۔

اس کے صدقہ میں خدا تعالیٰ تمہاری دعا قبول کر لے گا۔

تو حضرت شیث علیہ السلام نے عرض کیا:

ابا جان! یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ہیں؟ جن کا نام میں نے آج تک نہیں سنا۔

تو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: اے بیٹے! تو نے ان کا نام آج سنا ہے۔

میں جنت سے ہو کر آرہا ہوں،

میں نے آسمانِ دنیا کا بھی سیر کیا۔

مجھے کوئی ایسی جگہ نہیں ملی، جہاں نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلوے نہ نظر آئے ہوں۔

اے بیٹے! لوحِ محفوظ پہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام،

عرش پہ، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام،

عرش کے ستونوں پر، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام،

کرسی پہ، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام،

کرسی کے کونوں پر، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام،

فرشتوں کے جبینوں پر، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام،

جنت کے دروازوں پر، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام،

جنت کے محلات پر، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام،

محلات کے گنبدوں پر، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام،

جنت کے حوروں کے پلکوں پر، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام،

جنت کے باغات پر، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام،

باغات کے ہر درخت پر، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام،

ہر درخت کی ہر ٹہنی پر، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام،

درخت کے ہر پتی پر، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام،

جنت کے پھلوں پر، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام،

پھولوں کی ہر پتی پہ، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام۔

اے بیٹے! جدھر جدھر نظر اٹھتی تھی، ہر طرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلوے نظر آتے تھے۔

اسی لیے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شعر میں فرمایا۔

کتابِ فطرت کے سرِ ورق پر جو نامِ احمد رقم نہ ہوتا
یہ نقشِ ہستی ابھر نہ سکتی وجودِ لوح وقلم نہ ہوتا
یہ محفلِ کون ومکاں نہ ہوتی جو شاہِ امم نہ ہوتا
یہ زمیں نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ
وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ
سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ
وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

زیارت رسول مقبول ﷺ نصیب ہو

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴿۵۶﴾ (سورۃ الاحزاب: آیت ۵۶)

[ترجمہ] بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر، اے ایمان والو! تم بھی آپ (ﷺ) پر رحمت بھیجا کرو، اور خوب سلام بھیجا کرو۔

[فائدہ] جو شخص حضور ﷺ سے ہم کلام ہونے کا یا ان کی زیارت کا خواہش مند ہو وہ رات کو سوتے وقت اس آیت کی تسبیح پڑھے۔ ان شاء اللہ جلد ہی خواہش پوری ہوگی، اور زیارت نصیب ہوگی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❖❖❖

❖ موت اور روزی انسان کو ایسے تلاش کرتی ہے جیسے پولیس ملزم کو تلاش کرتی ہے۔

❖ موت وہ تیر ہے جو اپنے نشانہ پر لگنے کے لیے کمان سے نکل پڑی ہے۔

❖ جب موت سے پہلے، موت کا مقام سمجھ میں آجائے، تو موت کے بعد، ملنے والے انعام موت سے پہلے ہی، ملنا شروع ہو جاتے ہیں۔

❖ جب تمھیں خوشی ملے تو تین چیزیں کبھی نہ بھولو: اللہ کو، اپنی اوقات کو، اور اپنی موت کو۔

❖ پیسہ انسان کو اوپر لے جاتا ہے، مگر انسان کو پیسہ اوپر نہیں لے جاسکتا۔

❖❖❖

ھو

آخر ہم موت سے اتنے غافل کیوں؟

ان الحمدللہ! الحمدللہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ولا نظیر لہٗ ولا وزیر لہٗ ولا مشیر لہٗ ولا معین لہٗ وصل علیٰ سید الرسل و خاتم الانبیاء المبعوث الیٰ کافۃ للناس بشیراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً۔ امابعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ، وَاِنْ تُصِبْھُمْ حَسَنَۃٌ یَّقُوْلُوْا ھٰذِہٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ، وَاِنْ تُصِبْھُمْ سَیِّئَۃٌ یَّقُوْلُوْا ھٰذِہٖ مِنْ عِنْدِکَ، قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ، فَمَالِ ھٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا یَکَادُوْنَ یَفْقَھُوْنَ حَدِیْثًا ○

وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اِنَّ الدُّنْیَا خُلِقَتْ لَکُمْ وَاِنَّکُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَۃِ اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ○

خواب غفلت میں سوئے ہوئے مومنو!
عیش و عشرت بڑھانے سے کیا فائدہ!
آنکھیں کھولو! یاد رب کو کرو!
عمر یوں گنوانے سے کیا فائدہ!
اپنے رب کو جوانی میں بھولا ہے تو!
اور طاقت کے بوتے پھولا ہے تو!

روح کو صاف کر! نیک اعمال کر!

جسم ظاہر بنانے سے کیا فائدہ

مکرم و محترم سامعین و معزز حاضرین!

آج میں آپ حضرات کے سامنے۔۔

ایک ایسا موضوع،

ایک ایسا عنوان،

ایک ایسا مسئلہ،

اور ایک ایسا نظریہ، بیان کرنے کی کوشش کروں گا، جو اختلاف سے بالاتر ہے۔

میرے دوستو! دنیا میں ہر مسئلے،

ہر نظریئے،

اور ہر فلسفے پر اختلاف موجود ہے۔

مگر دنیا کے کسی خطے،

کسی فلسفے،

اور کسی نظریئے، میں اس بات پر کوئی اختلاف نہیں۔

دنیا کا کوئی بھی شخص،

دنیا کی کوئی بھی قوم،

دنیا کا کوئی بھی گروہ،

دنیا کا کوئی بھی ملک،

اور دنیا کی کوئی بھی حکومت و سلطنت، اس بات کا انکار کرنے والی نہیں۔

آپ کو دنیا میں ایسے لوگ بھی مل جائیں گے، جو خدائے واحد کا انکار کرتے ہیں۔

آپ کو دنیا میں ایسے لوگ بھی مل جائیں گے، جو آسمانی کتابوں کا انکار کرتے ہیں۔

آپ کو دنیا میں ایسے لوگ بھی مل جائیں گے، جو انبیاء کرام علیہم السلام کا انکار کرتے ہیں۔
آپ کو دنیا میں ایسے لوگ بھی بے شمار مل جائیں گے، جو جزا اور سزا کا انکار کرتے ہیں۔
آپ کو دنیا میں ایسے لوگ بھی مل جائیں گے، جو قبر وحشر اور جنت و دوزخ کا انکار کرتے ہیں۔
مگر آپ کو دنیا میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ملے گا، جو اس چیز کا انکار کرتا ہو۔
وہ چیز کیا ہے؟ وہ ہے موت!
آپ کو دنیا میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ملے گا، جو موت کا انکار کرتا ہو۔
موت کا کوئی شخص انکار کر ہی نہیں سکتا۔
کیوں کہ موت، ایک بدیہی حقیقت ہے۔
موت، ایک اٹل حقیقت ہے۔
موت، ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔
موت، ایک نہ بدلنے والا فیصلہ ہے۔
جس کا مشاہدہ ہر انسان،
اپنی آنکھوں سے،
دن رات،
اپنے گاؤں،
اپنے محلوں اور اپنی گلی کوچوں میں کرتا رہتا ہے، اس روئے زمین پر رہنے والے۔۔۔
ہر شخص،
ہر قوم،
ہر گروہ،
کو اس بات پر یقین ہے، کہ ایک نہ ایک دن اس عمر ناپائیدار کو ختم ہونا ہے۔
ہر شخص کو اس بات پر یقین ہے، کہ ایک دن موت آئے گی، اور زندگی کے تمام منصوبوں کو خاک میں

ملا کر رکھ دے گی۔

ہر شخص کو اس بات پر یقین ہے، کہ جب موت آئے گی تو، ہم سے اجازت لے کر نہیں آئے گی۔

ہر شخص کو اس بات پر یقین ہے، کہ جس وقت موت کے آنے کا وقت آ گیا، وہ آ جائے گی۔

نہ تو اسے بادشاہوں کے قلعے روک سکتے ہیں، اور نہ ہی بلند و بالا عمارتیں اور دیواریں اس کی راہ میں حائل ہو سکتی ہیں۔

ہر شخص کو اس بات پر یقین ہے، کہ موت نہ تو فرعون جیسے متکبر کو، چھوڑتی ہے اور نہ ہی موسیٰ علیہ السلام جیسے کلیم اللہ کو چھوڑتی ہے۔

ہر شخص کو یقین ہے، کہ موت نہ تو نمرود جیسے مردود کو، بخشتی ہے اور نہ ہی ابراہیم علیہ السلام جیسے خلیل اللہ کو بخشتی ہے۔

ہر شخص کو یقین ہے، کہ موت کی نظر میں، افلاطون، ارسطو اور لقمان علیہ السلام، جیسے بڑے بڑے حکیم، اور ابوجہل و ابولہب جیسے بڑے بڑے نادان برابر ہیں۔

ہر شخص کو یقین ہے کہ موت سے نہ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ محفوظ رہ سکے، اور نہ ہی کائنات کے سردار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محفوظ رہ سکے۔

ہر شخص کو یقین ہے، کہ نبی ہے تو موت آئے گی۔

ولی ہے، تو موت آئے گی۔

قطب و ابدال ہے، تو موت آئے گی۔

عالم ہے، تو موت آئے گی۔

جاہل ہے، تو موت آئے گی۔

ہر شخص کو یقین ہے، کہ بادشاہ ہے، تو موت آئے گی۔

فقیر ہے، تو موت آئے گی۔

امیر ہے، تو موت آئے گی۔

غریب ہے، تو موت آئے گی۔

ہر شخص کو یقین ہے، کہ عاقل ہے تو موت آئے گی۔

پاگل ہے، تو موت آئے گی۔

ہر شخص کو اس بات کا یقین ہے، کہ قوی و طاقتور ہے، تو موت آئے گی۔

ضعیف و ناتواں ہے، تو موت آئے گی۔

ہر شخص کو یقین ہے، کہ مرد ہے، تو موت آئے گی۔

عورت ہے، تو موت آئے گی۔

بچہ ہے، تو موت آئے گی۔

بوڑھا ہے، تو موت آئے گی۔

ہر شخص کو اس بات پر یقین ہے، کہ محلوں میں زندگی گزارنے والا ہے، تو اسے بھی موت آئے گی۔

گھاس، پھونس کی جھونپڑی میں، رہنے والا ہے، تو اس کو بھی موت آ گی۔

ہر شخص کو موت آئے گی۔

دنیا کا کوئی بھی شخص اور دنیا کا کوئی بھی جاندار، موت سے بچنے والا نہیں ہے۔

مسند ابو یعلی کی ایک حدیث میں آتا ہے:

کل قیامت کے دن جب تمام مخلوق مرجائے گی، اور اللہ رب العزت کے سوا کوئی باقی نہیں رہے گا، اللہ رب العزت جیسے ازل میں تھے، ویسے ہی ابد میں رہیں گے، کل قیامت کے دن زمین و آسمان کو کتاب کی طرح لپیٹ لیا جائے گا، اس کے بعد اللہ رب العزت زمین و آسمان کو تین مرتبہ پھیلائیں گے اور پھر تین مرتبہ لپیٹیں گے، اور خود ہی اعلان کریں گے کہ "میں ہوں زبردست و غالب"، "میں ہوں پوری کائنات کا مالک"، پھر خود ہی یہ اعلان فرمائیں گے: "لمن الملك اليوم"

بتاؤ! آج کس کی حکومت ہے؟ مگر اس سوال کا کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا۔

ہر طرف، سکوت ہی سکوت ہوگا۔

ہر طرف، خاموشی ہی خاموشی ہوگی۔

جس انسان کو، اپنے مال و دولت پر بڑا ناز تھا۔

جس انسان کو، اپنے کاروبار پر بڑا ناز تھا۔

جس انسان کو، اپنی حکومت و سلطنت پر بڑا ناز تھا۔

جس انسان کو، اپنی فیکٹری، اپنی کارخانے اور کوٹھیوں پر بڑا ناز تھا۔

جس انسان کو، اپنی قابلیت اور صلاحیت پر بڑا ناز تھا۔

جس انسان کو، اپنی طاقت پر بڑا غرور تھا۔

جس انسان کو، اپنے حسن و جمال پر بڑا ناز تھا۔

آج وہ، بوسیدہ، گلی سڑی ہڈیوں کے ڈھانچے کی صورت میں پڑا ہوگا۔ وہ انسان جس کی زبان ٹرٹر بولتی تھی، آج جواب دینے کے قابل نہ ہوگی۔

وہ انسان، جو بہت بڑی بڑی بول بولتا تھا، جو ہر چیز میں اپنا حق جتلاتا تھا، جو میری میری کہتے نہیں تھکتا تھا۔

وہ انسان، جس کا یہ خیال تھا، کہ اس کی حکومت اس کی سلطنت اور اس کا اقتدار لافانی ہے۔

قیامت کے دن اس پر ہیبت طاری ہوگی، اعلان کے جواب میں کوئی کچھ نہ کہہ سکے گا، فضائے عالم میں یہ اعلان بار بار گونجے گا:

اُو، زمین پر خدا بن کر بیٹھنے والو!

اُو، فرعون اور نمرود کے نقش قدم پر چلنے والو!

اُو، کمزوروں کو مشق ستم بنانے والو!

اُو، یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں کا مال ہڑپ کرنے والو!

اُو، رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے بغاوت کرنے والو!

آج بولتے کیوں نہیں؟

آج خاموش کیوں ہو؟

آج جواب کیوں نہیں دیتے؟

"لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ"؟ بولو! آج کس کی حکومت ہے؟

تمہاری یا ہماری؟

خدا کی یا بتوں کی؟

خالق کی یا مخلوق کی؟

مالک کی یا مملوک کی؟

رازق کی یا مرزوق کی؟

یہ اعلان تین مرتبہ ہوگا، زمین و آسمان تھرا رہے ہوں گے، مگر اس اعلان کا کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ خود ہی فرمائے گا، "لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" اس اکیلے اللہ کی حکومت ہے، جو زبردست وغالب ہے،

حقیقی بادشاہ ہے تو وہی ہے،

حقیقی مالک ہے تو وہی ہے،

حقیقی خالق ہے تو وہی ہے۔

لَا خَالِقَ اِلَّا اللّٰهُ،

لَا رَازِقَ اِلَّا اللّٰهُ،

لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ،

لَا مَسْجُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ،

لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ،

لَا مَطْلُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔

حقیقی خالق ہے، تو وہی ہے،

حقیقی رازق ہے، تو وہی ہے،

حقیقی مالک ہے، تو وہی ہے،

باقی سب حکومتیں اور طاقتیں فانی ہیں۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ موت ایک اٹل حقیقت ہے، موت ہر کسی کو آئے گی۔

مگر افسوس ہے کہ:

آج ہم دنیا کی ملمع سازیوں سے فریب کھا کر، موت کو بھول گئے۔

آج ہم دنیا کی رنگینیوں میں پڑ کر، موت کو بھول گئے۔

آج ہم دنیا کی چمک دمک، زرق برق اور لق ودق کو دیکھ کر، موت کو بھول گئے۔

آج ہم دنیا کی دولت میں پڑ کر، موت کو بھول گئے۔

لیکن یاد رکھو! ہم تو موت کو بھول گئے، لیکن موت ہم کو نہیں بھولی، موت تو ہر وقت یہ اعلان کرتی ہے: کہ مجھے بھول جانے والو! اَنَا الْمَوْتُ، اَنَا الْمَوْتُ۔

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُفَرِّقُ بَیْنَ الْبَنَاتِ وَ الْاُمَّهَاتِ۔

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُفَرِّقُ بَیْنَ الْاَخِ وَ الْاَخَوَاتِ۔

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُفَرِّقُ بَیْنَ الزَّوْجِ وَ الزَّوْجَاتِ۔

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُفَرِّقُ بَیْنَ کُلِّ حَبِیْبٍ،

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُخَرِّبُ الدِّیَارَ وَ الْقُصُوْرَ۔

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُعَمِّرُ الْقُبُوْرَ۔

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اَطْلُبُکُمْ وَ اُدْرِکُکُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ۔ وَ لَا یَبْقٰی مَخْلُوْقٌ اِلَّا یَذُوْقُنِیْ۔

مجھے بھول جانے والو! میں موت ہوں، میں موت ہوں۔

میں وہ موت ہوں، جو ماؤں اور بیٹیوں کے درمیان جدائی ڈالتی ہوں۔

میں وہ موت ہوں، جو بھائیوں اور بہنوں کے درمیان جدائی ڈالتی ہوں۔

میں وہ موت ہوں، جو دوستوں اور محبوں کے درمیان جدائی ڈالتی ہوں۔

میں وہ موت ہوں، جو گھروں اور محلوں کو برباد کرتی ہوں۔

میں وہ موت ہوں، جو قبروں کو آباد کرتی ہوں۔

میں وہ موت ہوں، جو تم کو ڈھونڈتی ہوں اور پالیتی ہوں، چاہے تم مضبوط قلعے میں کیوں نہ ہو

"وَلَا يَبْقَىٰ مَخْلُوقٌ إِلَّا يَذُوقُنِي"

اور مخلوق میں کوئی ایسا باقی نہیں رہے، جو میرا مزہ نہ چکھ لے۔

میرے دوستو! یہ موت اعلان کرتی ہے اور موت صرف اعلان ہی نہیں کرتی، بلکہ موت وارننگ بھی دیتی ہے۔

پڑھنے لکھنے والے جانتے ہیں، کہ امتحان قریب آتے ہیں، تو اساتذہ طلباء کو محنت کی تلقین کرتے ہیں۔

جب مریض ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے، تو ڈاکٹر مریض کو پرہیز کی تلقین کرتا ہے۔

جب افسر اپنے عملے کو احکامات صادر کرتا ہے، تو ان کی تعمیل کے لیے انھیں تاکید کرتا ہے۔

لیکن جب یہ تمام طبقے سستی اور غفلت برتنے لگتے ہیں تو۔۔۔

اساتذہ طلباء کو،

ڈاکٹر مریض کو،

اور افسر اپنے ماتحت کو وارننگ دیتا ہے کہ:

تمہاری غفلت کی،

تمہاری بد پرہیزی کی،

تمہاری سستی کی،

برابر شکایتیں مل رہی ہیں،

تمہیں خبردار کیا جاتا ہے، کہ سنبھل جاؤ! ورنہ نتائج بہت خطرناک ہوں گے۔

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی، نظام کائنات میں بندوں کے لیے طرح طرح کی وارننگ کے اشارے اور کنایئے بھی دے رکھے ہیں، جس سے دنیا کی بے ثباتی کا احساس ہوتا ہے۔

ایک بستی سیلاب کی زد میں آکر، صفحۂ ہستی سے مٹ گئی، دیکھنے والوں کے لیے وارننگ ہے کہ تمہارا بھی یہی حشر ہوسکتا ہے، خیال رکھنا!

زلزلے سے ہزاروں انسان، زمین کے اندر دھنس گئے، پیوند زمین ہوگئے، دیکھنے والوں کے لیے وارننگ ہے کہ تمہارا بھی حشر یہی ہوسکتا ہے، خیال رکھنا!

ایک ہوائی حادثے میں، بڑے بڑے وزیر، کرنل، جرنل، آناً فاناً دنیا سے رخصت ہوگئے، ان کے جسم کا کوئی بھی حصہ نہ مل سکا، دیکھنے والوں کے لیے وارننگ ہے کہ تمہارا بھی حشر یہی ہوسکتا ہے، خیال رکھنا!

ایک ریلوے حادثے میں سینکڑوں انسان موت کے منہ میں آگئے، دیکھنے والوں کے لیے وارننگ ہے کہ تمہارا بھی حشر یہی ہوسکتا ہے، خیال رکھنا!

گھر سے ہنستے کھیلتے خوشی کے شادیانے بجاتی ہوئی ایک بارات روانہ ہوتی ہے، مگر موت نے راستہ میں ہی آپکڑا، والدین کے گھر کہرام مچ گیا، سسرال والوں کے یہاں کہرام مچ گیا۔

کیا ہوا؟ ایکسڈنٹ ہوگیا اور بارات کے اہم اہم لوگ لقمۂ اجل بن گئے۔ "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" سیکھنے والوں کے لیے وارننگ ہے کہ تمہارا بھی حشر یہی ہوسکتا ہے، خیال رکھنا!

میرے دوستو! یہ قدرت کی طرف سے تنبیہات ہیں۔

ہمیں بتایا گیا ہے،

ہمیں سمجھایا گیا ہے،

ہمیں وارننگ دی گئی ہے کہ اے لوگو! موت کی تیاری کرلو، ایک دن تمہیں بھی اس دار فانی کو چھوڑ کر اس دار باقی میں جانا ہے۔

میرے عزیزو! موت تو بہر حال آئے گی ہی، لیکن جس چیز نے ہم کو موت سے غافل کر رکھا ہے، وہ ہے دنیا کی اندھا دھن محبت اور لمبی لمبی آرزوئیں۔

میرے دوستو! دنیا کا کمانا یا مالدار ہونا، کوئی بری بات نہیں ہے، بلکہ کسب حلال، حلال روزی پر بڑی بڑی بشارتیں ہیں، حلال روزی کمانے والے تو کل قیامت کے دن صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوں گے،

مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان دنیا کمانے میں،

اتنا مست ہو جائے،

اتنا مست ہو جائے،

کہ اسے یہ بھی یاد نہ رہے کہ:

میں مسلمان ہوں، میرے اوپر کچھ ذمہ داریاں ڈالی گئیں ہیں۔

میرا خالق و مالک ایک ہے، جو میرے ہر ہر عمل کو دیکھ رہا ہے۔

میری موت کا ایک وقت متعین ہے، جس میں ایک سیکنڈ کے لیے تقدیم و تاخیر نہیں ہوگی۔

آج انسان یہ بھول گیا ہے کہ ایک دن مجھے قبر میں جانا ہے، جو وحشت اور تنہائی کا گھر ہے۔

مجھے منکر نکیر کے سوالوں کا سامنا بھی کرنا ہوگا۔

مجھے میدان حشر کے کٹھن مرحلے سے بھی گزرنا ہے۔

مجھ سے زندگی کے ایک ایک لمحے کے بارے میں سوال کیا جائے گا، کہ اپنے اوقات کو کہاں کہاں اور کن کن چیزوں میں گزارا؟

اپنی جوانی کہاں گنوائی؟

اپنی تندرستی کہاں کھپائی؟

آج انسان یہ بھول گیا کہ اگر میں نماز نہیں پڑھوں گا تو قبر میرے لیے جہنم کا دھکتا ہوا ایک ٹکڑا ہوگی۔

انسان یہ بھول گیا کہ اگر میں نماز نہیں پڑھوں گا، تو میرا دنیوی نقصان یہ ہوگا کہ میرے مال میں سے برکت اٹھالی جائے گی، میری زندگی میں برکت نہیں ہوگی، نیک لوگوں کی دعاؤں میں میرا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

اگر میں نماز نہیں پڑھوں گا، تو میری موت ذلت سے آئے گی، سخت بھوک اور پیاس کی حالت میں آئے گی۔

اگر میں نماز نہیں پڑھوں گا، تو میری قبر، اتنی تنگ کردی جائے گی، اتنی تنگ کردی جائے گی کہ ایک پسلیاں دوسری پسلیوں میں گھس جائیں گی۔

آج انسان یہ بھول گیا، کہ اگر میں نماز نہیں پڑھوں گا، تو قبر میں مجھ پر ایک خطرناک گنجا سانپ مسلط کردیا جائے گا۔

انسان یہ بھول گیا، کہ اگر میں زکوٰۃ ادا نہیں کروں گا، تو میرا مال اژدھے کی شکل میں میرے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔

آج انسان یہ بھول گیا، کہ اگر میں یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں کا مال ہڑپ کروں گا، تو کل قیامت کے دن میرے منہ میں آگ کے پتھر ٹھونسے جائیں گے۔

آج انسان یہ بھول گیا، کہ اگر میں کسی کی زمین دبالوں گا، تو میرے گلے میں زمین کا طوق ڈال دیا جائے گا۔

اگر میں زنا کروں گا، تو سانپ اور بچھو میرے اوپر مسلط کردیئے جائیں گے۔

اے دنیا پر فریفتہ ہونے والے انسان! تمہارا دنیا میں آنا کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔

تمہارے جیسے بے شمار لوگ کل تک اس فانی دنیا میں آئے، جو اکڑ اکڑ کر چلتے تھے۔

آج وہ اندھیری کوٹھری میں پڑے، اپنی زندگی کا حساب دے رہے ہیں۔

کل تک مارے گھمنڈ کے جن کے سر کبھی نیچے نہیں ہوتے تھے،

آج ان کی کھوپڑیاں پیروں کی ٹھوکریں بنی ہوئی ہیں۔

کل تک وہ جدھر سے گزرتے تھے، فضا معطر ہو جاتی تھی،
آج ان کی نعشوں سے بدبو اٹھ رہی ہے۔
کل تک ان کے جسم پر حریر اور کم خواب کا لباس ہوتا تھا،
آج وہ بوسیدہ چیتھڑوں میں پڑے ہوئے ہیں۔
کل تک انھیں مال و دولت اور بیوی بچوں پر بڑا ناز تھا، لیکن
آج قبر میں ان میں سے کوئی کام نہ آیا۔
اے موت سے غافل انسان!
ذرا دیکھ! کہاں ہیں، وہ لوگ، جن کے، خوبصورت چہرے سورج کی طرح چمکتے دمکتے تھے؟
کہاں ہیں، وہ لوگ، جن کے، حسن کی بتوں کی طرح پرستش اور پوجا کی جاتی تھی۔
کہاں ہیں، وہ لوگ، جن کی، جوانی اور تندرستی پر لوگ رشک کرتے تھے؟
کہاں ہیں، وہ لوگ، جن کو، جنگ کے میدانوں میں غلبہ حاصل ہوتا تھا؟
کہاں ہیں، وہ بادشاہ، جن کی، قلعوں اور فصیلوں کے ذریعے حفاظت کی جاتی تھی؟
جنھوں نے بڑے بڑے شہروں کو آباد کیا،
حقیقت میں آج ان کو موت نے برباد کر کے رکھ دیا،
بالآخر آج وہ قبر کے اندھیرے میں پڑے،
ہائے آگ! ہائے آگ!
ہمیں بچاؤ، ہمیں بچاؤ کی فریادیں کر رہے ہیں۔
اے اللہ کے بندو! تم رات دن کی گزرگاہ ہو،
تمہاری زندگی کم ہوتی جارہی ہے۔
تمہاری اعمال ریکارڈر کھے جارہے ہیں۔
اور موت اچانک آنے والی ہے۔

اس لیے خدارا! اب آخرت کی تیاری کرلو۔

ہوسکتا ہے، اس سال یا اس مہینہ یا اس ہفتہ مرنے والوں میں تمہارا بھی نام ہو۔

ہوسکتا ہے، تمہاری زندگی کے دن پورے ہو چکے ہوں۔

ہوسکتا ہے، تمہارے سینہ میں اترنے والی گولی بازار میں آچکی ہو۔

ہوسکتا ہے، کہ جس گاڑی میں تمہاری موت آنی ہے، اس کا ایکسیڈنٹ عنقریب ہو۔

ہوسکتا ہے، تمہارے کفن کا کپڑا کلاتھ ہاؤس پر، بزّاز کی دکان پر آچکا ہو۔

ہوسکتا ہے، کہ موت دھیرے دھیرے تمہاری دہلیز تک آپہنچی ہو، اور تمہاری مستی، تمہاری غفلت و سستی پر قہقہے لگا رہی ہو۔

اے اللہ کے بندو! اس دن اور اس وقت سے پہلے ہوشیار ہو جاؤ، جب لوگوں میں یہ شور ہو جائے کہ فلاں شخص بیمار ہو گیا ہے، مایوسی کی حالت ہے، کوئی اچھا حکیم بتاؤ! کسی اچھے ڈاکٹر کو بلاؤ۔

پھر تمہارے لیے ڈاکٹر اور حکیم بار بار بلائے جائیں، لیکن ان میں سے کوئی بھی تمہیں زندگی کی امید نہ دلا سکے، پھر لوگوں میں یہ آواز آنے لگے کہ:

اب تو اس نے وصیتیں شروع کر دیں۔

اب تو اس کی زبان بھی بھاری ہو گئی۔

اب تو اس کی آواز بھی اچھی طرح نہیں نکلتی۔

اب تو وہ کسی کو پہچانتا بھی نہیں۔

لمبی لمبی سانس بھی آنے لگی۔

کراہ بھی بڑھ گئی۔

پلکیں بھی جھک گئیں۔

میرے بھائیو! اس وقت تمہیں آخرت کے احوال محسوس ہونے لگیں گے۔

لیکن اب تو زبان بھی تتلائے گی، اب تو وہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتا، اب تو وہ ایک مرتبہ "سبحان اللہ"

اور "الحمد للہ" بھی نہیں کہہ سکتا، بھائی، بہن، رشتہ دار کھڑے رو رہے ہیں۔

کبھی بیٹا سامنے آتا ہے۔

کبھی بیٹی سامنے آتی ہے۔

کبھی بیوی سامنے آتی ہے۔

کبھی چھوٹی بچی ہاتھ پکڑ کر روتے ہوئے کہہ رہی ہے، ابو جان! ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟

مگر زبان کچھ نہیں بولتی، اب تو وہ اپنی بچی کو تسلی بھی نہیں دے سکتا،

اتنے میں بدن کے اجزاء سے روح کا نکلنا شروع ہو جاتا ہے، آخر وہ تو نکل کر آسمان کی طرف چلی جاتی ہے، منہ اور آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔

عزیز و اقارب، جلدی جلدی دفنانے کی تیاری شروع کر دیتے ہیں،

عیادت کرنے والے، رو دھو کر چپ ہو جاتے ہیں،

دشمن خوشیاں منانے لگتے ہیں، عزیز رشتہ دار مال بانٹنے میں لگ جاتے ہیں اور مرنے والا اپنے اعمال میں پھنس جاتا ہے۔

اے اللہ کے بندو! دنیا سے جانے والوں سے عبرت حاصل کرو کہ وہ اپنے اپنے کارنامے، سچے مالک کے سامنے لے کر جا رہے ہیں، ایک دن تمھیں بھی جانا ہے، اکیلا اور تنہا جانا ہے۔

وہاں نہ تو، تمہارا مال کام آئے گا۔

وہاں نہ تو، تمہاری فیکٹریاں اور کارخانے کام آئیں گے۔

وہاں نہ تو، دوست واحباب اور عزیز و اقارب کام آئیں گے، اور نہ ہی اولاد اور بیوی بچے کام آئیں گے۔

وہاں نہ تو، تمہاری ذکاوت و ذہانت اور چالاکی کام آئے گی، نہ تو تمہارا عہدہ و منصب کام آئے گا۔

وہاں تو صرف اور صرف اعمال کا کھرا سکہ چلے گا۔

میرے ساتھیو! جب ہمیں اس بات پر یقین ہے کہ ایک دن ہمیں موت آئے گی، اور لوگ

ہمیں غسل دے کر، اس جگہ ڈال آئیں گے، جو جگہ روزانہ یہ اعلان کرتی ہے کہ:

اے آدم کی اولاد! اے آدم کے بیٹو!

میں بیگانگی کا گھر ہوں۔!

میں کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں۔!

میں ظلمت وتاریکی کا گھر ہوں۔!

میں سانپ اور بچھوؤں کا گھر ہوں۔!

جب کوئی بدکار، جب کوئی بدکردار اس جگہ رکھا جاتا ہے، تو وہ کہتی ہے:

تیرا آنا نا مبارک ہو، برا کیا جو تو آیا، جتنے لوگ زمین پر چلتے تھے، ان میں سب سے زیادہ مجھے تجھ ہی سے نفرت تھی، آج جب تو میرے حوالہ ہوا ہے تو تو میرے برتاؤ کو بھی دیکھے گا،

اس کے بعد وہ اس کو اس طرح دباتی ہے کہ ایک پسلیاں دوسری پسلیوں میں گھس جاتی ہیں۔ اور ستر اژدھے اس پر ایسے مسلط ہو جاتے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی زمین پر پھونک مار دے تو اس کے اثر سے زمین پر قیامت تک گھاس نہ اُگے۔

میرے ساتھیو! جب ہمیں اس بات پر یقین ہے کہ ہمارے اوپر ایک دن وہ بھی آنے والا ہے، جس کے بارے میں قرآن نے کہا:

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝٣٤ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِيْهِ ۝٣٥ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْهِ ۝٣٦ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۝٣٧ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝٣٨ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝٣٩ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝٤٠ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝٤١ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝٤٢

اے انسان! تیرے اوپر ایک دن وہ بھی آنے والا ہے، کہ جس دن نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔

ہر انسان، پریشانیوں کی وجہ سے عرق آلود ہوگا۔

ہر انسان، سخت بھوک، سخت پیاس اور خوف سے بے حال ہوگا۔

جس دن، بھائی بھائی کو نہیں پہچانے گا۔

جس دن، باپ بیٹے سے راہ فرار اختیار کرے گا۔

جس دن، ماں اپنے بچے کو دیکھ کر دور بھاگے گی۔

جس دن، بیوی شوہر سے اور شوہر بیوی سے نفرت کرے گا۔

جس دن، جگری دوست آنکھ چرا کر نکل جائیں گے۔

جس دن، صرف ایک نیکی کے لیے بیٹا، اپنے باپ کے پاس جائے گا، اور کہے گا:

ابا جان! آپ دنیا میں میرے اوپر اپنی جان نچھاور کرتے تھے۔ میں ذرا بیمار ہو جاتا تو آپ راتوں رات جاگتے تھے۔

خود نہیں سوتے تھے، مجھے سلاتے تھے۔

خود نہیں کھاتے تھے، مجھے کھلاتے تھے۔

میرے لیے آپ اپنا آرام وراحت چھوڑ دیتے تھے۔

ابا جان! آج میں مشکل میں گرفتار ہوں، اور وہ بھی کوئی زیادہ نہیں، صرف ایک نیکی کی بات ہے۔

ابا جان! مجھے ایک نیکی دے دیجیے، تا کہ میری بھنور میں پھنسی ہوئی کشتی پار لگ جائے، تو دنیا میں بیٹے پر جان نچھاور کرنے والا باپ بھی، ایک نیکی دینے سے انکار کر دے گا، اور کہے گا کہ جا! مجھے خود اپنے لالے پڑے ہیں،

بیوی شوہر کے پاس جائے گی، اور کہے گی کہ دنیا میں آپ کی ساری محبت میرے اوپر قربان رہا کرتی تھی، میرے ایک اشارے پر آپ آسمان سے تارے توڑ لایا کرتے تھے، آج کچھ زیادہ نہیں میں صرف آپ سے ایک نیک چاہتی ہوں، ایسی بیوی کو بھی شوہر ایک نیکی دینے سے انکار کر دے گا، گویا اس دن تمام دنیاوی رشتے کچے دھاگے کی طرح ٹوٹ پھوٹ جائیں گے، اگر وہاں کوئی کام آئے گا تو ہمارا اعمال کام آئے گا، ہمارے اعمال کا گھر اس کے کام آئے گا۔

میرے بھائیو! جب ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ اگر ہمارے اعمال اچھے نہیں ہوں گے تو ہمیں وہ سانپ اپنے منہ میں جہنم میں لے کر چلا جائے گا، جس کا نام ''جریس'' ہے، جو اتنا بڑا ہوگا کہ اس

کا سر ساتویں آسمان پر ہوگا اور اُس کی دم ساتویں زمین کے نیچے ہوگی۔

جبرئیل علیہ السلام اس سے پوچھیں گے کہ: اے جریس! تو دوزخ سے باہر کیوں آ گیا؟ تو وہ کہے گا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے پانچ قسم کے آدمیوں کو لینے آیا ہوں:

۱) نماز نہ پڑھنے والے کو۔

۲) زکوٰۃ نہ دینے والے کو۔

۳) سود لینے والے کو۔

۴) شراب پینے والے کو۔

۵) مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے والے کو۔

جب ہمیں اس بات پر یقین ہے، کہ اگر ہمارے اعمال اچھے نہیں ہوں گے تو ہمیں اس آگ میں جلایا جائے گا، جس کو ہزار برس تک دھونکا گیا تو اس کا رنگ سرخ ہو گیا۔

پھر ہزار برس تک دھونکا گیا، تو اس کا رنگ سفید ہو گیا۔

پھر ہزار برس تک دھونکا گیا، تو اس کا رنگ سیاہ ہو گیا۔

جس آگ کی سب سے ہلکی آنچ یہ ہوگی، کہ جب دوزخی کو اس آگ کا جوتا پہنایا جائے گا، تو اس کی تپش کی وجہ سے اس کا بھیجا ہانڈی کی طرح پکنے لگے گا، اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا۔

اس لیے اے اللہ کے بندو!

آج اللہ کے سامنے رو لو، گڑ گڑا لو!

توبہ اور اظہار ندامت کر لو!

کل تمہارا رونا، گڑ گڑانا بے کار جائے گا۔

آج اللہ کی گرفت سے ڈر کر گناہوں کو چھوڑ دو، کل تمہارا ڈرنا کسی کام میں نہیں گا۔

آج اللہ کی اطاعت کر لو، اس دن کی اطاعت، کسی شمار ے میں نہیں ہوگی۔

آج سوچ لو، کل تم سوچو گے تو سہی، لیکن تمہارا سوچنا، بے سود ہوگا۔

آج ہماری باتوں کو سن کر عمل کرلو، کل تم سنو گے تو سہی، لیکن تمہارا سننا، فضول ہوگا۔

اللہ رب العزت ہم سب کو موت کی تیاری کرنے کا کامل جذبہ عطا کرے، اور غفلت بھری زندگی سے ہماری حفاظت کرے۔ آمین۔

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ
وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ
سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ
وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

توبہ کا فائدہ

انسان کبھی کبھی سوچتا ہے کہ اگر میں توبہ کروں تو کیا فائدہ؟ کیوں کہ پھر گناہ ہو جائے گا، میں توبہ پر جم نہیں پارہا ہوں، اس کی مثال ایسی ہے، جیسے کوئی کہے اگر میں نہاؤں گا پھر بھی پسینہ تو آئے گا، تو نہانے سے کیا فائدہ؟ تو کوئی اسے عقل مند نہیں کہے گا بلکہ ہر ایک اُسے بے وقوف ہی کہے گا، کیوں کہ ابھی جو پسینہ اور بدبو ہے، وہ تو نہا کر صاف ہو جائے گا، اگر پھر پسینہ آگیا تو دوبارہ نہا لینا۔

اسی طرح اِس وقت جو گناہوں کا پسینہ ہمارے قلب و دماغ اور جسم پر ہے، ہم توبہ کا غسل کر کے اس کو ختم کروالیں، اور گناہوں سے پاک صاف ہو جائیں، اگر توبہ کے بعد بھی ہم سے گناہ سرزد ہو ہی گیا، تو ہم پھر توبہ کرلیں گے، بار بار توبہ کرتے رہیں گے۔ تاکہ ہم اپنے رب سے اس حال میں ملاقات کریں کہ ہم گناہوں سے پاک صاف ہوں، کیونکہ موت کا وقت کسی کو نہیں معلوم!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❖ ظلم کے خلاف، جتنی دیر سے اٹھو گے، اتنی ہی زیادہ قربانی دینی پڑے گی۔

❖ درد، دو طرح کے، ہوتے ہیں، ایک آپ کو تکلیف دیتا ہے، اور ایک آپ کو بدل دیتا ہے۔

❖ لوگ ٹوٹ جاتے ہیں ایک گھر بنانے میں، تم ترس نہیں کھاتے بستیاں جلانے میں۔

❖ جب تم کفار کو عروج پر دیکھو تو جان لو کہ ضرور انھوں نے مسلمانوں والی صفات اپنالی ہیں، اور جب دیکھو کہ مسلمان ذلت و پستی میں ہیں، تو جان لو کہ مسلمانوں نے کفار کی بری خصلتیں اپنالی ہیں۔

❖ دلوں میں اترنے کے لیے، سیڑھیوں کی نہیں، اچھے اخلاق کی ضرورت ہے۔

کیا ہمیں اب بھی اتحاد کی ضرورت نہیں؟!

ان الحمدلله! الحمدلله نحمدهٗ ونستعينهٗ ونستغفرهٗ ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا ونشهد ان لا اله الا الله وحدهٗ لاشريك لهٗ ولا نظير لهٗ ولا وزير لهٗ ولا مشير لهٗ ولا معين لهٗ وصل على سيد الرسل و خاتم الانبياء المبعوث الى كافة للناس بشيراً ونذيراً وداعياً الى الله باذنه وسراجاً منيراً۔ امابعد!

فَأَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا، وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا، وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا. كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾

وَقَالَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ: وَ اَطِيْعُوا اللهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا، اِنَّ اللهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٤٦﴾

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ۔

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اَلْمُسْلِمُ كَجَسَدٍ وَّاحِدٍ، أَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ○

ہر سمت مچلتی کرنوں نے افسونِ شب غم توڑ دیا
اب جاگ اٹھے ہیں دیوانے دنیا کو جگا کر دم لیں گے
یہ بات عیاں ہے دنیا پر ہم پھول بھی ہیں تلوار بھی ہیں
یا بزم جہاں مہکائیں گے یا خوں میں نہا کر دم لیں گے

سوچا ہے کفیلؔ اب کچھ بھی ہو ہر حال میں اپنا حق لیں گے
عزت سے جیے تو جی لیں گے یا جام شہادت پی لیں گے

محترم بزرگو اور دوستو!

اور امت مسلمہ کے غیور فرزندو!

آج کی اس مجلس کو منعقد کرنے کا سب سے بڑا مقصد،
آج کی اس محفل کو منعقد کرنے کا سب سے بڑا مقصد،
اپنے مسلمان بھائیوں اور امت مسلمہ کے غیور فرزندوں کے سامنے عالم اسلام کے حالات کو بیان کرنا ہے، اور انھیں یہ بتلانا ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں ہم مسلمان کن مسائل کا شکار ہیں؟
کن حالات سے دو چار ہیں؟
مسلمان بچوں پر کیا بیت رہی ہے؟
مسلمان ماؤں اور بہنوں کے ساتھ کیا کچھ کیا جا رہا ہے؟
اور ان حالات میں، ہم ان مسلمانوں کے لیے،
اور اسلام کی حفاظت کے لیے، کیا کچھ کر سکتے ہیں؟
اور یہ حالات کیوں آئے اور یہ حالات کب آئے؟
اور یہ حالات کیسے آئے اور یہ حالات کب تک آتے رہیں گے؟
ان تمام باتوں پر غور کرنے کے لیے اس مبارک محفل کا انعقاد کیا گیا ہے۔
اللہ رب العزت ہمارے سننے سنانے کو قبول فرمائے۔
اور ہماری اس مختصر گفتگو کو امت مسلمہ کے مسائل کے حل کا ذریعہ بنائے۔

میرے دوستو! یہ بات ڈھکی چھپی نہیں، بلکہ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس وقت مجموعی طور پر مسلمانوں کی ہوا اکھڑ چکی ہے۔
نہ ان کی کہیں عزت و عظمت ہے۔

اور نہ ہی ان کا کہیں رعب و دبدبہ ہے۔

دنیا کا کوئی بھی فرد،

دنیا کی کوئی بھی قوم،

دنیا کا کوئی بھی گروہ،

دنیا کی کوئی بھی حکومت وسلطنت ان سے نہیں ڈرتی ہے اور وہ ہر کسی سے ڈرتے ہیں۔

آج عالمی سطح پر ان کا مذاق اڑایا جارہا ہے، ان کو ایک ضعیف اور کمزور امت تصور کیا جارہا ہے۔

آج دنیا کے ہر خطے میں انھیں ذلیل ورسوا کیا جارہا ہے، دین واسلام کی دھجیاں اڑائی جارہی ہیں، اور حد تو یہ ہے کہ مسلمانوں کے محبوب رہبرورہنما اور کائنات کے سردار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمسخر کیا جارہا ہے۔

ان کا مذاق اڑایا جارہا ہے۔

اور قرآن کریم جیسی مقدس کتاب کو جلایا جارہا ہے، علی الاعلان اس کی بے حرمتی کی جارہی ہے۔

اور اسلام کے جانثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے خلاف کتابیں لکھی جارہی ہیں، دہشت گردی کا الزام دے کر مسلمانوں کو اور مسلمانوں کے رہنما علماء کرام کو چن چن کر ختم کرنے کی پلاننگ کی جارہی ہے۔

اور سب سے بڑا سانحہ یہ ہے کہ۔۔۔

وہ سرزمین جہاں مسلمانوں کا قلب واقع ہے۔

وہ سرزمین جو ساڑھے چودہ سو سال سے اسلام کا گڑھ چلی آرہی ہے۔

وہ سرزمین جہاں وحی کے برکات کا نزول ہوتا رہا ہے۔

وہ سرزمین جو مسلمانوں کے دل کی حیثیت رکھتی ہے۔

آج اسی دل میں صلیب کا زہر آلو خنجر، گھونپنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔

میرے غیور بھائیو! ذرا سوچو تو سہی! کہ

آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے؟

اتنا بڑا انقلاب کیسے آیا؟

پوری دنیا سے اسلام اور مسلمانوں کی عزت وعظمت اور رعب و دبدبہ کیوں کر ختم ہو گیا؟

کل تک وہ مسلمان جن سے قیصر و کسریٰ جیسی سپر پاور طاقتیں لرزتی تھیں۔

کل تک وہ مسلمان جو نہتے صرف تین سو تیرہ تھے، مگر انھوں نے ایک ہزار مسلح تجربہ کار کافروں کو شکست دی تھی۔

کل تک وہ مسلمان جو تین ہزار تھے، مگر انھوں نے دو لاکھ کے لشکر کو شکست فاش دی تھی۔

کل تک وہ مسلمان جو آگ کے سمندر میں کود جایا کرتے تھے،

اور خون کے سمندر کو عبور کر جایا کرتے تھے۔

مسلمانو! کیا ہوا؟ کہ

آج اس قوم سے،

دنیا کی سب سے بدترین قوم،

دنیا کی سب سے رذیل و کمین قوم،

آج اس قوم سے اسرائیل جیسی ملعون ترین قوم بھی نہیں ڈرتی۔

کل تک یہی یہودی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منتیں کیا کرتے تھے، کہ ہمیں خیبر سے نہ نکالو۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو وہاں سے نکالنے کا فیصلہ کیا، تو ایک بوڑھے یہودی نے آکر کہا، اے عمر رضی اللہ عنہ! آپ کے سامنے، اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا تھا: کہ خیبر کے اندر یہودیوں کو رہنے دیا جائے،

یہ مسلمانوں کو ٹیکس دیں گے،

اپنی زمین کے پیداوار کا کچھ حصہ دیں گے،

تو آپ ہمیں خیبر سے کیوں نکال رہے ہیں؟

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ اے اللہ کے دشمن!!! مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ایک فرمان یاد ہے۔

اور مجھے یہ بھی یاد ہے، جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہاری طرف اشارہ کر کے کہا تھا: کہ ایک دن وہ بھی آئے گا، کہ جب مسلمان تمھیں خیبر سے نکالیں گے، اور تمھاری اونٹنی تمھارے پیچھے دوڑتی ہوئی جارہی ہوگی، اور تمہارے عمامے، تمہارے سر پر اچھل رہے ہوں گے، میں تمھیں خیبر سے نکالوں گا، اور خیبر کو پاک کروں گا۔

کل تک یہی یہودی خیبر میں رہنے کے لیے ٹیکس دے کر رہا کرتے تھے۔

کل تک یہی یہودی خیبر میں رہنے کے لیے منتیں کرتے تھے۔

آج ان یہودیوں کو یہ ہمت کیسے ہوئی کہ وہ فلسطین کے اندر مسلمانوں کے تقدس کو پامال کر رہے ہیں؟

کل تک وہ صہیونی جن کو مسلمانوں نے اتنا مارا تھا، اتنا مارا تھا، کہ ان کو کہیں جگہ نہیں ملتی تھی۔

جب ان کا کمانڈر کشتی کے ذریعہ سے دریا پار کر رہا تھا،

تو اپنی زمین کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا: کہ اب تیرے اندر قیامت تک نہیں آسکوں گا۔

کل تک وہ صہیونیت جس نے ہماری تلواروں کے نیچے دم توڑا تھا۔

کل تک وہ صہیونی جو ہماری لونڈی اور غلام بن کر رہا کرتے تھے۔

کل تک وہ صہیونی جو ہم سے بھیک مانگتے تھے۔

مسلمانو! کیا ہوا کہ

آج صہیونی بھی ہم سے شیر ہو گئے،

آج یہودی بھی ہم سے شیر ہو گئے،

آج وہ کافر بھی ہم سے شیر ہو گئے، جو ہمارے زیر سایہ رہا کرتے تھے۔

جو ہمارے مغل بادشاہوں کے زیر سایہ رہا کرتے تھے؟

آج وہ بھی ہم سے شیر ہو گئے؟

آج ان کی شاخیں بھی ہم سے شیر ہو گئیں؟

ذرا سوچو تو سہی! ہم مسلمان ہیں، اور وہ اسی کفر پر قائم، آخر اتنا بڑا انقلاب کیسے آیا؟

مسلمانو!

کیا ہماری کمزوری کی وجہ، افراد کی کمی ہے؟

کیا ہماری کمزوری کی وجہ، مال و دولت اور سیم وزر کی کمی ہے؟

کیا ہماری کمزوری کی وجہ، تربیت یافتہ فوجوں کی قلت ہے؟

کیا ہماری کمزوری کی وجہ، اسلحہ، گولہ بارود کا فقدان ہے؟

کیا ہماری کمزوری کی وجہ، ساز وسامان کی کمی ہے؟

کیا ہماری کمزوری کی وجہ، سائنس اور جدید ٹیکنالوجی کا عدم حصول ہے؟

نہیں بالکل نہیں۔۔۔

اگر افرادی اعتبار سے دیکھا جائے، تو مسلمانوں کی تعداد پونے دو ارب سے کہیں زیادہ ہے۔

وسائل کے اعتبار سے دیکھا جائے، تو پیٹرول جیسے سیال، سونے کے کنویں، زیادہ تر مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں۔

معدنیات کے ذخائر، اور کانیں بھی زیادہ تر اسلامی ممالک میں ہیں۔

مالی اعتبار سے دیکھا جائے تو، اقوامِ عالم میں مسلمان قوم کہیں زیادہ مالدار ہیں۔

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود، مسلمان کمزور اور مغلوب ومقہور کیوں ہو رہے ہیں؟

مسلمان ہر جگہ کیوں مار کھا رہے ہیں؟

مسلمانوں پر ہر جگہ ظلم وستم کے پہاڑ کیوں توڑے جا رہے ہیں؟

خدا تعالیٰ کی یہ سرزمین، اپنی تمام تر وسعت وکشادگی کے باوجود، ان کے لیے کیوں تنگ ہوتی جا رہی ہے؟

میرے بھائیو! اگر غور سے دیکھا جائے، ایک تحقیقی جائزہ لیا جائے، تو پتہ چلتا ہے کہ عالمی سطح پر

مسلمانوں کی کمزوری اور ذلت ورسوائی کی اصل وجہ،

جہاں اسلام کی پیروی سے انحراف ہے،

وہیں، اس کا ایک بڑا سبب، آپسی اختلاف وانتشار،

آپس کے لڑائی جھگڑے،

آپسی جنگ وجدل اور اتحاد واتفاق کا فقدان ہے۔

میرے غیور مسلمانو! پوری تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ۔۔۔

جب تک مسلمانوں میں اتحاد واتفاق اور اخوت ومحبت کا یہ رشتہ برقرار رہا،

جب تک مسلمان قوم اتحاد واتفاق کی لڑی میں پیوست رہی،

جب تک مسلمان سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا رہا،

اس وقت تک انھیں کوئی آنکھیں نہیں دکھا سکتا تھا۔

اس وقت تک ان پر کوئی اپنی حاکمیت ظاہر نہیں کرسکتا تھا اور وہ ساری دنیا پر چھائے رہے۔

جب تک مسلمانوں میں یقیں محکم، اور عمل پیہم کا جذبہ کارفرما رہا،

اور ان کے پاس ایمان ویقین جیسی بیش بہا دولت موجود رہی،

اس وقت تک ان پر کوئی اپنا رعب ودبدبہ قائم نہیں کرسکتا تھا۔

جب تک مسلمان متحد رہے اس وقت تک انھیں بڑی سی بڑی طاقت بھی شکست نہیں دے سکتی تھی۔

لیکن جب سے انھوں نے ایک دوسرے کو گرانے، ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے اور ایک دوسرے کو زیر کرنے کا عمل شروع کیا،

جب سے مسلمان قوم چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں،

چھوٹے چھوٹے فرقوں اور جماعتوں میں بٹنے شروع ہوئے۔

جب سے ہر شخص اپنی ایک الگ جماعت بنانے کی فکر میں لگ گیا۔

جب سے ہر شخص اپنی ایک ڈیڑھ انچ کی مسجد بنانے کی فکر میں لگ گیا۔

جب سے ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگنے لگے۔

جب سے ایک دوسرے کو ختم کرنے کی کوششیں جاری ہوئیں۔

جب سے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے خون کا پیاسا ہو گیا۔

اور ایک دوسرے کا خون بہانے لگا۔

اس وقت سے، یہ مسلمان قوم پوری دنیا میں ذلیل ورسوا ہونے لگی۔

اسی وقت سے بے کسی،

بے بسی،

مایوسی،

معاشرتی خرابیاں،

اقتصادی بربادی،

تہذیبی پستی،

اور غربت وافلاس جیسی بے شمار دردانگیز پریشانیوں کا دائرہ، دن نکلتے اور شام ڈھلتے بڑی تیزی سے مسلمانوں کو اپنے گھیرے میں لینے لگا۔

میرے دوستو! تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جب بھی مسلمانوں کو شکست یا زوال کا سامنا کرنا پڑا، تو اس کی بنیادی وجہ یہ تھی، کہ مسلمان یہ اصول بھول گئے، کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔

جب بھی مسلمانوں کو شکست ہوئی، تو آپسی خانہ جنگیوں اور آپس کے اختلاف وانتشار کی وجہ سے ہوئی۔

اور تاریخ اس بات پر بھی گواہ ہے کہ۔۔۔

جب مسلمان قوم کے افراد آپسی اتحاد واتفاق کی لڑی میں پیوست ہوتے ہیں، تو ایک ناقابل تسخیر چٹان کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

ایک ناقابل تسخیر قلعہ کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

پھران کے سامنے پہاڑ بھی سر بہ خم نظر آتے ہیں۔

پھران کے سامنے طوفان کی بلاخیز، تندی بھی پیکر جمود بن جاتی ہے۔

جب قوم میں اتحاد واتفاق ہوتا ہے تو وہ پہاڑوں سے ٹکرا جاتی ہے۔

طوفانوں کے مقابلہ میں ڈٹ جاتی ہے۔

اور ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں کود جاتی ہے۔

پھران کے سامنے، دوسری مخلوق بھی تارِ عنکبوت ہو کر رہ جاتی ہے۔

ایک تجربہ کار شیخ نے، اپنے چند فرزندوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: کہ

اے بیٹو! ایک مضبوط رسی لاؤ، رسی منگا کر بوڑھے باپ نے کہا: کہ تم سب مل کر خوب طاقت لگا کر اس رسی کو توڑو، سب بیٹوں نے زور آزمائی کی، اور پوری طاقت سے اس رسی کو کھینچتے رہے، مگر اس رسی کا بال بیکا نہ کر سکے، اس کے بعد بوڑھے باپ نے کہا: کہ اس رسی کی گرہیں، الگ الگ کر دو، جب اس رسی کی گرہیں الگ الگ ہو گئیں،

تو اس پیر خردمند نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے سے کہا:

اے بیٹے! اس رسی کو توڑو، چھوٹے بچے نے نہایت آسانی کے ساتھ توڑ دیا،

تو اس بوڑھے باپ نے کہا: کہ اسی طرح اگر تم آپس میں اس رسی کی طرح متحد رہے، ایک رہے، تو مثل سدِ سکندری ثابت ہو گے۔

کوئی تمھارا بال بیکا نہ کر سکے گا۔

کوئی تمھیں آنکھیں نہیں دکھا سکتا۔

اور اگر تم الگ کی ہوئی رسی کے مانند رہے۔

اختلاف وانتشار تمھارا شیوہ رہا، تو۔۔۔

جو چاہے گا کچل دے گا۔

جو چاہے گا مسل دے گا۔

لیکن اگر سیسہ پلائی ہوئی دیوار رہے،
تو کوئی تمہیں اپنی آنکھیں نہیں دکھا سکتا، کوئی تم پر اپنی حاکمیت ظاہر نہیں کرسکتا۔

میرے دوستو! اتحاد، خدا تعالیٰ کی طاقت کے بعد، سب سے بڑی طاقت ہے۔
اتحاد، دنیا کی وہ عظیم طاقت ہے، جسے کوئی طاقت چیلنج نہیں کرسکتی۔
جس سے کوئی طاقت مقابلہ میں نہیں آسکتی۔
اتحاد، قوموں کے تحفظ وبقاء کا ضامن ہوا کرتا ہے۔
اتحاد، تیز وتند آندھی کو سنبھلنے کا موقع بھی نہیں دیتا۔
اتحاد، قرآن کریم کی پکار ہے۔
اتحاد، کامیابی کی دلیل ہے۔
اتحاد، کامیابی کی کلید ہے۔
اتحاد، قوت وشوکت کا اہم ترین عنصر ہے۔
اتحاد، وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔
آج، امت کی ناکامیابی اور نامرادی کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ
آج، ہم ہر طرح سے بٹ چکے ہیں، اتحاد کا مالا ٹوٹ چکا ہے، اس کی موتیاں بکھر رہی ہیں۔
اس لیے آج ضرورت ہے کہ ہم اپنے صف میں اتحاد پیدا کریں، اور اختلاف وانتشار کو ختم کر کے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوجائیں۔

تاریخ سے آشنا حضرات جانتے ہیں کہ۔۔۔
جب غرناطہ پر بربادی کی گھٹائیں چھارہی تھیں،
جب اسپین پر مصائب کے پہاڑ توڑے جارہے تھے،
تو وہاں کے مسلمان، عربی، اندلسی اور برادری کے نام پر لڑرہے تھے،
آپسی خانہ جنگی میں مصروف تھے،

وہاں کے مسلمان، مختلف فرقوں اور گروہوں میں بٹے ہوئے تھے،

ایک دوسرے پر فتوے لگا رہے تھے،

وہاں کے مسلمان، اسلام کے بجائے اپنے خاندانوں اور قومیتوں پر فخر کر رہے تھے،

ایک مسلمان سردار دوسرے مسلمان سردار کو دیکھنا گوارہ نہ کرتا تھا، بلکہ ایک دوسرے کے خلاف مخالفین سے بھی مدد لیتے تھے۔

وہاں کے مسلمانوں نے خود مخالفین کے ہاتھوں سے کتنے مسلمان کو خوشی خوشی قتل کروایا، جس کی وجہ سے صہیونیوں کے دل کے اندر سے اسلام اور مسلمانوں کا رعب ودبدبہ ختم ہوگیا۔

بالآخر آسمان نے پھر وہ دن بھی دیکھا کہ

وہ اندلس جہاں مسلمانوں نے آٹھ سو سال تک انتہائی شان وشوکت کے ساتھ حکومت کی تھی۔

وہ اندلس جہاں مسلمانوں نے تہذیب وتمدن اور علم وفضل کے وہ چراغ جلائے تھے، جو اس وقت کی دنیا میں بے مثال تھے۔

وہ اندلس جہاں کا چپہ چپہ آٹھ سو سال تک تکبیر کی صداؤں سے اور اذان کی آوازوں سے گونجتا رہا، جہاں کا شاید کوئی قطعۂ زمین ایسا باقی نہیں تھا، جس میں مسلمانوں کے سجدوں کے نشان ثبت نہ ہوئے تھے،

لیکن جب وہاں کے مسلمانوں نے

ایک دوسرے کے خلاف آوازیں بلند کرنی شروع کیں۔

ایک دوسرے کے خلاف جنگ وجدال شروع کردیا۔

جب وہاں کے مسلمان آپس کے اختلاف وانتشار کا شکار ہوئے،

تو وہاں کے کتنے مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹادیا گیا۔

کتنی مسلمان ماؤں اور بہنوں کی عزت وناموس کو لوٹا گیا۔

کتنے مسلمانوں سے زبردستی مذہب تبدیل کروایا گیا۔

کتنے مساجد و مکاتب اور خانقاہ مدارس کو منہدم کر دیا گیا۔
اور وہاں کی کتنی مسجدوں کو گرجا گھروں میں تبدیل کر دیا گیا۔
اسی طرح بغداد میں بھی،
آپ جانتے ہیں؟ کہ بغداد مسلمانوں کا ایک بڑا علمی مرکز رہا ہے،
وہاں بڑے بڑے فقہاء اور محدث پیدا ہوئے،
علم کلام،
علم فقہ،
علم منطق،
علم ریاضی،
اور کیمیا پر اتنی کتابیں لکھی گئیں، کہ کتب خانے کے کتب خانے بھر گئے تھے،
وہاں مسلمانوں کی ایک بڑی مضبوط سلطنت قائم تھی۔
لیکن جب وہاں کے مسلمان آپس میں لڑنے لگے۔
جب وہاں کے مسلمان آپس میں بٹ گئے،
تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان پر تاتاریوں کو مسلط کر دیا۔
''فتنۂ تاتار'' وہ فتنہ ہے، جس کا تذکرہ کرتے ہوئے آج بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں،
ہلاکو خان کی، فوج کے ہاتھوں، بغداد اور اس کے مضافات میں ایک کروڑ چھ لاکھ مسلمان قتل ہوئے،
انھیں گاجر مولی کی طرح کاٹا گیا۔

کہا جاتا ہے: کہ مسلمانوں کے دل و دماغ پر تاتاریوں کا اس قدر رعب و دبدبہ چھا گیا تھا،
کہ اگر ایک تاتاری عورت، مسلمان مرد کو بازار میں روک لیتی اور کہتی کہ تم یہیں ٹھہرو! میں گھر سے تلوار لاکر تمہیں قتل کرتی ہوں،

تو اس مسلمان پر اتنا خوف چھا جاتا، کہ اُسے وہاں سے ایک قدم آگے بڑھانے کی جرأت نہ ہوتی،

اور وہ عورت اُسے قتل کر دیتی۔

آپ جانتے ہیں کہ وہاں کے مسلمانوں کو یہ ذلت کیوں اٹھانی پڑی؟ آپس میں ٹکرانے اور ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کرنے کی وجہ سے۔

اور اسی طرح بخارئ وسمرقند اور تاشقند میں بھی،

جہاں سے ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ مستفیض ہوئے تھے۔

جہاں علم کی شمع جلی تھی، اور اپنے اپنے وقت کے بڑے بڑے اماموں اور اولیاء اللہ نے روشنی حاصل کی تھی،

لیکن جب وہاں کے مسلمان، آپس میں دست وگریباں ہونے کی بنا پر، وہاں کے۔۔۔

کتنے مسلمانوں کو، پیٹرول ڈال کر زندہ جلایا گیا۔

کتنے مسلمانوں کے، جسموں پر کھولتا ہوا تیل ڈالا گیا۔

کتنے مسلمانوں کے، ہاتھ پاؤں کو سی کر ایک دوسرے سے ملا دیا گیا۔

ان کے جسم کے، حساس ترین حصوں میں، لوہے کی گرم سلاخوں کو داخل کیا گیا۔

کتنے مسلمانوں کو، مضبوطی سے باندھ کر، ان کے کانوں اور آنکھوں میں کیمیاوی مواد ڈالا گیا۔

ان کے جسم کے، ایک ایک عضو کو تیز گرم لوہے کے ٹکڑوں سے داغا گیا۔

کتنے مسلمانوں کو، دیوار کے ساتھ کھڑا کر کے دیوار کی جانب سے، ان کے کانوں میں کیلیں ٹھونک کر ایک لمبی مدت تک اسی حالت پر باقی رکھا گیا۔

کتنے مسلمانوں کے، سر کے بالوں کو ایسی سخت دلی کے ساتھ اکھاڑا گیا کہ بال کے ساتھ کھال بھی اتر جاتی تھی۔

کتنے مسلمانوں کے، جسم پر کیل دار لاٹھیوں سے کاری ضربیں لگائی گئیں، ان کے انگلی کے پوروں میں کیلیں ٹھونکی گئیں۔

کتنے مسلمانوں کے، جسم کے کئی حصوں میں سوراخ کر کے، گرہ دار رسی ڈال کر، دو تین دن کے بعد

اس کو آرے کی طرح چلایا جاتا۔

کتنے مسلمانوں کے، سروں میں لمبی لمبی میخیں ٹھونکی گئیں، جو مغرب تک پہنچ جاتی تھیں، اور مسلمان ماؤں بہنوں کے ساتھ وہ معاملہ اور وہ سلوک کیا گیا۔

جس کو، بیان کرتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

جس کو، بولتے ہوئے زبانیں گنگ ہوجاتی ہیں۔

جس کو، لکھتے ہوئے قلم کانپتا ہے۔

جس کو، پڑھتے ہوئے زبان لڑکھڑا جاتی ہے۔

جس کو، سنتے ہوئے دل سے یہ آواز آتی ہے کہ کیا کوئی اب موسیٰ بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ، اور صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ، جیسا کمانڈر، دوبارہ پیدا نہیں ہوگا، جو ان مظالم کا بدلہ لے سکے؟

میرے غیور مسلمان بھائیو! حقیقت میں آج ہندستان میں پھر وہی داستان اور وہی تاریخ دہرانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں،

جو اندلس،

بخارا،

سمرقند، اور تاشقند میں دہرائی گئی،

اسلام اور مسلمانوں کا دشمن، انسانیت کے نام پر کلنک، فرقہ پرستوں کا ایک لیڈر بابری مسجد کے شہید ہونے سے پہلے، جب وہ اسپین کا دورہ کر کے آیا تھا تو

اس نے یہ عہد کیا تھا،

اس نے یہ عزم مصمم کیا تھا،

کہ ہم ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ

وہی داستان، اور وہی تاریخ دہرائیں گے،

جو اسپین، بخاریٰ اور سمرقند میں مسلمانوں کے ساتھ دہرائی گئیں تھی اور یہاں مسجدوں کو گرا کر

مندروں میں تبدیل کریں گے۔

اور آج یہ اسلام کے دشمن CAA اور NRC جیسا کالا قانون نافذ کر کے اس ملک کے نقشہ سے ہمارا نام ونشان مٹا کر اس ملک کو ہندو راشٹر یہ بنانا چاہتے ہیں۔

میرے دوستو! آج اس داستان کو دہرانے کے لیے ہزاروں، بلکہ لاکھوں، انسان نما بھیڑیوں کو، اس کی ٹریننگ دی جارہی ہے۔

انھیں ہتھیاروں سے لیس کیا جارہا ہے۔ اور اس کو چلانے کی ٹریننگ بھی دی جارہی ہے۔

آج وہ بھڑیئے، مسلمانوں کا گوشت کھانے،

اور ہڈیاں چبانے کے لیے منہ پھاڑے ہوئے بیٹھے ہیں،

صرف ایک اشارہ کے منتظر ہیں،

لیکن افسوس!!! کہ آج ہم اختلاف وانتشار اور گروہ بندی کے جال میں پھنس کر، اس چوراہے پر جا کھڑے ہوئے ہیں،

جس کا ہر راستہ ہلاکت وبربادی کی طرف جاتا ہے۔

جس کی ہر منزل پہلی منزل سے زیادہ تاریک ہے۔

اے اللہ کے بندو!

اے خواب غفلت میں مدہوش مسلمانو!

خواب غفلت سے بیدار ہوجاؤ، اور ذرا اپنی چاروں طرف دیکھو تو سہی!

کہ کافروں نے تمہیں ہر طرف سے گھیر لیا ہے، کافروں کے خونی پنجے تمہارے شہ رگ تک پہنچ چکے ہیں۔

اس لیے اب، اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرو، اور کفار کا قلع قمع کردو، اور اختلاف وانتشار کو ختم کر کے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوجاؤ،

ورنہ وہ دن دور نہیں، جب ہمارے ساتھ وہی داستان دہرائی جائے گی، جو اندلس، بخارا اور سمرقند

کے مسلمانوں کے ساتھ دہرائی گئی تھی۔

ورنہ وہ دن دور نہیں، کہ جب ہمارے اوپر اس طرح کے مظالم ڈھائے جائیں، جس طرح کے مظالم چین اور برما کے مظلوم اور معصوم مسلمانوں پر ڈھائے گئے۔

وہ دن دور نہیں کہ جب ہماری ماؤں اور بہنوں کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے، جو باشندگان ماوراء النہر کی بہن بیٹیوں کے ساتھ کیا گیا۔

میرے دوستو! ایک بات اور یاد رکھو کہ اگر خدانخواستہ یہ کفار ہم پر حملہ آور ہوتے ہیں،

تو وہ ہم سے یہ نہیں پوچھیں گے کہ تم کس فرقے سے تعلق رکھتے ہو؟

تم کون سے مسلک سے تعلق رکھتے ہو؟

تم دیوبندی ہو، یا بریلوی؟

تم مودودی ہو، یا اہل حدیث؟

وہ تو یہ پوچھیں گے، کہ تم اپنے آپ کو مسلمان کہلواتے ہو یا نہیں؟

وہ تو یہ دیکھیں گے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھنے والا ہے یا نہیں؟

میرے دوستو! ہر کلمہ پڑھنے والا ان کا نشانہ ہوگا۔

اس لیے اب بلا تفریق مذہب وملت کے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جاؤ۔

کیا تم نہیں دیکھتے، کہ آج پوری دنیا کے کافر اسلام کو مٹانے کے لیے ایک پلیٹ فارم پر آ چکے ہیں۔

آج پوری دنیا کے کفار متحد ہو کر اسلام اور مسلمانوں کو نیست و نابود کر دینا چاہتے ہیں، دہشت گردی کا الزام دے کر تمہیں گھیر گھیر کر مارنا چاہتے ہیں۔

تمہاری نشانیوں کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔

تمہاری شخصیتوں کو ختم کر دینا چاہتے ہیں، اور اسلام کے اس چراغ کو پھونکوں سے بجھا دینا چاہتے ہیں، جس چراغ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روشن کیا تھا۔

اس لیے اے مسلمانو! اب متحد ہو کر کفار تک یہ آواز پہنچا دو۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پر خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اے امت مسلمہ کے غیور فرزندو! آج دنیائے انسانیت چیخ چیخ کر، پکار پکار کر، ہم سے یہ کہہ رہی ہے کہ۔۔۔

اے ہندوستانی مسلمانو! ایک بار پھر سے اٹھو! اور ظلم وتعدی اور شرک وکفر کی گھنگھور گھٹاؤں کو صفحۂ ہستی سے مٹادو، اور پورے معاشرے کو اسلامی سانچے میں ڈھال دو۔

بحر ہے بے چین، کشتی ڈال دے لنگر اٹھا
تاج شاہی منتظر ہے، اے مسلمان! سر اٹھا

مسلمانو! اٹھو اور "قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾" پر عمل پیرا ہو جاؤ۔

اور "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا" کو اپنا نصب العین بنالو۔

اور "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ" کی عملی تفسیر بن جاؤ۔

اور اس کے ساتھ یہ اعلان کردو!!!

باطل سے دبنے والے! اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ
وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ
سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ
وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❖ پہلی نعمت کا شکر آئندہ نعمت ملنے کا ذریعہ ہے۔

❖ جس کی رات بیدار ہو جائے اس کا نصیب بیدار ہو جاتا ہے۔

❖ بدلہ لینے سے پہلے یہ ضرور خیال کر لیا کرو کہ تم اپنے خدا کے نزدیک کتنے قصور وار ہو۔

❖ جس نے خالق، مخلوق، مقصود کو، پہچان لیا، اس نے زندگی کا سب سے بڑا، راز، جان لیا۔

❖ دنیا اس کو عزت دیتی ہے جو اپنا ایک ایک سکینڈ صحیح استعمال کرتا ہے۔

ھو

جمعہ کا دن ہم کس طرح گزاریں؟

ان الحمدلله! الحمدلله نحمدهٗ ونستعينهٗ ونستغفرهٗ ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا ونشهد ان لا اله الا الله وحدهٗ لاشريك لهٗ ولا نظير لهٗ ولا وزير لهٗ ولا مشير لهٗ ولا معين لهٗ وصل علىٰ سيد الرسل و خاتم الانبياء المبعوث الىٰ كافة للناس بشيراً ونذيراً وداعياً الى الله باذنه وسراجاً منيراً۔ امابعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَيْعَ، ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑨

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً... إِلىٰ آخِرِه۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

جارہے ہیں اس جہاں سے انسان دھیرے دھیرے
ہم بھی کریں وہاں کا سامان دھیرے دھیرے
یہ زندگی ہے فانی کس کا یہاں مکاں ہے
ہوجائے گا خالی یہ میدان دھیرے دھیرے
اگر یونہی رہیں گے ذکرِ خدا سے غافل
تو شیطاں چھین لے گا ایمان دھیرے دھیرے
جز عمل کے کوئی بھی تیرے کام آئے گا نہیں
بعد مرنے کے قبر پر کوئی جائے گا نہیں

میرے محترم بزرگو، ساتھیو اور سامعین کرام!

اللہ رب العزت نے،

ہر امت،

ہر قوم،

ہر مذہب کے لیے،

کوئی نہ کوئی،

کسی نہ کسی وقت، اور دن کو، عبادت کے لیے مقرر فرمایا ہے۔

یہودیوں کے لیے سنیچر کا دن، عبادت کے لیے مقرر ہوا۔

عیسائیوں کے لیے اتوار کا، عبادت کے لیے مقرر ہوا۔

اور ہم مسلمانوں کے لیے جمعہ کا دن، عبادت کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔

یہ امت، تمام امتوں سے افضل،

اس امت کو، جو نبی ملے، وہ تمام نبیوں سے افضل،

اس امت کو، جو کتاب ملی، وہ تمام کتابوں سے افضل،

اس امت کو، عبادت کے لیے جو دن ملا، وہ تمام دنوں سے افضل،

جمعہ کا دن، وہ مقدس دن ہے کہ جمعہ ہی کے دن،

تمام مخلوق،

تمام کائنات،

زمین و آسمان،

چاند و سورج،

دریا و سمندر،

پہاڑ و صحرا، بیابان کی تعمیر مکمل ہوئی۔

جمعہ ہی کے دن، حضرت آدم علیہ السلام کا پُتلہ تیار کیا گیا۔

جمعہ ہی کے دن، اس دنیا کو آباد کرنے کے لیے، اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے بھیجا۔

جمعہ ہی کے دن، حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء علیہا السلام کو، بچھڑنے کے بعد، ایک جگہ جمع کیا گیا۔

جمعہ ہی کے دن، قیامت برپا ہوگی۔

جمعہ ہی کے دن، تمام دنیا کے انسانوں کو، میدانِ حشر میں جمع کیا جائے گا۔

جمعہ ہی کے دن، ایمان والوں کے لیے جنت، اور کافروں، منافقوں کے لیے جہنم کا فیصلہ ہوگا۔

جمعہ ہی کے دن، پوری دنیا سے کفروشرک ظلم وجور، کو ختم کرنے کے لیے حضرت مہدی علیہ الرضوان کا ظہور ہوگا۔

جمعہ ہی کے دن، اللہ رب العزت تمام جنتیوں کو، اپنی زیارت کے لیے جنت میں جمع فرماتے رہیں گے۔

جمعہ کا دن، وہ مقدس دن ہے، کہ تمام مسلمان،

مختلف گاؤں،

مختلف محلوں، سے ایک جگہ جمع ہو کر، اللہ رب العزت کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے جس طرح، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو، تمام نبیوں کا، سردار بنایا۔

جس طرح، قرآن کریم کو، تمام کتابوں کا، سردار بنایا۔

جس طرح، خانۂ کعبہ کو، تمام گھروں کا، سردار بنایا۔

جس طرح، حجراسود کو، تمام پتھروں کا، سردار بنایا۔

جس طرح، تمام مکہ اور مدینہ کو، تمام شہروں کا، سردار بنایا۔

جس طرح، رمضان المبارک کے مہینہ کو، تمام مہینوں کا، سردار بنایا۔

جس طرح، شب قدر کو، تمام راتوں کا، سردار بنایا۔

اسی طرح، جمعہ کے دن کو، تمام دنوں کا، سردار بنایا۔

جمعہ کو سید الایام کہا جاتا ہے۔

جمعہ کا دن تمام دنوں سے افضل ہے۔

یہاں تک کہ جمعہ دن عید الفطر وعید الاضحیٰ کے دنوں سے بھی زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی ہے، ایک ایسا وقت ہوتا ہے، جس میں بندہ کی دعائیں بہت قبول ہوتی ہیں۔

اس وقت بندہ اللہ رب العزت سے جو کچھ مانگے گا، اللہ رب العزت اس کو عطا فرمائیں گے۔

بیماری سے شفا مانگے گا، اللہ رب العزت عطا فرمائیں گے

غربت سے چھٹکارا چاہے گا، اللہ رب العزت اسے دولت عطا فرمائیں گے۔

ذلت سے پیچھا چھڑائے گا، اللہ رب العزت اسے عزت عطا کریں گے۔

گناہوں سے معافی مانگے گا، اللہ رب العزت اسے مغفرت عطا فرمائیں گے۔

اس وقت جو کچھ مانگے گا، اللہ رب العزت اسے عطا فرمائیں گے۔

وہ مقبولیت کی گھڑی کب ہے؟

اکثر علماء کا اتفاق ہے کہ وہ مقبولیت کی گھڑی، عصر سے مغرب کے درمیان ہوتی ہے۔

اسی لیے اکثر علماء،

اکثر بزرگانِ دین،

اکثر اولیاء اللہ، عصر سے مغرب تک اپنی مسجدوں میں اعتکاف کرتے ہیں۔

یہی وہ قبولیت کی گھڑی ہے، کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جمعہ کے دن عصر کے بعد اپنے غلام حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بھیجتیں کہ جاؤ، پہاڑی پر چڑھ جاؤ،

جب سورج پہاڑوں کے پیچھے چھپتا ہوا دیکھو، تو مجھے آکر اطلاع دو، کیوں کہ یہی قبولیت کا وقت

ہے۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا، کہ

جمعہ کا بہت ہی بابرکت دن ہے،

جمعہ کی برکتیں، اس کی رحمتیں،

جمعرات کا دن ختم ہونے کے بعد شام ہوتے ہی شروع ہو جاتی ہیں۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: کہ

جو شخص جمعہ کی رات میں دو رکعت نفل کی نیت باندھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد،

گیارہ مرتبہ آیت الکرسی،

گیارہ مرتبہ قل هو الله احد پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد

گیارہ مرتبہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا پڑھے،

ابھی تین جمعہ نہیں گزرے گا،

ان شاء اللہ خواب میں اس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی۔

شرط یہ ہے، کہ اس دوران حتی الامکان گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو مجھے خواب میں دیکھے گا، وہ مجھے قیامت میں ضرور دیکھے گا۔

اور جو مجھے قیامت میں دیکھے گا، اس کی میں سفارش کروں گا۔

اور جس کی میں سفارش کروں گا، وہ میرے حوضِ کوثر سے پانی پیئے گا۔

اور اللہ رب العزت اس کے بدن، پر جہنم کی آگ، حرام کر دیں گے۔

اس لیے ہر مسلمان کی یہ تمنا ہونی چاہیے، کہ یہ عمل کر کے ہم خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرور زیارت کریں۔

اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: کہ جو شخص جمعہ کی رات میں، سورۂ یٰسین اور سورۂ دخان، پڑھے گا،

تو قیامت کے دن وہ اپنی قبر سے بخشا بخشایا اٹھایا جائے گا۔

اور جس نے سورۂ کہف پڑھا گویا اس نے اللہ رب العزت کے راستہ میں دس ہزار دینار صدقہ کیا۔

ایک حدیث میں ہے: کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ

جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھتا ہے، تو اس کے پاؤں سے لے کر اس کے سر تک،

اور اس کے سر سے لے کر، خانۂ کعبہ تک،

اور خانۂ کعبہ سے عرش تک، ایک نور کی روشنی ہوتی ہے،

جو اس کو قیامت کے دن یہ روشنی نظر آئے گی۔

اور اللہ رب العزت اس جمعہ سے لے کر پچھلے جمعہ تک، اس کے سارے گناہوں کو معاف کردیتے ہیں،

اور ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

اور پاگل پن،

برص، یعنی سفید داغ،

جذام یعنی کوڑھ،

فتنۂ دجال، سے اللہ رب العزت اس کو محفوظ رکھتے ہیں۔

فتنۂ دجال کیا ہے؟

ایمانی طاقت چھیننے والی چیزیں:

میوزک اور گانے کا فتنہ

بدنظری اور زنا کا فتنہ

فحاشیت اور عریانیت کا فتنہ

مغربی تہذیب اور مادیت کا فتنہ

الحاد و دھریت کا فتنہ

کفر و شرک اور فرقہ ضالہ کا فتنہ

اللہ رب العزت سورۂ کہف پڑھنے والے کو ان تمام فتنوں سے محفوظ فرما دیتے ہیں۔

اور اگر دجال اسی دوران نکل بھی آئے، تو اللہ رب العزت اس کی ایسی حفاظت کریں گے جیسے مضبوط قلعہ اور طاقت ور فوج کے ذریعہ کسی بادشاہ کی حفاظت کی جاتی ہے۔

سورۂ کہف، ایک ایسی مقدس سورت ہے، کہ جب یہ نازل ہوئی تو پوری ایک مرتبہ میں نازل ہوئی، اور اس کی عظمت بیان کرنے کے لیے، حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے بھی، آسمان سے زمین پر تشریف لائے۔

میرے دوستو! جس طرح نماز کا خاص، ذکر تکبیر ہے،

جس طرح روزہ اور رمضان المبارک کے مہینہ کا خاص، ذکر اور عبادت، قرآن کریم کی تلاوت ہے،

جس طرح حج کا، خاص ذکر، تلبیہ ہے،

جس طرح عید و بقر عید کے دن کا، خاص ذکر، تکبیر تشریق ہے،

اسی طرح جمعہ کے دن کا، خاص ذکر اور عبادت درود شریف کی، کثرت ہے،

اور جمعہ کے دن نیک عمل کا، ثواب، ستر گنا بڑھا دیا جاتا ہے،

اسی لیے حدیث شریف میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جمعہ کے دن تم لوگ مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو کیوں کہ تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

جمعہ کے دن کون سا درود پڑھنا چاہیے؟

حضرت الشاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی، عرض کیا:

یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں اس درود اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کثرت سے پڑھتا ہوں، تو کیا میں، اس کو پڑھا کروں؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! یہ درود، مجھے بہت پسند ہے۔

اسی لیے حدیث شریف میں آتا ہے: کہ جو شخص جمعہ کے دن، عصر کی نماز کے بعد، اس درود اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کو اپنی جگہ اٹھنے سے پہلے (۸۰) اسّی مرتبہ پڑھتا ہے، تو اللہ رب العزت اس کے (۸۰) اسّی سال کے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔

اور اس کو (۸۰) اسّی سال کی عبادت کا ثواب بھی عطا فرماتے ہیں۔

جمعہ کا دن ایسا مبارک ہے، کہ جمعہ کے علاوہ، ہر دن، دوپہر کے وقت جہنم کی آگ کو دھکایا اور بھڑکایا جاتا ہے،

مگر جمعہ کے دن، جہنم کو ایسا نہیں کیا جاتا ہے، اس لیے کہ جمعہ کے دن جہنم کے فرشتوں کی چھٹی رہتی ہے۔

اسی لیے باقی دنوں میں بالکل کھڑی دوپہر میں، گرمی کے سخت موسم میں، ایک ڈیڑھ بجے، ظہر کی نماز پڑھنا منع ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَبْرِدُوْا بِالظُّہْرِ "ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو"۔

مگر عام طور پر یہ دیکھا جا رہا ہے کہ اکثر دیہاتوں اور شہروں میں اس پر بالکل عمل نہیں ہو رہا ہے، یہ بالکل خلاف سنت ہے۔

بہر حال! میں عرض کر رہا تھا کہ جمعہ کے دن جہنم کے فرشتوں کی چھٹی رہتی ہے، اس لیے جمعہ کے دن جہنم کی آگ کو، اور نہیں، بھڑکایا جاتا ہے۔

جمعہ کے دن جہنم کے سارے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اسی لیے جس کا انتقال جمعہ کی رات، یا دن میں ہو، تو اس کو قبر کا عذاب نہیں ہوتا ہے، اور جو قبر میں بچ گیا وہ حشر میں بھی بچ جائے گا۔

لہٰذا اللہ رب العزت جس کے ساتھ اپنے رحم و کرم کا معاملہ کرنا چاہتے ہیں، تو اس کو جمعہ کے دن موت عطا فرماتے ہیں۔

اور کل قیامت کے دن ایسا شخص اللہ رب العزت کے دربار میں اس حال میں حاضر ہوگا کہ اس کے اوپر شہیدوں کی مہر لگی ہوگئی، اور اس کے نامۂ اعمال میں شہیدوں والا اجر لکھا ہوگا۔

لہٰذا ہم سب کو چاہیے، کہ اس دن کی قدر کریں، زیادہ سے زیادہ، جمعہ کے دن، عبادت میں مشغول رہنے کی کوشش کریں۔

زیادہ عبادت اگر نہیں کر سکتے، تو کم از کم اس دن زیادہ سے زیادہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں، ہوسکتا ہے کہ یہی ادا، اللہ رب العزت کو پسند آجائے اور جمعہ کے دن کی موت، مقدر میں لکھ دیں۔

اللہ رب العزت ہم سب کو جمعہ کے دن کے تمام احکامات کو اہتمام کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اگلے جمعہ کو، جمعہ میں کیا چیزیں فرض ہیں؟ کیا چیزیں واجب ہیں؟ اور کیا چیزیں سنت ہیں؟ اور چھوڑنے پر کیا وعیدیں ہیں؟ ان شاء اللہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

۞-----۞۞۞-----۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❖ تم وہ مانگتے ہو، جو تمھیں اچھا نظر آتا ہے، مگر اللہ رب العزت وہ عطا کرتے ہیں، جو تمھارے لیے اچھا ہوتا ہے۔

❖ تمیز، اور ضمیر، جس انسان میں ہو، تو اس جیسا خوبصورت انسان، کوئی نہیں۔

❖ اپنی زندگی ایسی گذارو، کہ اللہ رب العزت کو پسند آجاؤ، دنیا والوں کی سوچ، تو روزانہ بدلتی رہتی ہے۔

❖ دنیا والے چہرہ اور مال کو دیکھتے ہیں، عرش والا دل اور اعمال کو دیکھتا ہے۔

❖ خالق سے مانگنا شجاعت ہے، اگر دے دے، تو رحمت، نہ دے تو حکمت ہے۔ مخلوق سے مانگنا ذلت ہے، اگر دے دے، تو احسان اور نہ دے تو شرمندگی ہے۔

جمعہ کی برکتیں ہم کیسے حاصل کریں؟

ان الحمد لله! الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا ونشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له ولا نظير له ولا وزير له ولا مشير له ولا معين له وصل على سيد الرسل و خاتم الانبياء المبعوث الى كافة للناس بشيراً ونذيراً وداعياً الى الله باذنه وسراجاً منيراً۔ امابعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَ سْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ، اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّ يَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ، لَا تَاْتِيْهِمْ ، كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴿۱۶۳﴾

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَيْعَ، ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴿۹﴾

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ﴿۱۶۶﴾

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَنْ تَرَكَ ثَلٰثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا، طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهٖ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ○

مولیٰ سے اپنے ملتا ہے بندہ نماز میں
اٹھ جاتا ہے جدائی کا پردہ نماز میں
جب ہاتھ اٹھا باندھ کے نیت تو یوں سمجھ
خالق جہاں سے ہاتھ ملایا نماز میں

حمد و ثنا درود و قراءت دعا و سلام
ہے جمع ہر طرح کا وظیفہ نماز میں
گر قبر کے اندھیرے سے ڈر ہے تو پڑھ نماز
ہے ظلمتِ لحد کا اجالا نماز میں

محترم بزرگو اور دوستو!

جب اللہ رب العزت کے حکم سے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ المکرمہ سے ہجرت کر کے، مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے، تو راستہ میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مسجد تعمیر کروائی،

جس کو آج مسجد قبا کہا جاتا ہے۔

یہ اسلام کی سب سے پہلی مسجد تھی،

اس دنیا میں مسلمانوں کے لیے یہ مسجد سب سے پہلی مسجد تھی۔

مسجد قبا کی تعمیر کے بعد، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو، راستہ میں قبیلہ بنی سالم کی بستی کے پاس، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے،

تو جمعہ کی فرضیت کا حکم نازل ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ، وہیں جمعہ کی نماز ادا فرمائی۔ یہ اسلامی تاریخ کا سب سے پہلا جمعہ تھا۔

جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا جمعہ ادا کیا تھا، آج وہاں ایک عالیشان مسجد بنی ہوئی ہے، جس کو مسجد جمعہ کہا جاتا ہے۔

بہر حال! ہر عاقل بالغ، صحت مند آزاد مرد پر، جمعہ کی نماز فرض ہے۔

جمعہ کی نماز کا، انکار کرنے والا کافر ہے۔

اور جان بوجھ کر، چھوڑنے والا فاسق ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ ہم اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا، کہ ایسے لوگ، جو نمازِ جمعہ چھوڑتے ہیں، باز آجائیں، ورنہ اللہ رب العزت ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا۔

اور بات یاد رکھیے! جس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے، تو پھر اس کے دل پر نصیحت کی کوئی بات، اثر نہیں کرتی۔

ایسے لوگ، اللہ کا کلام تو سنتے ہیں، مگر ان کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

ایسے لوگ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث تو سنتے ہیں، مگر ان کا دل ٹس سے مس نہیں ہوتا۔

ایسے لوگ، بزرگوں کے واقعات تو سنتے ہیں، مگر ان کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔

ایسے لوگ، خوشخبری و بشارت کی باتوں کو تو سنتے ہیں، مگر ان کے دل میں عمل کی کوئی امنگ پیدا نہیں ہوتی۔

ایسے لوگ، عذاب و سزا کی باتوں کو تو سنتے ہیں، مگر ان کے دل میں کوئی خوف پیدا نہیں ہوتا۔

یہ اللہ رب العزت کی طرف سے ان کے لیے بدترین سزا ہے۔

اس بات کو معمولی نہ سمجھیے۔

مال کا نقصان،

اولاد کا نقصان،

صحت کا نقصان،

جسمانی بیماری وغیرہ تو معمولی سزائیں ہیں، یہ تو دوبارہ حاصل ہوسکتی ہیں،

مگر جس کے دل پر، اللہ رب العزت کی طرف سے مہر لگا دی جائے،

جس کے لیے ہدایت کے تمام راستہ بند ہو جائیں،

جس کے سامنے آخرت میں تاریکی ہی تاریکی، ظلمت ہی ظلمت ہو،

وہ سب سے بدقسمت انسان ہے۔

اس سے بڑا بدبخت انسان اور کوئی نہیں ہوسکتا۔

مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے: کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرا دل چاہتا ہے کہ میں ایسے بدبختوں کے گھروں کو جلا ڈالوں،

ایسے لوگوں کے گھروں میں آگ لگادوں، جو بلا عذر جمعہ کی نماز چھوڑ دیتے ہیں،
جو ہفتہ میں ایک بار بھی اللہ کے گھر میں حاضر نہیں ہو سکتے۔
ایک حدیث میں کہ فرمایا: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص بلا عذر جمعہ کی نماز چھوڑ دیتا ہے،
وہ ایسی کتاب میں منافق لکھا جاتا ہے جو نہ کبھی مٹائی جاتی ہے اور نہ کبھی تبدیل کی جاتی ہے۔
میرے دوستو! کسی کے نامۂ اعمال میں اس کا منافق لکھا جانا،
ہزار سزاؤں کی ایک ایسی سزا ہے کہ اگر کل قیامت میں اس کا حشر منافقوں کے ساتھ ہو گیا،
تو اس کی تباہی و بربادی میں کوئی شک نہیں ہوگا۔
مسلمانو! ڈرو بنی اسرائیل کے اس انجام سے جن کے لیے سنیچر کا دن عبادت کے لیے مخصوص تھا،
اس دن، ان کے لیے کاروبار،
ان کے لیے، تجارت،
ان کے لیے، مچھلی کا شکار کرنا منع تھا،
مگر انھوں نے، اللہ رب العزت کے حکم کو نہیں مانا،
انھوں نے، عبادت کے دن کی، بے حرمتی کی،
انھوں نے، اللہ رب العزت کے قائم کردہ حدود کو توڑا،
تو اللہ رب العزت نے فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿۱۶۶﴾
تو اللہ رب العزت نے اس کی شکلوں کو مسخ کر دیا۔
اللہ رب العزت نے ان کو خنزیر اور بندر بنا دیا۔
اللہ رب العزت نے اپنا عذاب ان پر، نازل کر کے ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔
کہیں ایسا نہ ہو، جمعہ کی نماز چھوڑنے کی بنا پر،
ان کی طرح ہمارے اوپر بھی اللہ کا عذاب نازل ہو جائے۔
کہیں ان کی طرح، ہماری شکلیں بھی مسخ نہ کر دی جائیں۔

کہیں ان کی طرح، ہمیں بھی بندر اور خنزیر کی شکل نہ بنا دیا جائے۔

آج عید و بقرعید کے موقع پر عید گاہوں میں، اور مسجدوں میں مسلمانوں کی بھیڑ دیکھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے، کہ اتنی بڑی بھیڑ، اتنا اژدھام، تو جمعہ کے دن مسجدوں میں نظر نہیں آتا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ، جمعہ کی نماز سے بھی غفلت اور سستی برت رہا ہے۔

ہم جیسے مسلمانوں سے وہ یہودی اور عیسائی اچھے ہیں،

جو صبح سویرے اپنی عبادت گاہوں میں جا کر، پورے دن عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔

سارے کام کاج کو چھوڑ کر، وہ اتوار کے دن اپنی چرچوں میں چلے جاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آج عیسائیوں کے زیر اثر جتنی حکومتیں ہیں، ان کے یہاں اتوار کے دن عام چھٹی رہتی ہے۔

اتوار کے دن تمام دفاتر،

تمام کاروبار،

تمام اسکول اور کالج بند رہتے ہیں۔

مگر آج ہم سے اللہ رب العزت یہ بھی نہیں کہہ رہے ہیں، کہ

اے مسلمانو! پورے دن تم اپنے کاروبار کو بند رکھو،

بلکہ ایک آدھ گھنٹہ، تو بند ہی رکھ سکتے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۹

اے ایمان والو! جب تم کو اذان کے ذریعہ، جمعہ کی نماز کے لیے بلایا جائے،

جب جمعہ کی اذان ہو تو ہر اس کام کو چھوڑ کر، جو جمعہ کی نماز میں رکاوٹ بن سکتی ہو،

خرید و فروخت،

کھانا پینا،

گھومنا، ٹہلنا،

یہاں تک کہ کتاب کا مطالعہ بھی چھوڑ کر نمازِ جمعہ کے لیے چل پڑو۔

جمعہ کی اذان کے بعد کاروبار کرنا،

خرید وفروخت کرنا،

یا ہر ایسا کام کرنا، جو نمازِ جمعہ کی دیری کا سبب بنے، ناجائز ہے۔

پھر مسجد میں ایسے ہی نہ چلے آؤ،

بلکہ پہلے سے تیاری کر کے آؤ،

ناخن، بال، مونچھوں کو تراش وخراش کرلیا کرو،

افسوس! کہ آج مسلمان، جمعہ کی حاضری میں ایک بڑا گناہ کر کے آتا ہے۔

اگر داڑھی بھی منڈاتا ہے تو وہ بھی جمعہ کے ہی دن،

اللہ کے دربار میں حاضری،

اس کے دشمنوں کا چہرہ لے کر،

حیرت ہے ان کی اس جرأت وبے باکی پر، جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔

اور اسی غسل کے وضو سے جمعہ کی نماز پڑھنا یہ بھی سنت ہے۔

آج لوگ غسل کے بعد بغیر وضو ٹوٹے دوبارہ وضو کرتے ہیں، یہ مکروہ ہے۔

جمعہ کی نماز سے پہلے مسواک کرنا،

خوشبو لگانا،

اگر میسر ہو، تو سب سے عمدہ کپڑا پہننا، یہ سنت ہے۔

روزِ مرّہ کپڑوں کے علاوہ، جمعہ کے دن کے لیے ایک خاص کپڑا، بنا کر رکھنا، یہ سنت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے، ایک خاص جوڑا تھا، جسے آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ ہی کے دن پہنا کرتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر تشریف لاتے تھے تو ہم تہہ کر کے رکھ دیتے تھے۔

جمعہ کے دن، سفید کپڑا پہننا، سب سے افضل ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ تم سفید کپڑے پہنا کرو،

کیوں کہ وہ نہایت پاکیزہ اور صاف ستھرا ہوتا ہے اور اس میں اپنے مردوں کو کفن بھی دیا کرو۔

کپڑا، ڈھیلا ڈھالا، ہونا چاہیے کہ آج کچھ نوجوان جنس پہن کر، نماز پڑھنے چلے آتے ہیں۔

شرٹ بھی چھوٹی،

جنس کا پچھلا حصہ بھی چھوٹا،

جب رکوع سجدہ میں جاتے ہیں تو ان کے جسم کا ایک حصہ کھل جاتا ہے۔

اور مرد کے لیے ناف سے لے کر گھنٹے تک چھپانا فرض ہے، اگر چار انگل کے برابر جسم کا کوئی بھی حصہ کھلا رہ گیا، تو اس کی نماز نہیں ہوگی، دوسروں کی نظر پڑنے کا، گناہ، الگ سے۔

اس لیے کرتہ پاجامہ، کم از کم نماز جمعہ کے لیے ہر مسلمان کے پاس تو ہونا ہی چاہیے۔

نزہۃ البساتین میں لکھا ہے: جمعہ کے روز عمامہ باندھنا مستحب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک جمعہ کے روز عمامہ باندھنے والوں پر، اللہ رب العزت اپنی رحمتیں نازل کرتے ہیں، اور فرشتے اس کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔

عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا پچیس گنا فضیلت رکھتا ہے، بغیر عمامہ کی نماز سے،

اور عمامہ کے ساتھ، جمعہ کی نماز پڑھنا، ستر گنا فضیلت رکھتا ہے، بغیر عمامہ کے جمعہ کی نماز پڑھنے سے۔

ہمیشہ عمامہ باندھنا سنت ہے، آج یہ سنت بالکل ختم ہوتی جارہی ہے۔

کم از کم نماز کے لیے عمامہ باندھ ہی لینا چاہیے، تاکہ کسی حد تک، سنت قائم ودائم رہے۔

بہر حال جمعہ کی نماز کے لیے غسل کرنا،

مسواک کرنا،

خوشبو لگانا،

اچھے کپڑے پہننا،

اگر ہو سکے، تو مسجد پیدل جانا،

مسجد صبح سویرے جانا یہ سب سنت ہے۔

نزہۃ البساتین صفحہ ۲۵۷ میں لکھا ہے: کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عمر! نمازِ جمعہ کو اپنے اوپر لازم کرلو، نمازِ جمعہ گناہوں اور خطاؤں کو ایسے منہدم کر دیتی ہے، جیسے کوئی اپنا مٹی کا گھر منہدم کر دیتا ہے۔

اے عمر! کوئی ایسا بندہ نہیں، جو نمازِ جمعہ کے لیے غسل کرتا ہے، تو وہ اس طرح گناہوں سے نکل جاتا ہے، جیسے وہ آج اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔

اے عمر! کوئی بندہ ایسا نہیں، جو نمازِ جمعہ کے لیے اپنے گھر سے نکلے، مگر راستہ کے کنکر پتھر، مٹی کے ذرے، اس کے لیے دعائے مغفرت کرتی ہیں۔

اے عمر! کوئی بندہ ایسا نہیں، جو پاک وصاف کپڑے پہن کر نماز جمعہ کے لیے نکلے، مگر پھر بھی اللہ رب العزت اس کی طرف نظر کرم نہ کرتے ہوں اور اس کی تمام حاجتیں پوری نہ کریں۔

میرے عزیز ساتھیو! اس امت کا، ایک دور وہ بھی تھا، کہ لوگ نیک کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔

جمعہ کے دن، فجر سے پہلے ہی، مسجد کی طرف، جمعہ کے برکات حاصل کرنے کے لیے، ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔

مسلم محلوں، اور گلی کوچوں میں، بازاروں میں، عجیب طرح کی چہل پہل نظر آتی تھی، کہ لوگ مسجد کی طرف رواں دواں نظر آرہے ہیں۔

چناں چہ آج بھی جمعہ کے دن، یہ منظر حرم مکی اور حرم مدنی میں نظر آتا ہے۔

حدیث شریف میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے، تو فرشتے مسجد

کے دروازہ پر آکر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

چناں چہ، جو شخص اول وقت میں مسجد میں داخل ہوتا ہے، تو اس کے نامۂ اعمال میں مکہ میں قربانی کا اونٹ بھیجنے کا ثواب، لکھ دیتے ہیں۔

پھر اس کے بعد جو آتا ہے تو اس کے نامۂ اعمال میں گائے بھیجنے کا ثواب، لکھ دیتے ہیں۔

پھر اس کے بعد جو آتا ہے تو اس کے نامۂ اعمال میں، مکہ میں قربانی کے لیے، دنبہ بھیجنے کا ثواب، لکھ دیتے ہیں۔

پھر اس کے بعد جو آتا ہے، اس کے نامۂ اعمال میں، مرغی بھیجنے کا ثواب، لکھ دیتے ہیں۔

پھر اس کے بعد جو آتا ہے تو اس کے نامۂ اعمال میں، انڈہ صدقہ کرنے کا ثواب، لکھ دیتے ہیں۔

پھر جب امام خطبہ کے لیے منبر پر آجاتا ہے، تو وہ فرشتے اپنا رجسٹر بند کر کے خطبہ سننے لگ جاتے ہیں، فرمایا: إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ فَلَا صَلٰوةَ وَلَا كَلَامَ۔

”خطبہ کے لیے جب امام اٹھ کھڑا ہو، تو اب نہ سلام و کلام جائز ہے“۔

نہ نماز جائز ہے،

نہ قرآن کریم کی تلاوت جائز ہے،

نہ درود شریف کا وظیفہ جائز ہے،

یہاں تک کہ کوئی بات، یا لغو کام کر رہا ہو تو اس کو منع کرنا بھی جائز نہیں۔

اس لیے کہ جمعہ کا خطبہ دو رکعت نماز کی جگہ پر ہے، تو جس طرح نماز میں بولنا، کسی کو کسی کام سے منع کرنا جائز نہیں، اسی طرح خطبہ میں بھی جائز نہیں۔

اور جو شخص جتنا ہی زیادہ، خطیب و منبر کے قریب بیٹھے گا، کل جنت میں میدانِ مزید، میں اللہ رب العزت کے قریب ہوگا۔

اور جو شخص جتنا ہی زیادہ، کان ودھیان سے خطبہ سنے گا، اور خطیب کو دیکھے گا، اتنا ہی زیادہ میدان مزید میں، اللہ رب العزت کا دیدار نصیب ہوگا، اور میدان مزید میں، انبیاء کرام علیہم السلام سب سے پہلی

صف میں ہوں گے۔

لہٰذا جو شخص پہلی صف میں بیٹھنے کی کوشش کرے گا، وہ میدان مزید، میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بیٹھے گا، اور جو مسجد میں آنے کے بعد جتنے ہی پیچھے بیٹھے گا، وہ وہاں بھی اتنے ہی پیچھے رہے گا۔

لہٰذا پہلے آنے والوں کے لیے ضروری ہے، کہ وہ پہلی صف کو پر کرلیں،

پھر دوسری صف کو پُر کرے،

پھر تیسری صف میں بیٹھیں۔

اور دیر میں آنے والے کے لیے مناسب نہیں، کہ وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے، آگے بڑھے جیسا کہ حدیث شریف میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص نماز کے لیے حاضر ہو، اور دیکھے کہ مسجد بھر چکی ہے، تو وہ زبردستی بیچ میں گھسنے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر، آگے پہنچنے کے بجائے وہیں پچھلی صف میں جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے،

تو اللہ رب العزت اس کو دوگناہ ثواب عطا فرمائیں گے، اور جو شخص لوگوں کی گردنیں پھلانگے گا تو اللہ رب العزت قیامت کے دن اس کو جہنم کا پل اس طرح بنائیں گے کہ لوگ اس کے اوپر سے گزریں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے غسل کیا پھر نمازِ جمعہ کے لیے مسجد میں آیا،

اور جس قدر اس کے نصیب میں تھی عبادت کی، نماز ادا کیا، پھر امام کے خطبہ سے فارغ ہونے تک خاموش بیٹھا رہا، اور امام کے ساتھ نماز ادا کی،

تو اللہ رب العزت اس کے اس جمعہ سے گزشتہ جمعہ تک اور مزید، تین دن کے، یعنی کل دس دن کے اس کے گناہوں کو بخش دیتے ہیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے: کہ جو شخص پورے اہتمام کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کرتا ہے تو اللہ رب العزت اس کو ایک مقبول حج کا ثواب عطا فرمادیتے ہیں۔

اور جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز، جماعت کے ساتھ ادا کرتا ہے تو اللہ رب العزت اس کو ایک مقبول عمرہ کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔

اللہ رب العزت ہم سب کو پورے احترام کے ساتھ جمعہ کا دن گزارنے اور پورے اہتمام کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کرنے کا جذبہ وتوفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ

وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

❀-----❀❀❀-----❀

[ضروری تنبیہ]

رمضان المبارک کا مہینہ تمام مہینوں سے افضل ہے، اور جمعۃ المبارک کا دن تمام دنوں سے افضل ہے، لہٰذا رمضان المبارک کا ہر جمعہ بہت قابل قدر ہے، اور رمضان المبارک کا آخری جمعہ اس لیے بہت ہی قابل قدر ہے، رمضان کے بعد آنے والے دنوں میں جمعہ کا دن تو ملے گا، مگر رمضان المبارک کا جمعہ نہیں ملے گا، معلوم نہیں اس رمضان المبارک کے بعد اور کوئی رمضان کا مہینہ ہمیں ملے یا نہ ملے، اس لیے آخری جمعہ کی جتنی قدر کی جائے کم ہے مگر اس کے لیے نیا لباس پہننا اس کو اسلامی تہوار سمجھنا، اس دن کے لیے کوئی خاص ذکر یا عبادت مقرر کرنا، اس کے لیے کوئی خاص خطبہ پڑھنا اس طور پر کہ اگر وہی خطبہ پڑھا جائے تو جمعۃ الوداع ادا ہوگا ورنہ نہیں، اسلام میں اس کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں، یہ بدعت ہے اس پر عمل کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

اللہ رب العزت ہم سب کو صحیح دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

- اگر سکون چاہتے ہو تو، قرآن کریم پڑھو!
- اگر صحت چاہتے ہو، تو روزہ رکھو!
- اگر مصیبتوں کا حل چاہتے ہو، تو کثرت سے استغفار کرو!
- اگر حقیقی خوشی چاہتے ہو، تو وقت پر عبادت کرو!
- اگر اپنے چہرہ کو پُر رونق بنانا چاہتے ہو، تو تہجد پڑھو!
- اگر غموں سے نجات چاہتے ہو، تو دعا کو لازم پکڑو!
- اگر برکت چاہتے ہو، تو کثرت سے درود شریف پڑھو!

جب درود شریف ایک عبادت ہے
تو ہم اس سے اتنے غافل کیوں؟

ان الحمدلله! الحمدلله نحمدهٗ ونستعينهٗ ونستغفرهٗ ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا ونشهد ان لا اله الا الله وحدهٗ لاشريك لهٗ ولا نظير لهٗ ولا وزير لهٗ ولا مشير لهٗ ولا معين لهٗ وصل علىٰ سيد الرسل و خاتم الانبياء المبعوث الىٰ كافة للناس بشيراً ونذيراً وداعياً الى الله باذنه وسراجاً منيراً۔ امابعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا o

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّ اَوْلَ النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَىَّ صَلٰوةً

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ o

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ o

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ o

آسان ہر ایک ہوتی ہے مشکل درود سے
مقصد دلوں کے ہوتے ہیں حاصل درود سے
ناقص اگر پڑھے تو ہو کامل درود سے
دل سوئے محمد ہوتا ہے مائل درود سے
ہر رنج کا علاج ہے ہر درد کی دوا
ہر طرح کی شفا ہوتی ہے حاصل درود سے

محترم بزرگو اور دوستو!

قرآن کریم میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اس آیت میں اللہ رب العزت نے،

اپنے نبی کی شان،

اپنے نبی کا مقام،

اوران پر درود بھیجنے کی اہمیت،

بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

لوگو! اللہ رب العزت، اپنے نبی پر درود بھیجتے ہیں،

فرشتے بھی، درود بھیجتے ہیں،

اے ایمان والو! تم بھی اپنے نبی پر، درود بھیجو۔

ذرا غور کیجیے! کہ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں بے شمار نیکیوں کا حکم دیا۔

بہت سی عبادتوں کو کرنے کا حکم دیا۔

چناں چہ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں نماز پڑھنے کا حکم دیا،

مگر خود نہیں پڑھتے ہیں۔

روزہ رکھنے کا حکم دیا، مگر خود نہیں رکھتے ہیں۔

زکوۃ کا حکم دیا، مگر خود نہیں دیتے۔

حج کا حکم دیا، مگر خود نہیں کرتے۔ آخر کیوں؟

اس لیے کہ اللہ رب العزت ان تمام عبادتوں سے پاک ہیں، ان کو کسی طرح کی عبادت کی ضرورت نہیں۔

مگر درود ایک ایسی عبادت ہے، جس کا حکم دینے سے پہلے، خود کرتے ہیں۔

اللہ رب العزت فرماتے ہیں: میں بھی درود بھیجتا ہوں،

میرے فرشتے بھی درود بھیجتے ہیں۔

اے ایمان والو! تم بھی میرے نبی کی بارگاہ میں درود بھیجو۔

کتابوں میں لکھا ہے: کہ روزانہ ستّر ہزار فرشتے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ پر حاضر ہو کر آپ کو درود کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔

میرے عزیز ساتھیو!

ہر وقت،

ہر لمحہ،

ہر آن،

گنبد خضریٰ، کی فضائیں، درود و سلام کے نغموں سے گونجتی رہتی ہیں۔

درود شریف، ایک ایسی عبادت ہے کہ جس کے لیے،

نہ کوئی وقت مقرر ہے،

نہ ہی کوئی حد مقرر ہے،

اور نہ ہی کوئی جگہ مقرر ہے۔

اسلام میں جتنی عبادتیں ہیں، ان کے لیے کوئی نہ کوئی وقت، کوئی نہ کوئی جگہ مقرر ہے۔

آپ دیکھیں ہر نماز کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔

اگر کوئی فجر کی نماز صبح صادق سے پہلے پڑھ لے تو اس کی نماز نہیں ہوگی، سورج نکلتے وقت پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔

اگر دو رکعت کی جگہ چار پڑھے، یا چار کی جگہ پانچ پڑھے، تو اُس کی نماز نہیں ہوگی۔

اسی طرح تمام نمازوں کا حال ہے۔

روزہ کا وقت، اور اس کی حد مقرر ہے، رمضان کے علاوہ کسی اور مہینہ میں، فرض سمجھ کر اگر کوئی روزہ

رکھے، تو اس کا روزہ نہیں ہوگا۔

اگر کوئی تیس روزے سے کم، یا زیادہ رکھے، تو اس کا زائد روزہ بھی نہیں ہوگا۔

معلوم ہوا کہ روزہ کے لیے ایک وقت اور ایک حد مقرر ہے۔

اسی طرح حج کے لیے بھی جگہ مقرر ہے،

اگر کوئی مکۃ المکرمہ کے علاوہ کسی اور جگہ حج کے لیے جائے تو اس کا حج اللہ رب العزت کے یہاں قبول نہیں۔

مگر درود ہی ایک ایسی عبادت ہے،

جب چاہو،

جہاں چاہو،

جتنا چاہو،

جس حال میں چاہو، اپنے نبی پر بھیج کر، اللہ رب العزت کی نگاہ میں محبوب بن جاؤ۔

درود ایک ایسی عبادت ہے،

کہ جس میں کوئی خامی، کوئی غلطی ہو جائے،

تب بھی اللہ رب العزت قبول کر لیتے ہیں۔

جب کہ دوسری عبادتوں میں اگر کوئی غلطی کوئی خامی ہو جائے،

تو اللہ رب العزت چاہیں قبول کریں اور اگر چاہیں تو رد کر دیں۔

مگر درود ہی ایک ایسی عبادت ہے،

جس کو اللہ رب العزت کسی بھی حال میں رد نہیں کرتے۔

کسی کا بھی پڑھا ہوا رد نہیں کرتے۔

بچہ پڑھے، تب بھی قبول،

بوڑھا پڑھے، تب بھی قبول،

جوان پڑھے، تب بھی قبول،

مرد پڑھے، تب بھی قبول،

عورت پڑھے، تب بھی قبول،

امیر پڑھے، تب بھی قبول،

غریب پڑھے، تب بھی قبول،

نیک پڑھے، تب بھی قبول،

بُرا پڑھے، تب بھی قبول،

کوئی ولی پڑھے، تب بھی قبول،

گناہوں میں لت پت آدمی پڑھے، تب بھی قبول،

کسی کا بھی پڑھا ہوا درود ہو، اللہ رب العزت اس کو کبھی رد نہیں کرتے۔

حضرت امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا فرشتہ پیدا کیا ہے، اس کا ایک بازو مشرق میں ہے، اور دوسرا مغرب میں،

جب کوئی شخص مجھ پر محبت وخلوص سے درود وسلام بھیجتا ہے، تو وہ فرشتہ پانی میں غوطہ کھا کر اپنے پر جھاڑتا ہے، تو اللہ رب العزت اس کے پر کے، ہر ٹپکنے والے قطرے سے، ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے، جو قیامت تک درود پڑھنے والے کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔

حضرت شیخ احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ، بارگاہ رسالت میں جب حاضر خدمت ہوئے، تو فرمایا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا سیدی! تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا ولدی! جب حضرت رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے، اکرام وذرّہ نوازی، کی یہ کیفیت دیکھی، تو بارگاہِ رسالت میں عرض کیا:

اے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جب میں یہاں سے دور تھا، تو اپنی روح کو نائب بنا کر بارگاہِ خدمت میں بھیجا کرتا تھا۔

آج جب مجھے حاضری کی سعادت ملی ہے، تو میری یہ دلی تمنا ہے کہ آپ اپنے لطف وعنایت کا ہاتھ

بڑھایئے، تاکہ میرے تشنہ لب سیراب ہوں۔

کتابوں میں آتا ہے: کہ مرکزِ انوارِ تجلیات سے ایک ایسا حسین وجمیل ہاتھ ظاہر ہوا، کہ جس کے حسن وجمال سے پوری مسجد نبوی جگمگا اٹھی، زائرین وحاضرین، اپنے ہوش کھو بیٹھے۔

حضرت شیخ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ، دنیا کے ایسے خوش قسمت انسان ہیں، جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی آپ کے دستِ نبوت کو بوسہ دیا۔

حضرت علامہ مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ فارسی زبان کے بہت بڑے شاعر تھے۔

جب وہ پہلی مرتبہ حج کے لیے تشریف لے گئے، تو مدینہ منورہ کے گورنر کو خواب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جامی کا چہرہ گورنر کو دِکھاتے ہوئے فرمایا: کہ اس شخص کو میری قبر پر آنے سے روک دیا جائے، اس لیے کہ یہ میرا دیوانہ، جس عشق ومستی اور جن جذبات کے ساتھ آرہا ہے، اگر اس کو روکا نہ گیا، تو مجھے قبر سے نکل کر اس کے ساتھ معانقہ کرنا پڑے گا۔

اور یہ میرے لیے مناسب نہیں اس لیے کہ میری قبر قیامت ہی کے دن کھلے گی۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ درود ایک ایسی عبادت ہے، جو اللہ رب العزت کے یہاں ہر حال میں قبول ہوتی ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ

قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا، جو سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجے گا۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے، اس پر اللہ رب العزت کی دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں، اور اللہ رب العزت کی ایک رحمت کی کوئی حد اور انتہا نہیں، اس کے دس گناہ معاف ہوتے ہیں، اور جنت میں اس کے دس درجے بلند ہوتے ہیں۔

اور جو شخص مجھ پر (۱۰۰) سو مرتبہ درود پڑھتا ہے، تو اللہ رب العزت اس کی پیشانی پر، "بَرَأَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ وَبَرَأَةٌ مِّنَ النَّارِ" لکھ دیتے ہیں یعنی یہ شخص نفاق سے بری اور جہنم سے آزاد ہے۔

اور کل قیامت کے دن اللہ رب العزت اس کا حشر شہیدوں کے ساتھ فرمائیں گے، اور جو شخص میری محبت میں ایک ہزار مرتبہ درود پڑھے گا تو کل قیامت کے دن اس کے لیے میری شفاعت واجب ہے۔

ایک مرتبہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن کعب رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اگر تو مجھ پر ہر وقت درود پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ تمہارے سارے گناہوں کو معاف کر دیں گے، اور تمہارے سارے غموں کو ختم کر دیں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے، ایک موقع پر ایک عجیب بات ارشاد فرمائی:

اَلصَّلٰوۃُ عَلَی النَّبِیِّ اَمْحَقُ الذُّنُوْبَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ لِلنَّارِ۔

جس طرح ٹھنڈا پانی، آگ کو جلدی بجھا دیتا ہے، اسی طرح درود شریف کا پڑھنا، انسان کے گناہوں کو اس سے بھی زیادہ جلدی ختم کر دیتا ہے۔

ایک حدیث مبارک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِیْ کِتَابٍ لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِکَۃُ تَسْتَغْفِرُ لَہٗ مَادَامَ اِسْمِیْ فِیْ ذٰلِکَ الْکِتَابِ۔

اگر کوئی بندہ لکھ رہا ہو، اور لکھتے ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی آجائے، اور وہ نام نامی اسم گرامی کے ساتھ "صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" لکھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تک اس کتاب میں میرے نام کے ساتھ یہ درود شریف لکھا رہے گا، اس وقت تک ایک فرشتہ اس کے لیے استغفار کرتا رہے گا۔

حضرت جعفر بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کہ میں نے ایک (مشہور محدث) حضرت ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ آسمان پر ہیں، اور نماز میں فرشتوں کی امامت کر رہے ہیں، میں نے پوچھا: یہ عالی مرتبہ کس وجہ سے ملا؟

انھوں نے کہا: کہ میں نے اپنے اس ہاتھ سے دس لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔

اور جب بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک لکھتا، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک پر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھتا تھا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے، اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود (رحمت) بھیجتے ہیں، اس حساب سے حق تعالیٰ شانہ نے میرے نامۂ اعمال میں، ایک کروڑ درود کا ثواب لکھ دیا۔

جب کہ اللہ رب العزت کی ایک ہی رحمت میری بخشش کے لیے کافی تھی، پھر ایک کروڑ رحمتوں کے، کیا کہنے۔

شیخ ابنِ ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، کہ میں نے اپنے والد کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا، میں نے ان سے پوچھا: کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟

انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی، میں نے پوچھا: کہ کس عمل پر، انھوں نے فرمایا: کہ ہر حدیث میں، میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود لکھتا تھا۔

اسی لیے علماء نے لکھا ہے: کہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جب نام آئے، تو پورا درود لکھا جائے۔

"صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کے بجائے "صلعم" یا آدھا (ؐ) لکھنا مکروہ ہے۔

ابو علی حسن ابن علی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کہ مجھے ابو طاہر نے حدیث پاک کے چند اجزاء لکھ کر دیئے، میں نے ان میں دیکھا، کہ جہاں کہیں بھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاک نام آیا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک نام کے بعد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً لکھا کرتے تھے۔

میں نے پوچھا: کہ اس طرح کیوں لکھتے ہو؟ انھوں نے کہا: کہ میں اپنی نوعمری میں حدیث پاک لکھا کرتا تھا، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک نام پر درود نہیں لکھتا تھا۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی، میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے سلام عرض کیا، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منہ پھیر لیا،

دوسری جانب حاضر ہو کر سلام عرض کیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا،

میں تیسری مرتبہ چہرۂ انور کی طرف حاضر ہوا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ مجھ سے چہرہ کیوں پھیر رہے ہیں؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس لیے کہ، جب تو اپنی کتاب میں میرا نام لکھتا ہے، تو مجھ پر درود نہیں لکھتا ہے، اسی وقت سے میرا یہ دستور ہو گیا کہ جب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک لکھتا ہوں صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً لکھتا ہوں۔

حضرت عبید اللہ ابنِ عمر قواریری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے: کہ ایک کاتب میرا پڑوسی تھا، اچانک وہ مر گیا، میں نے اس کو خواب میں دیکھا، اور پوچھا اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ، کیا، معاملہ کیا؟

انھوں نے کہا: مجھے بخش دیا گیا، میں نے وجہ پوچھی، تو اس نے کہا: میری یہ عادت تھی، کہ جب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا، مبارک نام، کتاب میں لکھتا، تو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور بڑھاتا۔

اللہ رب العزت کو یہ ادا اتنی پسند آئی، کہ جس کی وجہ سے میری مغفرت کر دی، اور مجھے اتنا عطا کیا اور ایسا کچھ عطا کیا،

جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے۔

نہ کسی کان نے سنا ہے۔

نہ ہی کسی دل پر اس کا خیال تک گزرا ہے۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، ایک نوجوان آیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، اس کو اپنے، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان بٹھالیا۔

پھر فرمایا: ابوبکر تمہیں اس بات پر تعجب ہو رہا ہوگا، کہ اس کو تمہارے اور اپنے درمیان کیوں بٹھایا،

تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مجھے اس بات پر بڑی حیرت ہو رہی ہے،

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا یہ نوجوان امتی، مجھ پر ایسا درود پڑھتا ہے، جو درود میری اُمت میں سے کوئی اور دوسرا ایسا درود نہیں پڑھتا، وہ درود یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ وَ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ وَ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا اُمِرْتَ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ وَ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ اَنْ يُّصَلّٰى عَلَيْهِ وَ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَّصَلّٰى عَلَيْهِ۔

اس لیے میں نے اس کو اپنے قریب بٹھایا۔

میرے دوستو! ذرا سوچیے، کہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں اپنے اوپر، درود پڑھنے والے کو دنیا میں اتنا قریب بٹھاتے ہوں، تو وہ کل قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کتنا قریب ہوگا، جس کا ہم اور آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔

اسی لیے حدیث شریف میں آتا ہے: کہ قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب، وہ شخص ہوگا، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر، سب سے زیادہ، درود پڑھتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے: کہ آپ پر، سب سے زیادہ درود پڑھنے والا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ، اس طرح جنت میں داخل ہوگا، کہ اس کے کندھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے سے ملے ہوئے ہوں گے، یعنی اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتہائی درجے کا قرب اور معیت حاصل ہوگی۔

حضرت ابنِ بنان اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی میں نے پوچھا: کہ یارسول اللہ! امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے خاندانی نسب سے ہیں، کیا آپ نے، ان کا خصوصی اکرام فرمایا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی ہے، کہ کل قیامت کے دن ان کا حساب نہ لیا جائے۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کس عمل کی وجہ سے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اوپر، درود، وہ ایسے الفاظ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، جن الفاظ کے ساتھ، کسی اور نے نہیں پڑھا۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ الفاظ کیا ہیں؟

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ، وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ۔

عزیز ساتھیو! کون سا درود اللہ رب العزت کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے؟

درود پڑھنے کا طریقہ کیا ہے؟

درود پڑھنے کے دنیا اور آخرت میں کیا فائدے ہیں؟

درود، نہ پڑھنے پر، دنیا وآخرت میں کیا نقصانات ہیں؟

ان چند باتوں کو بیان کر کے، میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

سب سے پہلے یہ بات سمجھیں، اس امت کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تمام نبیوں سے افضل،

یہ امّت تمام اُمتوں سے افضل،

اس امت کو، جو عبادت یعنی نماز ملی، وہ تمام عبادتوں سے افضل ہے،

افضل امت کو،

افضل عبادت میں،

افضل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر،

جو افضل درود پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے،

وہ بھی درود تمام درودوں سے افضل ہے۔

اور وہی طریقہ تمام طریقوں سے افضل ہے۔

اللہ رب العزت نے فرمایا: اے میرے بندو!

جب تم نماز میں میری تعریف بیان کرو تو کھڑے ہو کر،

جب تم میری بڑائی بیان کرو تو قیام کی حالت میں،

مگر جب تم کو میرے محبوب پر درود پڑھنا ہو،

جب تم کو، کائنات کے سردار پر، درود پڑھنا ہو، تو دوزانو ہو کر، باادب بیٹھ کر، قبلہ رو ہو کر پڑھو۔

اور یہ بھی سن لو، جب میری تعریف بیان کرو، تو بلند آواز سے جب سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہو، جب

میری کبریائی بیان کرنی ہو تو اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہو،

لیکن جب تمھیں میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، درود پڑھنا ہو،

تو اونچی آواز سے نہیں،

شور مچا کر نہیں،

بلکہ آہستہ آواز میں باادب بیٹھ کر پڑھو،

یہی محبت کا تقاضہ ہے،

یہی ادب کا تقاضہ ہے۔

خاموش اے دل بھری محفل میں چلّانا نہیں اچھا ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

اگر نبی سے محبت ہے، تو وہی درود پڑھو، جو اللہ اور اس کے رسول نے سکھایا۔

اسی طریقہ سے پڑھو، جو اللہ اور اس کے رسول نے سکھایا۔

اور جب درود پڑھنا ہو تو

اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ۔ صَلَّيْتُ عَلٰى مُحَمَّدٍ۔ اُصَلِّيْ عَلٰى مُحَمَّدٍ۔

میری طرف سے اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ پر درود نازل ہو نہ کہو، بلکہ۔۔۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، کہو۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث کی کتابوں میں، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، نے بھی مختلف مقامات پر، اپنی صحاح میں نقل کیا ہے، کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب یہ آیت يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ نازل ہوئی، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا:

یا رسول اللہ! ہم آپ پر سلام تو پڑھتے ہیں۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ، ہم آپ پر صلوٰۃ کیسے پڑھیں؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ پڑھا کرو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

تو معلوم یہ ہوا کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ یہ سلام ہے۔

اور اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ یہ صلوٰۃ ہے،

تو سلام بھی ہمارے نبی نے سکھایا،

اور صلوٰۃ بھی ہمارے نبی نے سکھایا،

اور جو صلوٰۃ وسلام ہمارے نبی نے سکھایا۔

اور جو طریقہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا، وہی درود، وہی طریقہ، اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہے۔

اور وہی درود، وہی طریقہ، قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

اور اس سے ہٹ کر اگر کوئی اپنی طرف سے درود وسلام پڑھتا ہے،

تو وہ اللہ اور اس کے رسول کے یہاں مقبول نہیں، اس کو نعت خوانی تو کہہ سکتے ہیں، مگر صلوٰۃ وسلام نہیں کہہ سکتے۔

وہ made in India درود تو سکتا ہے،

مگر made in madina نہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ یہ درود، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنا پسند ہے، کہ

جس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے، کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ میں طواف کر رہا تھا، کہ ایک شخص کو دیکھا، کہ وہ ہر قدم پر درود ہی پڑھتا ہے،

جب بھی وہ قدم اٹھاتا یا رکھتا ہے۔ اور کوئی تسبیح وتہلیل وغیرہ نہیں پڑھتا ہے،

تو یوں کہتا ہے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ

میں نے اس سے وجہ پوچھی،

تو اس نے کہا:

اے سفیان ثوری! اگر تو یکتائے زمانہ، نہ ہوتا، تو تجھ کو، میں اپنا راز نہ بتا۔

پھر اس نے کہا: میں ایک مرتبہ اپنی والدہ کے ساتھ حج کے لیے جا رہا تھا، ایک جگہ پہنچ کر میری والدہ کی طبیعت ناساز ہوگئی، بہت علاج ومعالجہ کے باوجود ان کا انتقال ہوگیا، اور منھ کالا ہوگیا، پیٹ پھول گیا، میں یہ دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوا، اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھی، اور کپڑے سے ان کا منھ ڈھک دیا۔

اتنے میں میری آنکھ لگ گئی، میں نے خواب میں دیکھا، کہ حجاز کی طرف سے ایک بادل آیا، اور اس سے ایک حسین وجمیل چہرے والے صاحب ظاہر ہوئے۔

ایسا حسین وجمیل میں نے آج تک کبھی کسی کو نہیں دیکھا تھا، ان سے زیادہ صاف ستھرا لباس، ان سے زیادہ بہترین خوشبو والا کبھی کسی کو نہیں دیکھا، انھوں نے، اپنا مبارک ہاتھ، میری والدہ کے چہرے پر پھیرا، جس سے وہ بالکل سفید اور روشن ہوگیا۔

اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو وہ ورم بالکل جاتا رہا۔

میں نے ان سے عرض کیا: کہ آپ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ جو میری اور میری والدہ کی مصیبت کو آپ نے دور کردیا۔

انھوں نے فرمایا: میں تیرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں، میں نے عرض کیا: مجھے کوئی وصیت کیجیے، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی قدم تو رکھا کرے تو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ پڑھا کر۔

لہٰذا اسی وقت سے، میں نے اپنا یہ معمول بنالیا ہے، کہ جب بھی کوئی قدم رکھتا ہوں یا اٹھاتا ہوں تو یہ درود پڑھتا ہوں۔

اس کے علاوہ بہت درود، حدیث کی کتابوں سے ثابت ہیں۔

ایک درود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی

آلِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْماً کہ جو شخص جمعہ کے دن، عصر کے بعد، اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے، اسّی مرتبہ پڑھے، تو اللہ رب العزت اس کے اسّی سال کے گناہ معاف فرمادیں گے۔ اور اسّی سال کی عبادت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیں گے۔

یہ درود، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتنا پسند ہے، اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

ایک مرتبہ محسن امت، مجددِ دین وملت، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو پیارے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی، تو میں نے فرمایا: کہ میں اس درود اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَ مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی آلِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْماً کثرت سے پڑھتا ہوں،

کیا میں اس درود کو کثرت سے پڑھا کروں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! یہ درود مجھے بہت پسند ہے۔

درود پڑھنے کے فائدے کیا ہیں؟

اس کا اندازہ ان باتوں سے لگایا جاسکتا ہے،

جو شخص کثرت سے درود پڑھتا ہے، مرنے سے پہلے وہ جنت میں اپنا مقام اور مرتبہ دیکھ لیتا ہے۔

جو شخص کثرت سے درود پڑھتا ہے، تو جب وہ مرجاتا ہے، تو وہ درود، اس کے لیے استغفار کرتا رہتا ہے۔

جو شخص درود پڑھتا ہے، تو قبر میں یہ درود منکر نکیر کے سوالوں کے جواب دینے میں معاون بنتا ہے۔

جو شخص درود پڑھتا ہے، کل قیامت کے دن میدان محشر میں اس کو پیاس کی تکلیف نہیں ہوگی۔

جو شخص درود پڑھتا ہے، تو پل صراط پار کرنے میں اس کے پاؤں ڈگمگانے کے بجائے، ثابت قدم رہیں گے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر سے تشریف لائے، اور ارشاد فرمایا: میں نے رات ایک عجیب خواب دیکھا، کہ ایک شخص ہے، وہ پل صراط پر کبھی گھسٹ کر چلتا ہے، کبھی گھٹنوں کے بل، اور کبھی کسی چیز میں اٹک اور پھنس جاتا ہے، اتنے میں مجھ پر درود پڑھنا، اس شخص کے پاس پہونچا، اور اس نے اس کو کھڑا کردیا، یہاں تک کہ

وہ پل صراط سے آسانی سے گزر گیا۔

جو شخص درود پڑھتا ہے، تو وہ، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے غصہ اور جاہ جلال سے محفوظ و مامون رہے گا۔

جو شخص درود پڑھتا ہے، تو کل قیامت کے دن دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھا جائے گا، اور اس کی نیکیوں کا پلڑا کل قیامت کے دن بہت بھاری اور وزنی ہوگا۔

جو شخص ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے، تو اس کے نامۂ اعمال میں قیراط یعنی احد پہاڑ کے برابر ثواب لکھا جائے گا۔

جو شخص درود پڑھتا ہے، تو روز بروز اس کے گناہ مٹتے رہتے ہیں، اور اگر وہ کوئی گناہ کر بھی لے، تو کراماً کاتبین تین دن تک اس کے گناہ نہیں لکھتے،

اور اس کی توبہ کا انتظار کرتے رہتے ہیں، پھر بھی اگر توبہ نہ کرے تو تین دن کے بعد وہ گناہ لکھا جاتا ہے۔

جو شخص درود پڑھتا ہے، تو کل قیامت کے دن وہ میدان محشر کی، ہولنا کیوں، سے محفوظ رہے گا اور اس کو عرش الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا۔

جو شخص درود پڑھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری کرتے ہیں، تیس دنیا میں، اور ستر آخرت میں پوری ہوگی۔

جو شخص درود پڑھتا ہے، تو اللہ رب العزت اس سے تنگ دستی اور محتاجگی کو دور فرما دیتے ہیں۔

جو شخص درود پڑھتا ہے، تو تمام مخلوق اس سے محبت کرتی ہے، یہاں تک کہ فرشتے بھی اس کے دنیا کے کاموں میں اعانت و مدد کرتے ہیں۔

جو شخص درود پڑھتا ہے، تو اللہ رب العزت کی رحمت اس کو چاروں طرف سے ڈھانپ لیتی ہے، اور جس مجلس میں پڑھا جاتا ہے، تو وہ مجلس کل قیامت کے دن، چمکتا ہوا، نور بنے گی۔

جو شخص درود پڑھتا ہے، تو اللہ رب العزت اس کے دل سے زنگ کو دور کر دیتے ہیں، اور اس کو مرض نسیان یعنی بھولنے کی بیماری سے محفوظ فرما دیتے ہیں۔

اور اگر اس سے بعض فرائض میں کوئی کمی یا کوتاہی ہو جائے، تو اللہ رب العزت کل قیامت کے دن اس سے کوئی باز پرس نہیں فرمائیں گے۔

اور اللہ رب العزت کے نزدیک فرائض کے بعد، تمام اعمال میں سب سے افضل عمل، درود شریف کا پڑھنا ہے۔

لہٰذا جو شخص اگر دن میں سو دفعہ درود شریف پڑھ لیتا ہے، تو وہ اللہ رب العزت کے یہاں رات دن عبادت کرنے والوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے: کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ رب العزت نے ایک ایسا فرشتہ پیدا فرمایا، جس کو تمام مخلوق کی بات سننے کی طاقت اور قوت عطا فرمائی ہے، جو قیامت تک میری قبر پر متعین رہے گا۔

لہٰذا جب کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے، تو وہ فرشتہ اس شخص کا اور اس کے باپ کا نام لے کر مجھ سے کہتا ہے،

اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! فلاں ابن فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جو شخص مسلسل کثرت سے درود پڑھتا ہے، تو اس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب حاصل ہو جاتا ہے، اور اس قرب کے حاصل ہونے کی وجہ سے اس کو خوابوں میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

جو شخص مجھے خواب میں دیکھے گا، وہ قیامت میں مجھے دیکھے گا،

اور جو مجھے قیامت میں دیکھے گا، میں اس کی سفارش کروں گا،

اور جس کی میں سفارش کروں گا، وہ میرے حوضِ کوثر سے پانی پیئے گا،

اور اللہ رب العزت اس کے بدن کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیں گے۔

اس لیے ہر مسلمان کی یہ تمنا ہونی چاہیے کہ ہم خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ضرور کریں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ترغیب السعادات میں لکھتے ہیں:

کہ جو شخص یہ چاہتا ہے، کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کروں، تو اس کو چاہیے کی جمعہ کی رات میں، دو رکعت نفل نماز کی نیت باندھے، اور ہر رکعت میں گیارہ مرتبہ آیۃ الکرسی، اور گیارہ مرتبہ، قُلْ هُوَ اللهُ، اور سلام پھیرنے کے بعد، سو (۱۰۰) مرتبہ یہ درود پڑھے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلِّمْ۔

ان شاء اللہ ابھی تین جمعہ گذرنے نہ پائیں گے، کہ اس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوگی۔

محترم بزرگو اور دوستو! درود شریف اور جمعہ کا بہت گہرا تعلق ہے،

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری مخلوق میں سب سے افضل۔

اسی طرح جمعہ کا دن بھی تمام دنوں سے افضل۔

اور افضل دن میں،

افضل نبی پر،

افضل درود شریف کا، پڑھنا اور زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

اسی لیے علماء نے لکھا ہے: کہ

جس طرح اللہ رب العزت نے رمضان کی خاص عبادت، اور ذکر قرآن کریم کو بنایا ہے۔

جس طرح، حج کا خاص ذکر، تلبیہ کو بنایا ہے۔

جس طرح، نماز کا خاص ذکر، اللہ رب العزت کی بڑائی یعنی تکبیر بیان کرنا ہے۔

اسی طرح جمعہ، کی خاص عبادت اور ذکر، پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنا ہے۔

اور اسی لیے علماء نے لکھا ہے: جو شخص جمعہ کے دن پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک دفعہ درود پڑھتا ہے، تو اللہ رب العزت اور اس کے فرشتے اس پر ستر (۷۰) دفعہ رحمتیں بھیجتے ہیں۔

ایک حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

جو شخص جمعہ کے دن، یا جمعہ کی رات میں، مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے،

تو اللہ رب العزت اس کی سوحاجتیں پوری کرتے ہیں،

اور اس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیتے ہیں، جو اس درود کو، میری قبر تک اس طرح پہونچا تا ہے، جیسے تم لوگ، ایک دوسرے کے پاس ہدایا اور تحائف بھیجتے ہو۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو! جس طرح بغیر وضو کے اللہ رب العزت نماز قبول نہیں فرماتے، اسی طرح بغیر درود کے، دعا قبول نہیں کرتے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اَلدُّعَاءُ وَ الصَّلٰوۃُ مُعَلَّقٌ بَیْنَ السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ فَلَا یَصْعَدُ اِلَی اللّٰہِ مِنْہُ شَیْئٌ حَتّٰی یُصَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

کہ دعا و نماز آسمان اور زمین کے درمیان، اس وقت تک معلق رہتی ہے، اس وقت تک قبولیت کے لیے اوپر نہیں جاتی، جب تک ان میں درود شریف نہ پڑھا جائے۔

اسی لیے ہر دعا سے پہلے اور بعد میں درود شریف پڑھنا چاہیے۔

اس لیے کہ درود شریف اللہ رب العزت ہر حال میں قبول فرماتے ہیں، اور جب درود شریف اول و آخر میں ہوگی، تو اس کے وسیلے سے دعا بھی قبول ہو جائے گی۔

اسی لیے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلدُّعَاءُ بَیْنَ الصَّلٰوتَیْنِ لَا یُرَدُّ۔

وہ دعا کبھی رد نہیں ہوتی جو، دو، درودوں کے درمیان مانگی جائے۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو! ویسے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود کا پڑھنا ہر مسلمان پر فرض ہے دینی بھی اور اخلاقی بھی۔

اخلاقی اس لیے کہ۔۔۔

جس نبی کے ذریعہ، انسان کو انسانیت ملی۔

جس نبی کے ذریعہ، انسان کو زندگی گزارنے کا طریقہ ملا۔

جس نبی کے ذریعہ، ہمیں امانت ملی، دیانت ملی، عدالت ملی۔

جس نبی کے ذریعہ، ہمیں سیاست ملی، سخاوت ملی۔

جس نبی کے ذریعہ، ہمیں ایمان جیسی نعمت ملی۔

جس نبی کے ذریعہ، ہمیں قرآن جیسی دولت ملی۔

جس نبی کی برکت سے، عورتوں کو عزت ملی۔

جس نبی کی برکت سے، ماں، ماں بنی،

بہن، بہن بنی،

بیٹی، بیٹی بنی،

بیوی، بیوی بنی،

والدین کو عظمت ملی۔

جس نبی کی برکت سے، مہمانوں کو ضیافت ملی۔

جس نبی کی برکت سے، انسانوں کو تمام مخلوق میں شرافت ملی۔

جس نبی کی برکت سے، کائنات کو وجود ملا۔

جس نبی کی برکت سے، آج ہم مسلمان اپنی تمام تر کوتاہیوں اور گناہوں کے باوجود اس دنیا میں زندہ ہیں۔

میرے دوستو! ذرا سوچیے تو صحیح، آج وہ کون سا گناہ ہے، وہ کون سا پاپ ہے، جو ہم نہیں کررہے ہیں، آج وہ کون سا گناہ اور پاپ ہے، جو پچھلی امتوں میں تھا، جسے آج ہم مسلمان نہیں کررہے ہیں۔

آج شراب، ہم مسلمان پی رہے ہیں۔

جوا، ہم مسلمان کھیل رہے ہیں۔

چوری، ڈکیتی، ہم مسلمان کررہے ہیں۔

زنا، عصمت دری، ہم مسلمان کررہے ہیں۔

ناحق قتل وغارت، ہم مسلمان کررہے ہیں۔

جہیز کی خاطر، بہو بیٹیوں کو، زندہ ہم جلا رہے ہیں۔

چاہیے تو یہ تھا، کہ آگ کی بارش ہوتی اور ہم جل کر راکھ ہو جاتے۔

چاہیے تو یہ تھا، کہ زمین پھٹتی اور ہم اس میں دھنس جاتے۔

چاہیے تو یہ تھا، کہ پتھروں کی بارش ہوتی اور ہم دب کر مر جاتے۔

چاہیے تو یہ تھا، کہ ایک زبردست طوفان اور سیلاب آتا اور ہمیں کوڑے کرکٹ کی طرح بہا لے جاتا۔

چاہیے تو یہ تھا، کہ آسمان سے ایک ایسی زوردار چیخ ماری جاتی جس سے ہمارے کلیجے پھٹ جاتے ہمارے، پتے پانی، ہو جاتے اور ہم اسی دم مر جاتے۔

مگر قربان جاؤں، اس آقائے مدنی، فداہ ابی و امی، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، کہ جن کی برکت سے آج بھی اگر کوئی عذاب آتا ہے، تو وہ عذاب گنبد خضریٰ کی وجہ سے واپس چلا جاتا ہے۔

میرے دوستو! جس نبی کی وجہ سے، آج ہم اس دنیا میں زندہ ہے۔

جس نبی کی وجہ سے، آج ہم اس دنیا میں چل پھر رہے،

کھا پی رہے ہیں۔

چین وسکون کی زندگی گزار رہے ہیں۔

کیا اس نبی کا ہم پر اتنا بھی حق نہیں بنتا؟ کہ ہم روزانہ سو، دوسو، مرتبہ درود شریف پڑھ کر، عقیدت و محبت کا نذرانہ پیش کر دیں۔

جب کہ وہی نبی دن رات اس فکر میں ڈوبے رہتے تھے، کہ کس طرح میری امت جہنم سے بچ کر جنت میں جانے والی بن جائے۔

راتوں میں اللہ رب العزت کے سامنے نماز میں کھڑے ہو کر رو رو کر ہمارے لیے مغفرت کی دعائیں کیا کرتے تھے۔

سجدہ میں جا کر دعائیں کرتے، یا اللہ! میری امت کو معاف کر دے، یا اللہ! میری امت کو معاف کر دے۔

نماز میں اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ پاؤں مبارک میں ورم آجاتے تھے، مگر اللہ کے سامنے روتے ہوئے کہتے، یا اللہ! میری امت کو جہنم سے بچالے، یا اللہ! میری امت کو جنت میں داخل فرما۔

جب قربانی کا وقت آتا، تو دو مینڈھے ذبح کرتے، یا اللہ! ایک میری طرف سے، ایک میری امت کی طرف سے قبول فرما۔

اے مسلمانو! ذرا بتاؤ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طائف میں مار مار کر لہولہان کیا گیا تو کس لیے!

آپ کو، تین سال تک شعبِ ابی طالب میں قید رکھا گیا تو کس لیے!

آپ کے، جسم اطہر پر غلاظت ڈالی گئی تو کس لیے!

آپ کے، قتل پر انعام رکھا گیا تو کس لیے!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، بیک وقت، دو، دو بیٹیوں کے طلاق کو، برداشت کیا، تو کس لیے!

آپ کو، گھر بار وطن چھوڑ کر، ہجرت کرنے پر مجبور کیا گیا، تو کس لیے!

آپ نے، مختلف جنگوں میں اپنے یاروں، جاں نثار صحابہ کی شہادت، اور خصوصاً، اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی دردناک شہادت کے غم کو برداشت کیا، تو کس لیے!

آپ کو بھوک کی شدت کی وجہ سے، پیٹ پر، دو، دو پتھر باندھنے پڑے، تو کس لیے!۔

میرے دوستو! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ساری تکلیفیں،

یہ ساری مشقتیں،

اور یہ ساری مصیبتیں،

صرف اور صرف اپنی امت کے لیے برداشت کی، ہمارے اور آپ کے لیے برداشت کیں تاکہ میری امت کسی طرح جہنم سے بچ کر جنت میں جانے والی بن جائے۔

اور اسی پر بس نہیں، بلکہ کل قیامت کے دن نفسی نفسی کے عالم میں،

جب ہر انسان، پریشانیوں میں مبتلا ہوگا۔

جب ہر انسان، کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔

جب ماں بیٹی سے، دور بھاگ رہی ہوگی۔

جب باپ بیٹے سے، دامن بچا رہا ہوگا۔

جب بیوی شوہر سے، بے وفائی کررہی ہوگی۔

جب بیٹا اپنے باپ سے، راہ فرار اختیار کررہا ہوگا۔

جب دوست اپنے دوست سے، نگاہیں چرا رہا ہوگا۔

جب نوکر بھی اپنے مالک کو، ٹکا سا جواب دے کر کنارہ کش ہورہے ہوں گے۔

یہاں تک کہ اللہ رب العزت کے جاہ جلال، شان بے نیازی اور قیامت کی ہولناکیوں کو دیکھ کر، کسی نبی کی اتنی ہمت نہیں ہوگی، کہ اللہ جل جلالہ کے سامنے کسی کی سفارش کرسکیں، تو اس وقت۔۔۔

ہمارے آقا، مشفق ومربی، دونوں کائنات کے سردار، دونوں عالم کے سرکار، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ رب العزت کے سامنے، سجدے میں روتے ہوئے، یَا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ کہہ رہے ہوں گے، اس وقت، ہماری محبت میں بے چین ہوکر، میدان محشر میں بھاگ دوڑ رہے ہوں گے۔

کبھی میزان عمل پر، ہمارے اعمال تلوا، رہے ہوں گے۔

کبھی پل صراط پر، ہمیں پل پار کروا رہے ہوں گے۔

کبھی حوض کوثر پر، اپنے پیاسے امتیوں کو جام کوثر پلا رہے ہوں گے۔

جو نبی ہم سے اتنی محبت کرے جو نبی اتنا محسن اور اتنا مشفق ہو،

افسوس صد افسوس! آج اس محسن و مشفق نبی پر درود پڑھنے کے لیے ہمارے پاس ٹائم اور وقت نہیں۔

آج ہمارے پاس گھنٹوں اخبار پڑھنے کے لیے ٹائم ہے۔

آج ہمارے پاس گھنٹوں ٹی وی، موبائل دیکھ کر، اپنے ایمان، اپنے اعمال، اپنے اوقات، برباد کرنے کے لیے ٹائم ہے۔

مگر افسوس! آج اگر ہمارے پاس ٹائم نہیں ہے تو پیارے نبی پر درود پڑھنے کے لیے نہیں ہے۔

جب کہ ہر امتی کا اخلاقی فریضہ تھا، کہ وہ کم از کم تین سو مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس محسن کے احسان

کا بدلہ دینے کی کوشش کرتے۔

کتنے خوش نصیب ہیں، وہ لوگ جو روزانہ اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔

اور کتنے خوش ہوتے ہوں گے، پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص سے، جب یہ کہا جاتا ہوگا کہ فلاں بن فلاں نے آپ پر، درود کا نذرانہ، بھیجا ہے۔

یہ وہ لوگ ہوں گے، جن پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت واجب ہوگی،

اور یہ وہ لوگ ہوں گے، جن کو آپ کے ہاتھوں حوض کوثر پہ، جام کوثر، پینا نصیب ہوگا۔

یہ وہ لوگ ہوں گے، جن کو آپ کے ساتھ جنت میں داخلہ نصیب ہوگا۔

تو میں یہ عرض کررہا تھا، کہ ہر مسلمان پر درود کا پڑھنا فرض ہے، دینی بھی، اور اخلاقی بھی۔

دینی اس لیے کہ جس طرح اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں نماز کا حکم دیا تو فرمایا:

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ نماز قائم کرو۔

زکوٰۃ کا حکم دیا تو فرمایا: وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ زکوٰۃ ادا کرو۔

روزہ کا حکم دیا تو فرمایا: عَلَیْکُمُ الصِّیَامَ تم روزہ رکھو۔

حج کا حکم دیا تو فرمایا: وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ۔

اسی طرح اللہ رب العزت نے حکم دیا: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ۔

اے ایمان والو! تم میرے محبوب پر درود وسلام پڑھو۔

علماء نے لکھا ہے: جس چیز کا اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں حکم دیا، اس کا کرنا فرض ہے،

اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

اور جس چیز کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا، اس کا ادا کرنا واجب ہے،

اور اس کا انکار کرنے والا، فاسق گنہگار اور گمراہ ہے۔

چناں چہ ایک حدیث میں ہے: کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ منبر کے قریب ہوجاؤ! ہم لوگ قریب ہوگئے،

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے درجہ پہ قدمِ مبارک رکھا تو فرمایا: آمین،

جب دوسرے پر قدم رکھا تو فرمایا: آمین،

جب تیسرے پر قدم رکھا تو فرمایا: آمین،

جب آپ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو صحابہ نے عرض کیا: کہ

ہم نے آج آپ سے منبر پر چڑھتے ہوئے، ایسی بات سنی، جو اس سے پہلے کبھی نہیں سنی تھی،

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میں نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا، تو جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فرمایا:

برباد ہو جائے وہ شخص، جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس نے عبادت کر کے اپنی مغفرت نہ کروائی میں نے کہا: آمین۔

جب میں نے دوسری سیڑھی پر قدم رکھا، تو جبریل علیہ السلام نے فرمایا: ہلاک ہو جائے وہ شخص جو اپنے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پائے اور ان کی خدمت کر کے اپنے آپ کو جنت میں داخل نہ کرا پائے، میں نے کہا: آمین۔

میں نے تیسری سیڑھی پر قدم رکھا، تو جبریل علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے، وہ جہنم میں داخل ہو۔

اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کرے، اس کو ملیا میٹ کرے، میں نے کہا: آمین۔

میرے دوستو! اللہ رب العزت کا بددعا کرانا اور جبریل علیہ السلام جیسے مقرب فرشتے کا بددعا کرنا ہی، کیا کم ہلاکت کی بات تھی۔

اور پھر اس پر تمام کائنات کے سردار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمین نے اس بددعا کو جتنی سخت کر دیا ہے،

جس کا ہم اور آپ اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔

اسی لیے علماء نے لکھا ہے: پوری زندگی میں ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنا فرض ہے۔

اور اگر کسی مجلس میں آپ ﷺ کا نام سنا جائے تو پورے مجمع کے ہر ہر فرد پر ایک مرتبہ درود پڑھنا واجب ہے۔

اور اگر کسی مجلس میں بار بار آپ کا ذکر خیر آئے تو ہر ہر مرتبہ درود پڑھنا سنت اور مستحب ہے۔

اب اخیر میں ایک بات عرض کر کے اپنی تقریر ختم کرنا چاہتا ہوں، کہ دل میں ایک سوال پیدا ہو رہا ہے کہ درود پڑھنا کب سنت، اور کب مستحب ہے، اور کب مکروہ ہے۔

وضو کے بعد،

مسجد میں داخل ہونے کے وقت،

مسجد سے باہر نکلنے کے وقت،

مسجد کے پاس سے گزرتے،

جس وقت مسجد پر جب نظر پڑے،

کعبہ شریف پر نظر پڑنے کے وقت،

حجر اسود کے بوسہ کے وقت،

ملتزم سے چمٹنے کے وقت،

صفا مروہ پر چڑھتے وقت،

مدینہ منورہ پر نگاہ پڑتے وقت،

قبر اطہر کی زیارت کے وقت،

اور روضہ کی زیارت کے وقت،

گھر میں داخل ہونے کے وقت،

بازار جانے کے وقت،

کسی مصیبت یا پریشانی کے وقت،

قرآن پاک کو مکمل کرنے کے وقت،

ہر اس مجلس میں جہاں اللہ رب العزت کا ذکر کیا جائے،

حدیثِ پاک کو شروع کرنے کے وقت،

وعظ وتقریر کے وقت،

میت کو قبر میں اتارتے وقت، درود پڑھنا سنت ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سارے اوقات ہیں جو معتبر کتابوں میں مذکور ہے۔

ان سب اوقات میں درود پڑھنا سنت اور مستحب ہے۔

اس کے علاوہ جانور کے ذبح کرنے کے وقت،

چھینک کے وقت،

ٹھوکر لگنے کے وقت،

تعجب کے وقت،

صحبت کے وقت،

پیشاب پاخانہ کے وقت،

کسی چیز کو بیچنے اور اس کی تشہیر کے وقت درود شریف پڑھنا مکروہ ہے۔

اور یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں! جب بھی درود پڑھنا ہو، تو لفظِ سیدنا بڑھا دینا مستحب ہے، جیسے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ یہ درود، خصوصی طور پر، اپنے سب سے زیادہ جاں نثار صحابی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھایا تھا۔

کل آخرت میں درود پڑھنے کا، سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا، کہ جو شخص کثرت سے درود شریف پڑھتا ہے، قیامت کے دن یہ درود، میزان عمل کے، پلڑے کے، بھاری ہونے کا، سبب بنے گا۔

چناں چہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب التذکرہ میں ذکر کرتے ہیں کہ کل قیامت کے دن، حضرت آدم علیہ السلام کا قد سب سے لمبا اور اونچا ہوگا، حضرت آدم علیہ السلام اپنے لمبے قد کی وجہ سے دیکھ رہے ہوں گے، کہ ان کی اولاد میں سے کس کو جنت کی طرف لے جایا جا رہا ہے، اور کسی کو جہنم کی طرف،

اچانک ان کی نظر، پیارے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک امتی پر پڑے گی، کہ اس کو فرشتے گھسیٹ کر جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں،

تو آدم علیہ السلام پکار کر کہیں گے،

یا احمد! یا احمد! (یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خصوصی نام ہے) آپ کا یہ امتی ہے، جس کو فرشتے گھسیٹ کر جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں۔

میں ان کی یہ بات سن کر، ان فرشتوں کے پیچھے تیزی سے چلوں گا، اور ان کو آواز دے کر کہوں گا۔

ٹھہر جاؤ!

رک جاؤ!

میرے امتی کو تم لوگ کہاں لے کر جا رہے ہو؟

تو وہ فرشتے کہیں گے، ہم اس رب کے غلام ہیں، جس کی نافرمانی نہیں کی جاتی، ہم وہی کرتے ہیں جس کا ہمیں حکم ملتا ہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان فرشتوں کی بات سن کر، مایوس ہونے لگیں گے اور اپنے بائیں ہاتھ سے اپنی داڑھی پکڑ کر عرش کی طرف دیکھ کر کہیں گے۔

اے پروردگار عالم! کیا آپ نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں کیا تھا، کہ میری امت کے معاملے میں، آپ مجھے رسوا نہیں فرمائیں گے،

پھر عرش کے اوپر سے ایک آواز آئے گی اَطِیْعُوْا مُحَمَّداً محمد کی اطاعت کرو، اور جاؤ اس بندے کو، واپس اس میزان کے قریب چھوڑ آؤ، جہاں سے لائے تھے۔

چناں چہ وہ فرشتے اس کو وہاں چھوڑ آئیں گے، اب پھر دوبارہ اس کے اعمال تولے جائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک چھوٹا سا کاغذ کا ٹکڑا نکال کر میزان عمل پر رکھ دیں گے، جس سے اس کی نیکیوں کا پلڑا وزنی ہو جائے گا، اور گناہوں کا پلڑا ہلکا ہو جائے گا۔

تو بندہ تعجب سے کہے گا: میرے ماں باپ آپ پر قربان،

آپ کون ہیں؟

کتنا خوبصورت ہے آپ کا چہرہ!

کتنی اچھی سیرت ہے آپ کی!

آپ کون ہیں؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے، میں تیرا نبی محمد ہوں، اور یہ وہ درود ہے جو تو مجھ پر دنیا میں پڑھا کرتا تھا، میں نے تجھے اس کا بدلہ اس وقت دے دیا ہے، جب تجھے اس کی سب سے زیادہ ضرورت تھی۔

میرے دوستو! سوچیے!!! آج ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف کا پڑھنا، کل قیامت کے دن میزان عمل میں نیکیوں کے بھاری ہونے کا سبب بنے گا۔

دعا ہے اللہ رب العزت ہمیں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائے،

ان کی عزت، ان کا احترام، ان کا اکرام بھی دل میں عطا فرمائے،

ان کی سنتوں سے محبت کی توفیق عطا فرمائے اور کثرت سے درود پڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت دل میں بھرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یا رب صل وسلم دائما ابدا

علی حبیبك خیر الخلق كله

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❖ تاریخ ڈھونڈ کر، کوئی، ایسی مثال لائے، کہ سر، تن سے جدا ہو، اور موت بھی نہ آئے۔

❖ صرف اللہ رب العزت ہے، جو ایک سجدہ سے اپنا بنا لیتا ہے، ورنہ یہ انسان تو جان لے کر بھی راضی نہیں ہوتا۔

❖ دلوں میں رہنا سیکھیں، گھروں میں تو سب ہی رہتے ہیں۔

❖ فرعون کے گھر، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش، یہ ثابت کرتی ہے کہ جہاں شر کی انتہا ہوتی ہے، وہیں سے خیر کی ابتدا ہوتی ہے۔

❖ دکھ میں کبھی پچھتاوے کے آنسو نہ بہاؤ، بلکہ تم یہ سوچو، کہ تم وہ خوش نصیب ہو جسے اللہ رب العزت نے آزمائش کے قابل سمجھا۔

شہادت نعمت یا مصیبت!

(ماہِ محرم حقیقت کے آئینے میں)

ان الحمدللہ! الحمدللہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ولا نظیر لہٗ ولا وزیر لہٗ ولا مشیر لہٗ ولا معین لہٗ وصل علیٰ سید الرسل و خاتم الانبیاء المبعوث الیٰ کافۃ للناس بشیراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً۔ امابعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ أَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ۔

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ۔

وَ قَالَ فِيْ مَوْضَعٍ آخَرَ: لَوَدِدْتُّ اَنْ اُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْيٰ، ثُمَّ اُقْتَلَ، ثُمَّ اُحْيٰ، ثُمَّ اُقْتَلَ، ثُمَّ اُحْيٰ، ثُمَّ اُقْتَلَ۔

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَنْ تَرَكَ ثَلٰثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا، طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهٖ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ○

شہید کربلا زندہ ہیں جب قرآن کہتا ہے
تو پھر زندوں پہ یہ سینہ زنی اچھی نہیں لگتی

ہے محبت اپنی جان سے زیادہ آلِ رسول سے
یوں سرِ عام ہم ان کا تماشہ نہیں کرتے
روئیں وہ جو منکر ہیں شہادتِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
ہم زندۂ جاوید کا ماتم نہیں کرتے
تم سینہ پیٹ کر کہتے ہو یا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ہم سینہ تان کر کہتے ہیں واہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محترم بزرگو اور دوستو!

یہ محرم الحرام کا مہینہ ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے محرم کا مہینہ، اسلامی سال کا سب سے پہلا مہینہ ہے۔

محرم کے معنی آتے ہیں، جس کا احترام کیا جائے۔

اس کے ساتھ ایک لفظ، بطورِ تاکید استعمال کیا جاتا ہے ''الحرام''

جس کے معنی آتے ہیں عظمت والا،

عزت والا،

حرمت والا،

جب محرم اور الحرام کو، ایک ساتھ، محرم الحرام بولا جاتا ہے،

تو اس کے معنی ہوتے ہیں،

ایسی عظمت والا،

ایسی عزت والا،

ایسی حرمت والا،

ایسی سعادت والا،

ایسی فضیلتوں والا مہینہ، کہ جس کی فضیلت، اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں بیان فرمائی۔

ایسی فضیلتوں والا مہینہ، کہ جس کی فضیلت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احادیث میں بیان فرمائی۔
ایسا احترام والا مہینہ، کہ جس کا احترام یہودی بھی کرتے ہیں،
جس کا احترام، عیسائی بھی کرتے ہیں،
جس کا احترام، مشرکین مکہ بھی کیا کرتے تھے۔
چناں چہ، مشرکینِ مکہ بھی، اس مہینہ میں لڑائی جھگڑے اور آپسی اختلاف کو، برا اور حرام سمجھتے تھے۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

جب سے یہ دنیا بنی ہے، اور جب تک یہ دنیا قائم رہے گی،
یہ مہینہ اپنی فضیلتوں،
اپنی عظمتوں،
اور اپنی سعادتوں کے ساتھ ہمیشہ قائم و دائم رہے گا۔
چناں چہ جب ہم تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھتے ہیں،
تو ہمیں معلوم ہوتا ہے، کہ دنیا کے بڑے بڑے انقلابات،
اور دنیا کے بڑے بڑے واقعات،
اس مہینہ میں رونما ہوئے۔
جب اللہ رب العزت نے، اس زمین کو بنایا، تو وہ محرم کا مہینہ تھا۔
جب اللہ رب العزت نے، آسمان کو بنایا، تو وہ محرم کا مہینہ تھا۔
جب اللہ رب العزت نے، چاند، سورج اور ستارے بنائے، تو وہ محرم کا مہینہ تھا۔
جب اللہ رب العزت نے، سمندر، دریا، صحراء اور پہاڑ بنائے، غرض کل کائنات کو بنایا، تو وہ محرم کا مہینہ تھا۔
جب اللہ رب العزت نے، حضرت آدم علیہ السلام کی خمیر تیار کیا، تو وہ محرم کا مہینہ تھا۔
جب اللہ رب العزت نے، تمام فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف سجدہ کرنے کا حکم دیا، تو وہ محرم

کا مہینہ تھا۔

جب اللہ رب العزت نے، حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا، تو وہ محرم کا مہینہ تھا۔

جب اللہ رب العزت نے، حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی، تو وہ محرم کا مہینہ تھا۔

جب اللہ رب العزت نے، طوفانِ نوح کے ذریعہ، دنیا کو، تمام کافروں سے، زمین کو پاک فرمایا، تو وہ محرم کا مہینہ تھا۔

جب اللہ رب العزت نے، توحید کے سب سے علمبردار، اور دنیا کے سب سے بڑے بت شکن، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، تو وہ محرم کا مہینہ تھا۔

جب اللہ رب العزت نے، آتش نمرود کو، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے گل وگلزار بنایا، تو وہ محرم کا مہینہ تھا۔

جب اللہ رب العزت نے، نمرود کو، ایک مچھر کے ذریعہ ہلاک کیا، تو وہ محرم کا مہینہ تھا۔

جب اللہ رب العزت نے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو، فرعون جیسے ظالم سے نجات دلایا، تو وہ محرم کا مہینہ تھا۔

جب اللہ رب العزت نے، حضرت یونس علیہ السلام کو، مچھلی کے پیٹ سے صحیح وسالم نکالا، تو وہ محرم کا مہینہ تھا۔

جب اللہ رب العزت نے، حضرت یوسف علیہ السلام کو، کنویں سے نکالا، تو وہ محرم کا مہینہ تھا۔

جب اللہ رب العزت نے، حضرت یوسف علیہ السلام کو، مصر کا تخت وتاج عطا فرمایا، تو وہ محرم کا مہینہ تھا۔

جب اللہ رب العزت نے، حضرت سلیمان علیہ السلام کو، پوری دنیا کی حکومت وسلطنت عطا فرمائی، تو وہ محرم کا مہینہ تھا۔

جب اللہ رب العزت نے، حضرت ایوب علیہ السلام کو، مہلک مرض سے شفا عطا فرمائی، تو وہ محرم کا مہینہ تھا۔

جب اللہ رب العزت نے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو، دشمنوں سے بچا کر آسمان پر اٹھالیا، تو وہ محرم کا مہینہ

تھا۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نکاح، سب سے پہلے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تو، وہ محرم کا مہینہ تھا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں، اسلامی لشکر کے ذریعہ، دنیا کے سب سے سپر پاور، ایران کو شکستِ فاش ہوئی، تو وہ محرم کا مہینہ تھا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جامِ شہادت نوش فرمایا، تو وہ محرم کا مہینہ تھا۔

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفۂ ثالث بنائے گئے، تو وہ محرم کا مہینہ تھا۔

جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان، صلح ہوئی، تو وہ محرم کا مہینہ تھا۔

جب پوری دنیا کے مسلمانوں کو، ظلم وستم سے نجات دلانے کے لیے، حضرت مہدی علیہ الرضوان کا ظہور ہوگا، تو وہ محرم کا مہینہ ہوگا۔

جب اللہ رب العزت کافروں کو، جہنم میں، اور مسلمانوں کو، جنت میں، داخل کرنے کے لیے قیامت بر پا کریں گے، تو وہ محرم کا مہینہ ہوگا۔

میرے محترم بزرگو دوستو! آج مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ اس مہینہ کو منحوس اور نامبارک سمجھتا ہے۔

وہ اس مہینہ میں زیب وزینت اختیار کرنے کو، خوبصورت اور اچھا لباس پہننے کو، عورتوں کا اپنے شوہر کے لیے، بناؤ سنگار کرنے کو، برا سمجھتے ہیں۔

وہ اس مہینہ میں، شادی بیاہ، سفر یا کوئی اور خوشی کی تقریب، منعقد کرنے کو، برا سمجھتے ہیں۔

ان کے نظریہ کے مطابق اس مہینہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اہل وعیال کو، بڑی بے دردی سے شہید کیا گیا تھا۔

لہٰذا، ان کی نظر میں، یہ مہینہ رنج وغم کا مہینہ ہے۔

میرے بھائیو!

کوئی وقت،

کوئی دن،

کوئی رات،

کوئی مہینہ،

کوئی سال،

کوئی زمانہ،

کسی شخصیت کی موت،

کسی شخصیت کی شہادت کی وجہ سے، نامبارک اور منحوس نہیں ہوجایا کرتا ہے۔

اس لیے زمانہ، وقت کو کہتے ہیں، اور وقت، اللہ کی پیدا کردہ ہے۔

اس لیے، اس کی طرف نحوست، یا برائی کو منسوب کرنا، یا اس کو برا، بھلا کہنا، اللہ رب العزت کو برا، بھلا کہنا ہے۔

حدیث قدسی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: قَالَ اللهُ تَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ: يُؤْذِيْنِیْ اِبْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا بِيَدِیَ الْاَمْرُ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ

اللہ رب العزت فرماتے ہیں: کہ

ابنِ آدم! زمانے کو، برا کہہ کر، مجھے تکلیف دیتا ہے۔

حالاں کہ زمانہ میں ہی ہوں، زمانہ میرے تابع ہے، میں ہی رات، دن، کو الٹتا، پلٹتا ہوں۔

اس سے معلوم ہوا، کہ

کسی زمانہ کو،

کسی وقت،

کسی مہینہ اور دن کو، برا اور منحوس سمجھنا، اللہ کی شان میں گستاخی کرنا ہے۔

لہٰذا رمضان المبارک میں،

شب قدر میں،

عید میں،

یا جمعہ کے دن کسی شخصیت کا، اس دنیا سے چلے جانا، ان کی موت کا آجانا،

یا کسی کو عظیم الشان، شہادت کا نصیب ہو جانا،

یہ اس کی خوش نصیبی اور خوش قسمتی کی بات ہے۔

لہٰذا میں کہتا ہوں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ کی عظمت کو سلام۔

آپ کی شہادت، سر آنکھوں پر۔

اللہ رب العزت نے، آپ کی شہادت کے لیے، اس مہینہ کو اس لیے چنا،

تاکہ آپ کی، شہادت کا مقام،

آپ کی شہادت کا مرتبہ، اور بلند ہو جائے۔

آپ کی شہادت کی فضیلت، مزید بڑھ جائے۔

اگر ماہِ محرم، منحوس مہینہ ہوتا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اپنی سب سے پہلی شادی، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اس مہینہ میں کبھی نہ کرتے۔

اگر ماہِ محرم منحوس، مہینہ ہوتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی نہ فرماتے کہ رمضان کے بعد،

تمام مہینوں میں سب سے افضل مہینہ، محرم الحرام کا، مہینہ ہے۔

اور رمضان کے روزوں کے بعد،

تمام مہینوں کے روزوں سے افضل، محرم الحرام کا روزہ ہے۔

ایک حدیث میں ہے: کہ اللہ کے نبی جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص عاشورہ یعنی دسویں محرم کا روزہ رکھے گا، تو اللہ رب العزت اس کے ایک سال کے گناہ معاف فرمادیں گے۔

مگر یہودیوں کی مخالفت میں ایک روزہ کا اضافہ کرلیا کرو، اس لیے کہ یہود ونصاریٰ صرف عاشورہ

یعنی دسویں محرم کا روزہ رکھتے ہیں۔

تم نویں، دسویں،

یا دسویں گیارہ کا روزہ رکھا کرو۔

تا کہ یہودیوں سے مشابہت لازم نہ آئے۔

یہاں رک کر ایک بات سمجھنے کی ضرورت ہے، کہ

یہ مشابہت کسی برے کام میں نہیں، بلکہ ایک عبادت کے اندر ہے، اور جس نبی کو عبادت کے اندر

یہودیوں اور عیسائیوں کی مشابہت پسند نہیں،

تو پھر اس نبی کو کھانے پینے میں،

پہننے، اوڑھنے میں،

اٹھنے، بیٹھنے میں،

سونے، جاگنے میں،

رہن، سہن میں،

دکان ومکان والی زندگی میں،

عہدے اور منصب والی زندگی میں،

اقتدار اور کرسی والی زندگی میں،

خوشی اور غم میں،

پیدائش اور موت میں،

غرض زندگی کے کسی بھی شعبے میں،

یہودیوں عیسائیوں اور کافروں کی مشابہت اختیار کرنا، کس طرح پسند، اور برداشت کریں گے۔

اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ.

جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا، ان کی سی، زندگی اختیار کرے گا، وہ اللہ رب العزت کے یہاں، اسی قوم کے ساتھ شامل کیا جائے گا۔

چناں چہ کتابوں میں لکھا ہے: کہ ایک بزرگ کا انتقال ہوگیا، کسی نے خواب میں دیکھا، ان سے دریافت کیا، کہ اللہ رب العزت نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

انھوں نے فرمایا: اللہ رب العزت نے میری تو، مغفرت کردی،

مگر میں ان لوگوں کو دیکھ رہا ہوں، بہت سخت عذاب میں مبتلا ہیں،

جو دوسری قوموں کے طور طریقے پر چلتے تھے، اور ان کی مشابہت اختیار کرتے تھے۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایسے بہت کم لوگ ہیں، جنھوں نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی ہو، اور وہ ان سے نہ مل گئے ہوں۔

تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے: کہ کانپور میں ایک انگریز مسلمان ہوگیا تھا،

جو کسی اعلیٰ عہدہ پر فائز تھا،

مگر وہ اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھا، اللہ کی مرضی اس کا کسی دوسری جگہ تبادلہ ہوگیا،

اس نے ایک مولوی صاحب سے درخواست کی، جس سے وہ ضروریاتِ دین اور اسلام کی باتیں سیکھتا تھا، کہ مجھے کوئی دین دار آدمی دے دیں، جس سے میں دین واسلام کی باتیں سیکھتا رہوں۔

چناں چہ اس مولوی صاحب نے اپنے ایک قابل شاگرد کو، اس کے ساتھ بھیج دیا۔

اسی دوران اس مولوی صاحب کا انتقال ہوگیا، اور کچھ عرصہ کے بعد وہ انگریز بھی سخت بیمار ہوا۔

تو اس نے اس مولوی صاحب کے شاگرد کو، کچھ روپیہ پیسہ دے کر کہا، کہ اگر میں اس بیماری میں مرجاؤں،

تو میرے خاندان کے لوگ مجھے عیسائیوں کے قبرستان میں جب دفن کرکے آجائیں گے، تو تم رات کے وقت، مجھ کو قبر سے نکال کر، مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کردینا۔

حسبِ وصیت جب اس شاگرد نے اس کی قبر کھولی، تو دیکھا اس قبر میں انگریز کی جگہ، اس کے استاذ مولوی صاحب پڑے ہیں۔

وہ بہت حیران ہوا کہ الٰہی کیا ماجرہ ہے،

میرے استاذ، یہاں کیسے پہنچ گئے، پھر جا کر مولانا صاحب کی قبر کھودی تو دیکھا،

وہاں انگریز کی لاش موجود ہے۔

دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ

مولوی صاحب کو عیسائیوں کا طور وطریقہ بہت پسند تھا، اور اس کو بہت اچھا گردانتے تھے۔

میرے دوستو! یہ بہت ہی عبرت کا مقام ہے۔

ہر مسلمان کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

صرف یہی نہیں، کہ اسلام میں کسی قوم کی مشابہت اختیار کرنا ہی برا ہے،

بلکہ ایسی جگہوں پر جانا،

اور ایسی مجلسوں میں شرکت کرنا،

جہاں شریعت کے خلاف کام ہوتے ہوں، گناہ ہے۔

چناں چہ سب کو معلوم ہے، کہ

اس مہینہ میں، شیعہ حضرات، شریعت کے خلاف کیا، کچھ نہیں کرتے،

لیکن بہت سے مسلمان بھی، ان کا ماتم دیکھنے، اور تعزیہ کے جلوس کا نظارہ کرنے کے لیے، ان کے جلوسوں اور مجلسوں میں شرکت کرتے ہیں۔

یاد رکھیے! جس کام کو کرنا گناہ ہے، اس مجلس میں شرکت کرنا، ایسے لوگوں کی تعداد میں اضافہ کرنا، اور ان کی رونق بڑھانا بھی، گناہ ہے۔

چناں چہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ

وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ.

اس آیت شریفہ میں، مسلمانوں کو ایک اصولی ہدایت دی گئی ہے، کہ جس کام کا کرنا، گناہ ہے،

اس کام کے، کرنے والوں کی مجلس میں شریک ہونا، بھی گناہ ہے۔

امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ

جس مجلس میں کوئی گناہ ہو رہا ہو، تو ایک مسلمان پر لازم ہے کہ

اگر طاقت کے ساتھ، اس کو روک سکتا ہو، تو روکے۔

ورنہ اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے، اٹھ کر اس مجلس سے چلا جائے۔

ورنہ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ کے زمرے میں شامل ہوگا۔

یہی وجہ ہے، کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں، چند آدمیوں کو شراب پینے کے جرم میں، گرفتار کیا گیا، ان میں ایک وہ شخص بھی تھا، جو روزہ کی حالت میں تھا، اس نے شراب نہیں پی تھی۔

لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اس وجہ سے بھی سزا دی کہ

وہ اس مجلس میں کیوں بیٹھا تھا۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا، آج لوگ اس مہینہ کو منحوس مہینہ سمجھتے ہیں۔

آج کچھ لوگ، اس مبارک مہینہ محرم الحرام کو، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے، سوگ اور رنج وغم والا مہینہ، سمجھتے ہیں۔

شہادت، ایسی کوئی مصیبت نہیں ہے کہ جس کے لیے رویا جائے۔

جس کے لیے واویلا مچایا جائے۔

شہادت، کوئی ایسی بری اور منحوس چیز نہیں ہے کہ اس کے لیے غم بنایا جائے۔

اس کے لیے ماتم کیا جائے۔

اس کے لیے اپنے بالوں کو نوچا جائے۔

اپنے سینہ اور پشت کو، زخمی کیا جائے۔

اپنے بچوں کو فقیر اور ملنگ بنا کر، گھمایا جائے۔

اس مہینہ میں، خوشی کی کوئی تقریب، نہ کی جائے۔

اس مہینہ میں، سوگ کے لیے کالا کپڑا اور کالا لباس پہن کر گھوما جائے۔

میرے عزیزو! شہادت، ایک عظیم دولت ہے۔

شہادت، ایک عظیم سعادت ہے۔

شہادت، ایک خدائی تحفہ ہے۔

شہادت، ایک ایسے اونچے مقام و مرتبہ کا نام ہے، جو ہر ایک کو نہیں ملا کرتا۔

میرے دوستو! شہادت، وہ عظیم دولت ہے کہ جس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے، اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ.

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ.

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا.

میرے ساتھیو! پہلے ایک اور بات سمجھیے، نبوت کے بعد، سب سے اونچا مقام، صدیقیت کا ہے۔

صدیقیت کے بعد، سب سے اونچا مقام شہادت کا ہے۔

نبوت، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم۔

اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔

صدیقیت، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ختم۔

اب آپ رضی اللہ عنہ کے بعد، کوئی مقام صدیقیت پر نہیں پہنچ سکتا ہے۔

اب سب سے اونچا مقام، نبوت اور صدیقیت کے بعد، شہادت کا ہے۔

اسی لیے اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باقی خلفاء راشدین،
باقی صحابہ رضی اللہ عنہم اور آلِ رسول کو اس مقام تک پہنچا دیا،
اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ مقام ملا،
اسی لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو یہ مقام ملا،
اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ مقام ملا،
اسی لیے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو یہ مقام ملا،
اس لیے کہ نبوت اور صداقت کے بعد،
شہادت کے علاوہ، سب سے اونچا مقام، اور کوئی تھا ہی نہیں۔
اس لیے میں کہتا ہوں کہ
شہادت ایک عظیم دولت ہے۔
شہادت ایک عظیم نعمت ہے۔
شہادت ایک عظیم سعادت ہے۔
شہادت وہ عظیم سعادت ہے، جس کی تمنا انبیاء کرام علیہم السلام نے کی۔
جس کی تمنا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے کی۔
جس کی تمنا، اولیاء نے کی۔
جس کی تمنا، بزرگوں نے کی۔
شہادت وہ عظیم نعمت ہے،
جس کو پانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعائیں بھی کیں:
لَوَدِدْتُّ اَنْ اُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْيٰ، ثُمَّ اُقْتَلَ، ثُمَّ اُحْيٰ، ثُمَّ اُقْتَلَ.
اے اللہ! میری یہ تمنا ہے، کہ میں تیرے راستہ میں شہید کیا جاؤں،
پھر زندہ کیا جاؤں،

پھر شہید کیا جاؤں،

پھر زندہ کیا جاؤں،

پھر شہید کیا جاؤں۔

شہادت وہ عظیم سعادت ہے، کہ کل قیامت کے دن، اللہ رب العزت کے دربار میں تمام شہیدوں کو لایا جائے گا،

تو اللہ رب العزت ان سے دریافت کریں گے، کہ اے شہیدو! تم کیا چاہتے ہو؟ تمہاری کوئی اور تمنا ہے،

تو ان شہیدوں میں سے کوئی، ایک بھی شہید یہ نہیں کہے گا، کہ

اے اللہ! ہم کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرما۔

ان میں سے کوئی یہ نہیں کہے گا، کہ اے اللہ ہم کو، جنت میں فلاں قسم کے محل عطا فرما۔

ان میں سے کوئی یہ نہیں کہے گا کہ

اے اللہ! ہم کو جنت میں اعلیٰ قسم کے باغات عطا فرما، اور جنت میں اعلیٰ قسم کا پھل فروٹ عطا فرما،

بلکہ ہر شہید یہ کہے گا، کہ

اے پروردگار عالم! آپ کے راستہ میں،

اپنی جان قربان کرنے کا،

اپنی گردن کٹوانے کا، جو لطف اور مزہ آیا تھا،

وہ پوری زندگی دنیا میں کبھی نہیں آیا تھا،

اس لیے اے میرے پروردگار عالم!

ایک مرتبہ پھر سے دنیا میں بھیج دے، تا کہ آپ کے راستہ میں اپنی جان قربان کر دینے کا،

اپنی گردن کٹوانے کا،

ایک بار پھر، لطف اور مزہ آجائے،

شہادت وہ عظیم دولت ہے، جس کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم دعائیں کیا کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ دعا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَةً فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ.

اے اللہ! مجھے اپنے رسول کے شہر میں، شہادت کی موت نصیب فرما۔

چناں چہ اللہ رب العزت نے ان کی یہ دعا، قبول فرمائی۔

ایک مرتبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا دعوائے نبوت کرنے والے کی فوج سے مقابلہ ہوا، مقابلہ سخت تھا،

اس جنگ میں تقریباً، بارہ سو، قرآن کریم کے قاری بھی شہید ہو گئے۔

اس جنگ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھائی، زید بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے۔

اس جنگ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بچ گئے۔

جب گھر واپس لوٹے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے، حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا:

تجھے شرم نہیں آئی، تیرا چچا تو شہید ہو گیا، اور تو زندہ، بچ کر، واپس آ گیا۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ تُو، کہیں چھپ گیا ہو!۔

کہیں ایسا تو نہیں، کہ تُو دشمن کو پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑا ہوا ہو!۔

کہیں ایسا تو نہیں، کہ تو دشمن کے ڈر سے میدانِ جنگ سے الگ کھڑا ہو کر، تماشا دیکھ رہا ہو!۔

کاش کہ تو بھی شہید ہو جاتا، تو کل قیامت کے دن میں اپنے رب کے سامنے فخر سے کہتا، کہ

اے پروردگار عالم! تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کے خاطر، میں نے بھی اپنے بھائی کو اور اپنے بیٹے کو شہید کرایا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روتے ہوئے، کہنے لگے، کہ اے ابا جان! میں نے اور چچا نے مل کر دعا مانگی تھی کہ

اے اللہ! تُو ہمیں شہادت کی موت نصیب فرما۔

اے ابا جان! چچا کی دعا، تو قبول ہو گئی، میری نہیں ہوئی، شہادت وہ عظیم تحفہ ہے، کہ

جس کو حاصل کرنے کے لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہر وقت تیار رہتے تھے،
چناں چہ، حضرات معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما جیسے چھوٹے چھوٹے، معصوم بچوں نے بھی، جنگِ بدر میں
شریک ہوکر، ابو جہل کا سر قلم کیا۔

شہادت وہ عظیم دولت ہے، جس کو حاصل کرنے کے لیے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بوڑھی مائیں
اور عورتیں بھی بے تاب رہا کرتی تھیں۔

چناں چہ ایک مرتبہ جہاد کا اعلان ہوا، جب ایک عورت نے یہ اعلان سنا "حی علی الجهاد" کہ لوگو!
آجاؤ جہاد پر! وہ اپنے ایک معصوم بچے کو لے کر آئی اور کہا: یا رسول اللہ! اسے لے جائیے!

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا کرے گا، میدان جہاد میں جا کر؟ یہ تو نہ بیٹھ سکتا ہے، نہ کھڑا
ہوسکتا ہے، وہاں تو نوجوانوں کی ضرورت ہے۔

وہاں تو لڑنے والوں کی ضرورت ہے۔

اس عورت نے عجیب جواب دیا: فرمانے لگی کہ
میرا کوئی بیٹا نہیں کہ میں شہید کی ماں کہلاؤں،
خاوند نہیں جسے بھیجوں،
بھائی نہیں جسے میدان جہاد کی طرف روانہ کروں،
یہی ایک لختِ جگر ہے، جسے لے کر آئی ہوں۔
کچھ اور تو نہیں کر سکے گا، مگر کسی مجاہد کے ہاتھ کی ڈھال تو بن ہی جائے گا۔
جب کافر اس پر حملہ کرے گا تو وہ میرے بچے کو آگے کر دے گا، میرا بچہ شہید ہو جائے گا،
اور کل قیامت کے دن، میں شہید کی ماں کہلاؤں گی۔

ایک مرتبہ اعلانِ جہاد ہوا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنگ کی تیاریاں کر رہے تھے،
آواز آئی، جا کر دیکھا، ایک بوڑھی اماں رو رہی ہیں، پوچھا کہ کیا ہوا؟ ایک جگہ سے رونے کی
کوئی تکلیف ہوگئی؟

کوئی پریشانی لاحق ہوگئی؟

اس خاتون نے کہا: ہمیں کوئی تکلیف نہیں؛

لیکن اعلان جہاد ہو چکا ہے، میرے کوئی نہیں کہ جسے بھیجوں۔

خود بھی اتنی طاقت نہیں کہ میدانِ جہاد میں نکل سکوں۔

میں تو محروم رہ گئی، کل قیامت کے دن کہا جائے گا کہ وہ شہید کی ماں آرہی ہے۔

کسی سے کہا جائے گا: کہ وہ حافظ قرآن کی ماں آرہی ہے، اس کے سر پر تاج پہناؤ۔

کسی سے کہا جائے گا: کہ وہ مفتی اور عالم کی ماں آرہی ہے، میں کھڑی ہوں گی۔

مجھے کس نام سے پکارا جائے گا؟ اس لیے رو رہی ہوں۔

کل قیامت کے دن، اللہ کے یہاں کوئی مقام نہ ملا، تو اس زندگی سے کیا فائدہ؟

پھر اچانک دل میں ایک تدبیر آئی، اپنے سر سے تھوڑا سا، بال کاٹ کر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئی، اور کہا کہ:

اے نبی! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو قبول فرمالیجیے، اس کو کسی گھوڑے کی رسی میں شامل کر لیجیے،

تاکہ میرا بھی حصہ جہاد میں شامل ہو جائے، تاکہ میں بھی کل یہ کہہ سکوں۔

یا اللہ! جب تیرے دین کی خاطر قربانی دینے کا وقت آیا تھا،

تو میں نے بھی تھوڑی سی قربانی دی تھی۔

میں نے بھی انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام لکھوایا تھا۔

یا اللہ! میں نے بھی بال دیئے تھے۔

میں بھی جہاد میں کسی سے پیچھے ہٹنے والی نہیں تھی۔

اس زمانے کی خواتین بھی میدان جہاد میں اس طرح جاتی تھیں کہ اللہ اکبر کبیرا!

میرے دوستو! شہادت، وہ عظیم نعمت ہے، کہ جب کوئی اللہ رب العزت کی راہ میں شہید ہو جاتا ہے، کہ دنیا کا کوئی بھی انسان ہو،

چاہے وہ امیر ہو، یا غریب،

چاہے وہ بادشاہ ہو، یا فقیر،

چاہے عالم ہو، یا جاہل،

چاہے وہ نبی ہو، یا ولی،

اس کی روح نکالنے کے لیے، فرشتے جاتے ہیں،

اس کی روح قبض کرنے کے لیے، ملک الموت جاتے ہیں،

مگر جب کوئی اپنی جان، اللہ رب العزت کی راہ میں قربان کرتا ہے،

تو اس کی روح نکالنے کے لیے اللہ رب العزت خود تشریف لے جاتے ہیں۔

شہادت وہ عظیم نعمت ہے، کہ جب کوئی بندہ اللہ رب العزت کی راہ میں اپنی گردن کٹاتا ہے، تو اس کے خون کا پہلا قطرہ، زمین پر گرنے سے پہلے اللہ رب العزت اس کے سارے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔

شہادت، وہ عظیم خدائی تحفہ ہے، کہ

جس وقت بندہ کو، شہادت ملتی ہے،

جس وقت، اس کی روح نکلتی ہے،

اسی وقت سے، اس کی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔

شہید، کو ابدی زندگی مل جاتی ہے۔

شہید، کو اصلی زندگی مل جاتی ہے۔

اسی چیز کو اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں بیان میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا

شہید کربلا زندہ ہیں جب قرآن کہتا ہے
تو پھر زندوں پہ یہ سینہ زنی اچھی نہیں لگتی
روئیں وہ جو منکر ہیں شہادت حسین کے
ہم زندہ جاوید کا ماتم نہیں کرتے
ہے محبت اپنی جان سے زیادہ آلِ رسول سے
یوں سرِ عام ہم ان کا تماشہ نہیں کرتے

تو میں یہ عرض کر رہا تھا، کہ شہادت، ایک نعمت ہے۔

شہادت، مصیبت نہیں،

شہادت، غم کی چیز نہیں،

بلکہ فخر کی چیز ہے۔

شہادت، کوئی ایسی بری اور منحوس چیز نہیں جس کے لیے رویا جائے۔ جس کے لیے ماتم کیا جائے۔

اگر اسلام میں ماتم جائز ہوتا، تو سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا جان کے دردناک شہادت پر، ضرور، ماتم کرتے۔

اگر اسلام میں ماتم جائز ہوتا، تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر، ضرور ماتم کرتے۔

اگر اسلام میں ماتم کی اجازت ہوتی، تو صحابہ رضی اللہ عنہم، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ضرور ماتم کرتے۔

اگر اسلام میں ماتم کی اجازت ہوتی، تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حضرت حسین رضی اللہ عنہ، اپنے والد، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر، ضرور ماتم کرتے۔

اگر اسلام میں ماتم کی اجازت ہوتی، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے بھائی، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ضرور ماتم کرتے۔

اگر اسلام میں ماتم کی اجازت ہوتی، تو حضرت زینب رضی اللہ عنہ اور آپ کے اہل بیت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ضرور ماتم کرتے۔

اگر اسلام میں، کسی کی شہادت پر ماتم کی اجازت ہوتی، تو پوری اسلامی تاریخ، شہادتوں سے بھری پڑی ہے، تو پھر

سال کا کوئی دن،

کوئی ہفتہ،

کوئی مہینہ، خالی نہیں،

جس میں کوئی نہ کوئی، کسی نہ کسی بڑے کی شہادت، پیش نہ آئی ہو۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی شہادتیں،

غزوۂ بدر،

غزوۂ احد،

غزوۂ خندق،

غزوۂ خیبر،

غزوۂ حنین میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادتیں،

تو ہم کس کس پر ماتم کریں؟

اور یہ سب شہادتیں قرآن کریم کے فیصلہ کے مطابق، شہدائے کربلا سے افضل ہیں۔

شہدائے احد، شہدائے کربلا سے افضل ہیں۔

شہدائے خیبر، شہدائے کربلا سے افضل۔

اگر اسلام میں ماتم کی اجازت ہوتی، تو مسلمان پورے سال ماتم ہی کرتے رہتے۔

پورے سال روتے پیٹتے ہی رہتے۔

پورے سال نوحہ مرثیہ ہی پڑھتے رہتے۔

پھر تو ان کے پاس کوئی اور کام ہی نہ ہوتا، سوائے ماتم، رونے، اور پیٹنے کے۔

اس لیے **میرے دوستو!** اسلام میں نہ کل ماتم کی اجازت تھی، نہ آج ماتم کی اجازت ہے، نہ قیامت تک اس کی اجازت مل سکتی ہے۔

ماتم کون لوگ کرتے ہیں؟

اور کیوں کرتے ہیں؟

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل کون ہیں؟

اور وہ کون لوگ ہیں؟ جنھوں نے آج تک، سب سے زیادہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچایا ہے۔

آئندہ ان شاء اللہ اس کو تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

وَ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

- جس نے سکھ میں شکرادا کیا، اس نے دکھ میں اپنے رب کو، بہت قریب پایا۔
- اپنا درد، اپنے رب سے بانٹ لیا کرو! پھر درد جانے، دوا جانے، رب جانے۔
- صبر کا ذائقہ، اگرچہ شروع میں کڑوا ہوتا ہے، مگر آخر میں شہد سے زیادہ میٹھا ہوتا ہے۔
- سہنے والے کو، اگر صبر ہو جائے تو کہنے والے کی اوقات، دوکوڑی کی ہو جاتی ہے۔
- صبر اور شکر ایک عینک ہے، اگر آپ یہ عینک لگالیں تو دنیا بڑی خوبصورت نظر آئے گی، اور آپ ہمیشہ ہمیش، خوش وخرم رہیں گے۔

صبر پر عظیم ثواب کیسے حاصل ہو؟

ان الحمدللہ! الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ولا نظیر لہٗ ولا وزیر لہٗ ولا مشیر لہٗ ولا معین لہٗ وصل علیٰ سید الرسل و خاتم الانبیاء المبعوث الیٰ کافۃ للناس بشیراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً۔ امابعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ○

وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اَلصَّبْرُ رِدَائِیْ.

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ○

اے غم کے مارے تیرا غم دور ہوجائے گا
اطمینان رکھ کہ تیرے لیے کافی ہے بس اللہ
مانا کہ مایوسی بہت پریشان کن ہوتی ہے
مایوس نہ ہو کہ تیرا مشکل کشا ہے بس اللہ
کافی ہے تجھ کو اللہ سے پناہ جو تونے مانگی
اس سے زیادہ محفوظ ہوگا کون؟ جس کا محافظ ہے اللہ
فکر مت کر کہ تدبیر اس کے ہاتھ ہے
بہتری اسی میں ہے جو کچھ کرتا ہے اللہ

اشک جو تیرے ہیں تو رکھ یقین اللہ پر
کہ زحمتوں کو رحمتوں میں بدلتا ہے اللہ

محترم بزرگو اور دوستو!

دو قدم،

دو قطرے،

اور دو گھونٹ،

اللہ رب العزت کو بہت زیادہ پسند ہیں۔

وہ کون سے گھونٹ ہیں، جو اللہ رب العزت کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں؟

ایک ہے غصہ کا گھونٹ،

اور دوسرے صبر کا گھونٹ۔

صبر کسے کہتے ہیں، لغت میں صبر کے معنیٰ آتے ہیں: روکنے اور تھامنے کے۔

یعنی مصیبت اور پریشانی کے وقت، اپنی زبان کو شکوہ شکایت سے روکے رکھنا۔

اور شریعت کی زبان میں ''صبر'' کہتے ہیں دل کو ناگوار چیزوں پر جمائے رکھنا۔

پھر صبر کی تین قسمیں ہیں:

[۱] صَبْرٌ عَنِ الْمَعْصِيَة۔

[۲] صَبْرٌ عَلَى الطَّاعَة۔

[۳] صَبْرٌ عَلَى الْمُصِيْبَة۔

صبر عن المعصية کہتے ہیں، اپنے آپ کو گناہوں سے روکے رکھنا۔

صبر علی الطاعة کہتے ہیں، ہر حال میں اللہ رب العزت کے حکموں کو پورا کرنے کی کوشش کرنا۔

صبر عن المصبية کہتے ہیں، اپنے اوپر آئی ہوئی مصیبتوں اور پریشانیوں کا کسی سے اللہ رب العزت کی شکایت نہ کرنا، یعنی ہر حال میں اللہ رب العزت کے فیصلہ پر راضی رہنا۔

میرے دوستو! یہ دنیا ہر انسان کے لیے امتحان گاہ ہے۔

یہاں ہر وقت، ہر انسان کا امتحان لیا جاتا ہے، اس کو آزمایا جاتا ہے۔

آدمی کو پریشانی سے پریشان نہیں ہونا چاہیے، بلکہ یہ سوچنا چاہیے کہ جس طرح آسانی ہمارے پاس سے چلی گئی ہے، اسی طرح پریشانی بھی ہمارے پاس سے چلی جائے گی۔

میرے عزیزو! ہر انسان کے لیے یہ دنیا مسائلستان ہے۔ یہاں ہر وقت ہر انسان کو کوئی نہ کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے، ایک سے بچ کر نکلتا ہے کہ دوسرا سامنے آجاتا ہے، اور اسی کا نام زندگی ہے۔

دنیا کا پل صراط ہے یہ گردشِ جہاں
اس پل سے ہم سبھی کو گزارے گی یہ زندگی

میرے دوستو! اس دنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں آیا، جس کو مصیبتوں اور پریشانیوں کا سامنا نہ کرنا پڑا ہو۔

اس دنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں آیا، جس کو اپنی زندگی میں ناموافق حالات برداشت نہ کرنے پڑے ہوں۔ اسی لیے شاعر کہتا ہے۔

وفا ، خلوص ، محبت ، غم ، خوشی ، آنسو
ہر اک چیز ضروری ہے زندگی کے لیے

اس دنیا میں خوشی کے ساتھ ہزاروں غم بھی ہوتے ہیں
کسی کے لیے بجتی ہیں شہنائیاں، کسی کے لیے ماتم بھی ہوتے ہیں

میرے دوستو! جب آدمی زندگی کے نشیب وفراز اور مختلف حالات سے گزرتا ہے تو اس کو تجربہ حاصل ہوتا ہے اور ان ہی تجربوں سے جینے کا سلیقہ آتا ہے۔

اسی لیے شاعر کہتا ہے۔

تجربوں کی دولت تو حادثوں سے ملتی ہے
باپ سے وراثت میں تجربہ نہیں ملتا

اور یہ بات یاد رکھیے! جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے پر جتنا ہی زیادہ چلنے والا ہوگا، جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جتنا ہی زیادہ محبت کرنے والا ہوگا، اتنا ہی زیادہ اسے مصیبتوں، پریشانیوں اور ناموافق حالات سے دوچار ہونا پڑے گا۔

زندگی کے طویل رستے میں جس نے ٹھوکر نہیں کھائی
تجربہ ہے کہ اس مسافر نے کبھی اپنی منزل نہیں پائی

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ اللہ رب العزت انسان کو مصیبتوں اور پریشانیوں میں کیوں مبتلا کرتے ہیں،

تو سنیے! ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب اللہ رب العزت کسی بندہ کو گناہوں سے پاک وصاف کر کے اس کو جنت کے اعلیٰ مقام پر فائز کرنا چاہتے ہیں، تو اس کو طرح طرح کی مصیبتوں اور بیماریوں میں مبتلا کر کے، اس کو اس طرح گناہوں سے پاک وصاف کر دیتے ہیں جیسے سونے کو آگ سے پاک، صاف، اور چمک دار بنا دیا جاتا ہے۔

معلوم یہ ہوا کہ انسان کے اوپر، دنیا میں جو مصیبتیں اور پریشانیاں آتی ہیں، وہ اللہ رب العزت کی طرف سے زحمت نہیں، رحمت ہوا کرتی ہیں۔

اسی لیے شاعر کہتا ہے۔

نہ گھبرا شدتِ غم سے حصولِ کامیابی میں
کہ شاخِ گل پہ گل آنے سے پہلے خار آتے ہیں
آنے والی ہر مصیبت باعث نعمت ہے
دے تو جاتی ہے نباہِ زندگی کے تجربات

معلوم ہوا، انسان کے اوپر جو مصیبتیں آتی ہیں وہ اس کے ترقیٔ درجات کے لیے، اس کے مقام کو اور بلند کرنے کے لیے آیا کرتی ہیں۔

اس کو ایک واقعہ سے سمجھیے:

ایک مرتبہ ایک شہر میں دو آدمی مرنے کے قریب تھے، ان میں سے ایک مسلمان اور دوسرا غیر مسلم تھا، مسلم کے دل میں روغنِ زیتون کھانے کی خواہش پیدا ہوئی اور غیر مسلم کے دل میں مچھلی،

تو اللہ رب العزت نے دو فرشتوں کو بلایا، ان میں سے ایک کو حکم دیا، کہ فلاں شہر کے ایک غیر مسلم کو مچھلی کھانے کی خواہش ہو رہی ہے، لہٰذا جاؤ اور اس کے گھر کے قریب تالاب میں ایک بڑی مچھلی ڈال دو تا کہ مرتے مرتے، اس کی خواہش پوری ہو جائے۔

اور دوسرے فرشتے کو حکم دیا کہ اسی شہر کے رہنے والے ایک مسلم کو روغنِ زیتون کھانے کی خواہش ہو رہی ہے، لہٰذا جاؤ، اور اس کی الماری میں رکھے ہوئے روغن زیتون کو ضائع کر دو، تا کہ مرتے مرتے اس کی خواہش پوری نہ ہو سکے، دونوں فرشتے اپنے اپنے مشن کو پورا کرنے کے لیے گئے تو، مگر دونوں کو اس متضاد حکم سے تعجب ہوا، مگر چوں کہ اللہ رب العزت کا حکم تھا، اس کو پورا کرنا ہی تھا، جب دونوں واپس آئے،

تو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے پروردگار عالم، ایک مسلمان، جو آپ کو ماننے والا ہے آپ نے اس کو مرتے مرتے اپنی نعمت سے محروم رکھا، اور ایک کافر، جو آپ کا باغی ہے، مرتے مرتے آپ نے اس کی خواہش پوری کر دی، کیا معاملہ ہے، یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی،

تو اللہ رب العزت نے اس کے جواب میں فرمایا، سنو! دنیا میں کافروں کے ساتھ معاملہ اور ہوتا ہے، اور مسلمانوں کے ساتھ کچھ اور، اگر کوئی کافر دنیا میں کوئی نیک کام کرتا ہے تو ہم اس کا بدلہ دنیا میں چکا دیا کرتے ہیں،

اور مسلمان کوئی گناہ کا کام کرتا ہے، تو اس کے گناہوں کا حساب ہم دنیا میں چکا دیا کرتے ہیں، چوں کہ اس کافر نے اپنی زندگی میں جتنے نیک کام کیے تھے، ان سب کا بدلہ ہم نے دنیا میں دے دیا تھا، صرف ایک نیکی کا بدلہ باقی تھا، اب جب کہ وہ مرنے کے قریب ہے، اس لیے اس کو مچھلی کھلا کر، میں نے اس ایک نیکی کا بدلہ چکا دیا،

تاکہ جب یہ آخرت میں میرے پاس آئے تو اس حال میں آئے کہ اس کی ساری نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں مل چکا ہو، اور میں اس کے ساتھ وہی معاملہ کروں، جو عام کافروں کے ساتھ کروں گا،

اور مسلمان کے بیماری کے دوران، اس کے سارے گناہ معاف ہو چکے تھے۔

صرف ایک گناہ اس کے سر پر باقی تھا، اس لیے میں نے اس کے روغنِ زیتوں کھانے کی خواہش کو توڑ کر اس کے دل پر چوٹ لگائی، تاکہ اس کے ذریعہ اس ایک گناہ کو معاف کردوں، اور وہ کل قیامت کے دن، جب وہ میرے پاس آئے، تو وہ اس حال میں آئے، کہ وہ گناہوں سے دنیا ہی میں بالکل پاک وصاف ہو چکا ہو۔

تو معلوم یہ ہوا، کہ اللہ رب العزت اپنے بندے کے ساتھ جو کچھ بھی کرتا ہے، اچھا ہی کرتا ہے، اس کی مثال یوں سمجھیے۔

بعض دفعہ بچہ اپنے جسم پر نجاست اور گندگی لگا لیتا ہے، جب ماں اس کو دھوتی ہے، نہلاتے وقت اس کے جسم کو جب مَلتی ہے، تو بچہ زار وقطار روتا ہے، بچہ سمجھتا ہے کہ ماں میرے ساتھ ظلم کر رہی ہے، مگر حقیقت میں ماں اپنے بچے کے ساتھ شفقت ومحبت کا معاملہ کر رہی ہوتی ہے۔

میرے دوستو! ذرا غور کیجیے!!! جب ایک ماں اپنے بچہ کے جسم پر تھوڑی سی نجاست نہیں دیکھ سکتی،

تو وہ اللہ، جو ستّر ماؤں سے بھی زیادہ اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے، وہ اللہ اپنے بندوں کے دل پر گناہوں کی گندگی کیسے دیکھ سکتا ہے،

اسی لیے اللہ رب العزت اپنے بندوں پر بیماری، مصیبت بھیج کر، اس کو گناہوں سے پاک وصاف کر دیا کرتے ہیں، جیسے ڈاکٹر انسان کے جسم کو چیر کر گندہ مواد نکال دیتا ہے، اسی طرح اللہ رب العزت مصیبتیں بھیج کر انسان کے دل سے گناہوں کے مواد کو آنسوؤں کی شکل میں نکال دیا کرتے ہیں۔

تو معلوم یہ ہوا کہ انسان پر آئی ہوئی مصیبتیں، زحمت نہیں، رحمت ہوا کرتی ہیں۔

لیکن افسوس کہ، آج بعض لوگوں پر جب تھوڑے سے ناموافق حالات پیش آجاتے ہیں، تو جہاں

بیٹھتے ہیں، وہیں، اس مصیبت کا تذکرہ شروع کردیتے ہیں۔

ایسے لوگ جو اپنی مصیبتوں کا لوگوں میں تذکرہ کرتے پھرتے ہیں، وہ حقیقت میں لوگوں سے اللہ رب العزت کی شکایتیں کررہے ہیں۔

اللہ رب العزت فرماتے ہیں: بعض لوگوں کو جب میں تھوڑی سی پریشانی دے دیتا ہوں تو وہ لوگوں میں میری شکوہ شکایت کر کے، مجھے لوگوں میں ذلیل ورسوا کرنے لگتے ہیں، جب کہ میں نے ان کے اوپر اتنے دنوں تک احسان کیا، مگر انھوں نے کبھی بھی لوگوں سے اس کا تذکرہ تک نہیں کیا۔

مگر آج جب کہ میں نے ان کو تھوڑی سی پریشانی دے دی، تو لوگوں سے میری شکایتیں کرتے پھر رہے ہیں،

حالاں کہ میں نے بیماری اور پریشانی اس لیے دی تھیں، تاکہ ان کے گناہوں کو معاف کرکے، ان کے درجوں کو بلند کردوں،

مگر افسوس کہ آج یہ لوگوں میں میری شکایتیں کر کے مجھے ذلیل ورسوا کررہے ہیں۔

ایسے لوگ کان کھول کر سن لیں، جن سے تم اللہ رب العزت کا شکوہ کررہے ہو، وہ نہ تمہاری بیماری ٹھیک کرسکتے ہیں اور نہ تمہاری مصیبتیں دور کرسکتے ہیں۔

البتہ اس مصیبت وپریشانی پر جو اجر وثواب ملنا چاہیے تھا، اس سے تم محروم ہوجاؤ گے۔

اس لیے **میرے دوستو!** تو پھر بے صبری اور شکوہ شکایت کرنے سے کیا فائدہ،

اور جو شخص مصیبتوں، پریشانیوں اور بیماریوں پر صبر کرتا ہے اس کو کتنا اجر وثواب ملتا ہے؟

اس کا اندازہ، اس دنیا میں ہم نہیں لگاسکتے۔

کتابوں میں لکھا ہے: کہ اللہ رب العزت کے یہاں ہر نیک کام پر ہر انسان کو ایک متعین اجر وثواب ملا کرتا ہے، مگر جو مصیبتوں پر صبر کرتا ہے، تو اس کو اللہ رب العزت بے حساب اجر وثواب دیا کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ○

''ہم صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر ثواب دیا کرتے ہیں''۔

کل قیامت کے دن مصیبتوں پر صبر کرنے والوں کو اتنی نیکیاں دی جائیں گی، اور ان پر اس طرح رحمت کی بارشیں کی جائیں گی، کہ دنیا میں عیش و مستی کی زندگی گزارنے والے یہ تمنا کریں گے۔

اے کاش! دنیا میں ہمارے جسم کو قینچیوں سے کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے اور اس پر ہم صبر کرتے، جس کی وجہ سے ہم کو وہ اجر ملتا، جو آج صبر کرنے والوں کو مل رہا ہے۔

اور یہ بات رکھیے!!!

جس کو اللہ رب العزت اپنی رحمت سے دور کرنا چاہتے ہیں، اس کو مال و دولت اور دنیا کی عیش و مستی میں مبتلا کر دیتے ہیں،

اور جس کو اللہ رب العزت اپنی رحمت کے آغوش میں لینا چاہتے ہیں، تو اس کو مصیبتوں میں مبتلا کر دیتے ہیں، اور مصیبتوں میں مبتلا ہونا، اس بندہ کا، اللہ رب العزت کے نزدیک محبوب اور کامل ایمان والا ہونے علامت اور دلیل ہے۔

اس کی مثال اس واقعہ سے سمجھیے:

ایک مرتبہ ایک صحابی، تھکے ہارے، رات میں، اپنے گھر آئے، اور بستر پر لیٹتے ہوئے، اپنی بیوی صاحبہ سے کہا: پانی لاؤ! جب تک بیوی پانی لے کر آئی، وہ سو چکے تھے، بیوی ساری رات ہاتھ میں پانی لیے، سرہانے کھڑی رہی، جب تہجد کے وقت ان کی آنکھ کھلی، تو دیکھا بیوی پانی لیے کھڑی ہے، پوچھا: کہ

تُو سوئی نہیں؟ کہنے لگی: میں کیسے سوسکتی، اگر آپ رات میں جاگتے، اور پانی کی ضرورت ہوتی، اور اس وقت میں پانی پیش نہ کرسکتی۔

تو کل قیامت کے دن میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا جواب دیتی،

جب کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: اگر کوئی مرد اپنی بیوی سے کہے، کہ ایک پہاڑ کو اٹھا کر

دوسرے پہاڑ پر رکھ دو، اگر وہ اٹھا نہ سکے مگر پھر بھی تیار تو ہو جائے۔

وہ صحابی کہنے لگے ایسی عورت تو میں نے زندگی بھر نہیں دیکھی،

پھر وہ صحابی اپنی بیوی سے

اتنا خوش ہوئے،

اتنا خوش ہوئے،

کہ اسی خوشی کے عالم میں کہنے لگے، مانگ کیا مانگتی ہے، آج میں تیری ہر مانگ کو پوری کر دوں گا،

مگر بیوی انکار کرتی رہی کہ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں، وہ اصرار کرتے رہے،

بالآخر بیوی کہنے لگی، اگر دینا ہی ہے تو مجھے طلاق دے دو، وہ صحابی رضی اللہ عنہ پریشان کہ ایسی وفادار بیوی، اور میں طلاق دے دوں، ان کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھسک گئی، پھر بھی کہنے لگے، اگر تجھے طلاق ہی لینا ہے، تو ایک شرط ہے،

وہ شرط یہ ہے کہ ہم دونوں اپنا سارا واقعہ سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنائیں گے، پھر جو وہ فیصلہ فرمائیں گے، ہم دونوں اسی پر عمل کریں گے۔

نماز فجر کے بعد، دونوں اپنا فیصلہ کرانے کے لیے دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف روانہ ہوتے ہیں، اچانک راستہ میں اس صحابی رضی اللہ عنہ کا پیر پھسلتا ہے، اور گڑھے میں گر جاتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کی ٹانگ ٹوٹ جاتی ہے، تو ان کی بیوی کہتی ہیں، چلو اب ہم واپس چلتے ہیں،

مگر وہ صحابی کہنے لگے، میں ضرور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جاؤں گا، کیوں کہ مجھے ٹانگ کا ٹوٹنا اتنا تکلیف نہیں دے رہا ہے، جتنا تیرا طلاق مانگنا۔

بیوی کہتی ہے، چلو واپس چلو، اب مجھے طلاق کی ضرورت نہیں۔

صحابی نے کہا: پہلے تُو تو طلاق مانگ رہی تھی، اب کہتی ہے مجھے ضرورت نہیں، یہ بات میرے سمجھ میں نہیں آرہی ہے، تو ان کی بیوی نے جواب دیا:

میں نے اپنے کانوں سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان سنا ہے، جس آدمی پر زندگی میں کوئی تکلیف اور

پریشانی نہ آئے، تواس کے ایمان میں شک ہے، وہ کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا، اور مجھے آپ کی نکاح میں آئے ہوئے پندرہ سال ہوگئے،

آج تک میں نے آپ پر کوئی تکلیف اور پریشانی نہیں دیکھی تھی، اس لیے مجھے آپ کے ایمان میں شک ہو رہا تھا۔

جس کی وجہ سے میں طلاق مانگ رہی تھی، لیکن اب آپ کے پیر میں چوٹ لگ گئی، اب آپ کا ایمان مکمل ہوگیا، اس لیے اب مجھے طلاق کی ضرورت نہیں رہی۔

میرے دوستو! معلوم یہ ہوا کہ انسان کے اوپر جو مصیبتیں آتی ہیں اس کے ایمان کو مکمل کرنے کے لیے آتی ہیں۔

اسی لیے شاعر کہتا ہے ؎

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

میرے دوستو! مصیبتوں پر صبر کرنے کا، سب سے آسان نسخہ یہ ہے۔

جب انسان پر کوئی مصیبت آئے، تو یہ سوچے کہ جس طرح خوشحالی میرے پاس سے چلی گئی ہے۔ اسی طرح ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ پریشانی بھی میرے پاس سے چلی جائے گی۔

اسی لیے شاعر کہتا ہے ؎

ہر اک مصیبت کی تہہ میں چھپی رہتی ہے راحت بھی
شبِ تاریک کے دامن سے ہوتی ہے سحر پیدا
اور نہ کر تقدیر کا شکوہ مقدر آزماتا ہے
منزل خود ہی مل جائے گی قدم آگے بڑھاتے جا
مصیبت نام ہے اہلِ وفا کی آزمائش کا
اسی میں آدمی کا حوصلہ معلوم ہوتا ہے

نہ گھبرا شدتِ غم سے حصولِ کامیابی میں
کہ شاخِ گل پہ گل آنے سے پہلے خار آتے ہیں

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ
وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ
سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ
وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

گناہوں سے بچنے کے انعامات

گناہ سے بچنے کا پہلا انعام: بالطف زندگی۔

گناہ سے بچنے کا دوسرا انعام: حشر کے میدان میں عرش کا سایہ ملے گا۔

گناہ سے بچنے کا تیسرا انعام: بآسانی جنت میں داخلہ مل جائے گا۔

اور یاد رکھو! جو لوگ گناہوں بھری زندگی گذارتے ہیں، پھر توبہ کر کے تقویٰ اختیار کر لیتے ہیں، وہ بھی اہل تقویٰ میں سے ہیں، بشرطیکہ توبہ ندامت قلب دل سے ہو۔

کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: "اَلنَّدَامَةُ اَلتَّوْبَةُ"

توبہ دل کی ندامت کا نام ہے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو گناہوں سے توبہ کر لے، استغفار کر لے، حق تعالیٰ متقیوں ہی کے درجہ میں اس کو رکھیں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❖ نیک لوگوں کی صحبت سے ہمیشہ بھلائی ملتی ہے، کیوں کہ ہوا جب پھولوں سے گذرتی ہے، تو وہ بھی خوشبودار ہوجاتی ہے۔

❖ بس ایک رب کو راضی کرلو، تب دیکھنا کہ کیسے تمھارے خلاف، لوگوں کی سازشیں ناکام ہوتی ہیں۔

❖ اللہ تعالیٰ دنیا کی دولت، اسے ہی دیتا ہے، جسے پسند نہیں کرتا، مگر دین اسے دیتا ہے، جس سے محبت کرتا ہے۔

❖ نیکی کرتے وقت، کسی سے بدلے کی امید مت رکھو، کیوں کہ اچھائی کا بدلہ، انسان نہیں اللہ تعالیٰ دیتے ہیں۔

❖ زندگی ایسا ہیرا ہے، جسے تراشنا، خود انسان کا، کام ہے۔

ھو

بارہ ربیع الاول کا ایک تحقیقی جائزہ

ان الحمدللہ! الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ولا نظیر لہٗ ولا وزیر لہٗ ولا مشیر لہٗ ولا معین لہٗ وصل علی سید الرسل و خاتم الانبیاء المبعوث الی کافۃ للناس بشیراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً۔ امابعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ o

وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: مَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ o

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ o

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ o

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو، سرِّ آفرینش پاگئی دنیا
اندھیروں سے نکل کر، روشنی میں آگئی دنیا
بجھے چہروں کا رنگ اترا، سیاہ چہروں پہ نور آیا
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو، انسانوں کو جینے کا شعور آیا
قدم قدم پہ رحمتیں، نفس نفس پہ برکتیں
جہاں جہاں سے، یہ شفیع عاصیاں گزر گیا
جہاں نظر نہیں پڑی، وہاں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی، جہاں جہاں گزر گیا

محترم بزرگو اور دوستو!

یہ ربیع الاول کا مہینہ ہے، اس مبارک مہینہ میں سید ابرار،

شہنشاہ ذی وقار،

آقائے نامدار،

شفیع المذنبین،

رحمۃ للعالمین،

سید المرسلین،

رشکِ کائنات،

فخرِ موجودات،

رب کے دلارے،

سیدہ آمنہ کی آنکھوں کے تارے،

دائی حلیمہ کے جگر کے پارے،

آقائے مدنی فداہُ ابی وامی جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادتِ باسعادت ہوئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت طیبہ کا ذکر کرنا، نہ صرف یہ کہ عبادت ہے بلکہ کل آخرت میں نجات کا بھی ذریعہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بچپن،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جوانی،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعوت،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عبادت،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت ورحمت،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل وصورت،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حسن وجمال،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلال وکمال،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفتار وگفتار،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق وکردار،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اٹھنا بیٹھنا،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چلنا پھرنا،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سونا جاگنا،

غرض آپ کی زندگی کی ہر ہر حرکت وسکون کا مذاکرہ کرنا، اس کے لیے محفلیں قائم کرنا، اس امت کے ہر شخص پر واجب ہے۔

بلکہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت رکھنے والی تمام چیزوں کا ذکر کرنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبیلے،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بستی،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محلہ، گلی، کوچوں،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمامے،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلواریں،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواریاں،

بلکہ آپ کی سواریوں سے اڑنے والے گردوغبار کا ذکر کرنا بھی اس امت کے لیے اکسیر ہدایت ہے۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا، کہ یہ ربیع الاول کا مہینہ ہے، اس مہینہ میں، عام طور پر مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کو بطور خوشی کے مناتے ہیں۔

کوئی ان دنوں میں چراغاں کر کے، آپ سے محبت کا اظہار کرتا ہے۔

کوئی اپنی دکان و مکان پر جھنڈے لہرا کر، آپ سے محبت کا اظہار کرتا ہے۔

کوئی گلی کوچوں میں جلوس نکال کر، آپ سے محبت کا اظہار کرتا ہے۔

کوئی دینی جلسہ اور محفلیں قائم کر کے، آپ سے محبت کا اظہار کرتا ہے۔

مگر کیا واقعی ہم کو اپنے نبی سے محبت ہے۔

کیا واقعی ہم اپنے دعوائے محبت میں سچے ہیں۔

تو آیئے! قرآن وحدیث کی روشنی اور اپنے دل کی، دنیا میں، جھانک کر دیکھیں،

کہ ہم کو اپنے نبی سے کتنی محبت ہے،

اور کس طرح کی محبت ہے۔

میرے دوستو! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا ایک وہ طریقہ تھا، جو چچا ابوطالب نے اپنایا۔

ایک محبت کا وہ طریقہ تھا، جو حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے اپنایا۔

میرے بھائیو! چچا ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش پر بطور خوشی کے، سو اونٹ ذبح کروا کر، مکہ کے تمام گھروں، خاندانوں اور قبیلوں میں کھانے تقسیم کروائے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے لے کر، اپنی موت تک،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر طرح کی خدمت بھی کرتے رہے۔

اپنے جان و مال کی قربانی دے کر، ہر طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت بھی کرتے رہے۔

یہاں تک کہ جب کفارِ مکہ نے آپ کا بائیکاٹ کیا، تو ابو طالب نے بائیکاٹ کرنے والوں کا ساتھ نہ دے کر، تین سال تک شِعبِ ابی طالب میں قید رہنا گوارا کرلیا، درخت کے پتّے اور چھالیں کھانا گواراہ کرلیا،

مگر آپ کا ساتھ چھوڑنا کبھی گوارا نہ کیا، ابو طالب کبھی کبھی آپ کو اپنے سینہ سے لگا کر یہ شعر بھی پڑھا کرتے تھے۔

یستقی الغمام بوجهه

ثمال الیتامیٰ عصمة للارامل

اے میرے بھتیجے! تیرا چہرہ اتنا حسین ہے، کہ اس حسین چہرہ کی بدولت آسمان سے بارشیں ہوتی ہیں۔

اے میرے بھتیجے! تیرے خوبصورت چہرہ اتنا خوبصورت ہے، کہ اس خوبصورت چہرہ کی بدولت آسمان سے اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں۔

اے میرے بھتیجے! تیرا خوبصورت اور حسین چہرہ، یتیموں کا آسرا، بیواؤں کا سہارا ہے۔

میرے عزیزو! چچا ابو طالب آپ سے اتنی محبت کرتے ہیں، اتنی محبت کرتے ہیں،

کہ جس کا ہم اور آپ اندازہ نہیں کرسکتے۔

لیکن میرے بھائیو! چچا ابو طالب نے میرے نبی کو، تو اپنے سینہ سے نہیں لگایا۔

مگر میرے نبی کی شریعت کو، اپنے سینہ سے نہیں لگایا جس کی وجہ سے۔۔۔

کل قیامت کے دن، ان کو جنت نہیں مل سکے گی۔

کل قیامت کے دن، ان کو بخشش کا پروانہ نہیں مل سکے گا۔

اور ایک وہ شخص ہے، جو نبی کے گھر اور خاندان کا نہیں،
وہ نبی کے شہر اور ملک کا رہنے والا نہیں،
اس نے اپنی پوری زندگی میں، کبھی بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کوئی شعر نہیں پڑھا،
اس نے اپنی پوری زندگی میں، کبھی بھی جشن عید میلاد النبی نہیں منایا،
اس نے اپنی زندگی میں، نبی کی محبت میں کبھی جلوس نہیں نکالا،
مگر اس نے نبی کی شریعت پر، عمل کیا۔
وہ نبی کے بتائے ہوئے طریقہ پر، اپنی زندگی گزارتا رہا۔
اس نے اپنی پوری زندگی میں کبھی بھی، نبی کی کسی سنت کو، اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔
جس کی وجہ سے اللہ رب العزت نے اس کا مقام،
اتنا بلند کیا، اتنا بلند کیا،
کہ وہ ٹہلتا ہے مکہ کی گلیوں میں مگر اس کے پیروں کی آہٹ جنت میں سنائی دیتی ہے۔

میرے دوستو! وہ کون شخص تھا، جس کو اتنا اونچا مقام ملا، وہ کون شخصیت تھی۔
یہ وہ شخصیت تھی جس کو آج دنیا حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے نام سے جانتی ہے۔

میرے ساتھیو! معلوم یہ ہوا کہ صرف نبی سے محبت کا دعویٰ کرنے، اور پورے سال میں صرف ایک مرتبہ جشن عید میلاد النبی منانے سے جنت نہیں ملنے والی۔
جنت تو ملے گی، نبی کی شریعت پر عمل کرنے سے۔
جنت تو ملے گی، نبی بتلائے ہوئے طریقہ پر عمل کرنے سے۔
جنت تو ملے گی، نبی لائے دین کو اپنی زندگی میں کرنے سے۔
کیا آپ نے کبھی غور کیا!!! کہ عیسائی پورے سال میں صرف ایک دن، ۲۵ دسمبر کو اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت پر خوشی منا کر یہ سمجھتے ہیں، کہ اب ہمارے سارے گناہ معاف۔
وہ ۲۵ دسمبر کو کرسمس ڈے کے نام پر،

اپنے نبی کی پیدائش پر،

اپنے نبی کی ولادت پر،

جشن عید میلاد النبی منا کر یہ سمجھتے ہیں کہ اب ہمیں پورے سال اپنے نبی کی تعلیمات پر، اپنے نبی کے بتلائے ہوئے طریقہ پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں، اب جو چاہو کرو۔

چناں چہ ۲۵ دسمبر کو، کرسمس ڈے کو، وہ کھل کر گناہ کرتے ہیں۔

شراب، وہ پیتے ہیں،

زنا، وہ کرتے ہیں،

رنگ رلیاں، وہ مناتے ہیں،

ناچ گانے، وہ کرتے ہیں،

غرض نہ جانے وہ کس کس طرح کرتے ہیں، جس کو ہم اور آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔

اس لیے کہ انھوں نے اپنے نبی کی ولادت پر خوشی منا کر اپنے سارے گناہ معاف کرالیے ہیں۔

میرے بھائیو! بالکل اسی طرح، آج کا مسلمان، پورے سال میں صرف ایک دن، جشن عید میلاد النبی منا کر یہ سمجھتا ہے کہ اب ہمارے سارے گناہ معاف۔

اب ہمیں اپنے نبی کی شریعت پر، عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔

اب ہمیں پورے سال، نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

اب ہمیں پورے سال، دین پر عمل کی ضرورت نہیں۔

اب ہمیں اپنے نبی کی سنت پر، عمل کی ضرورت نہیں۔

چناں چہ اس دن جلوس نکال کر نہ جانے وہ کتنی نمازیں چھوڑتے ہیں۔

نہ جانے کس کس طرح بے حیائی کا اظہار کرتے ہیں۔

نقلی خانۂ کعبہ بنا کر، میلے ٹھیلے کے ذریعہ، جوان بچیوں اور عورتوں کو جلوس میں شریک کر کے، امت محمدیہ کی ذلت ورسوائی کا سبب بنتے ہیں۔

نوجوان بچے، اس دن، اس جلوس میں ناچتے، تھرکتے، اپنے نبی سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

غرض اس دن، وہ نہ جانے کس کس طرح اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں مگر ان کو اس کی فکر نہیں۔

اگر دین مٹ رہا ہے، تو مٹنے دو۔

اگر اسلام کا مذاق اڑایا جارہا ہے، تو اڑایا جاتا رہے۔

بس وہ یہ سمجھتے ہیں کہ۔۔۔

ہم نے، تو جشن عید میلاد النبی منا کر، اپنے لیے جنّتی ہونے کی سرٹیفکیٹ لے لی ہے۔

ہم نے، جشن عید میلاد النبی منا کر، اپنے لیے جنت واجب کرالیا ہے؟

ہم نے، تو جشن عید میلاد النبی منا کر، جنت کو الاٹ کرالیا ہے۔

میرے بھائیو! عیسائی تو اچھے کہ وہ اپنے نبی کی ولادت پر خوشیاں مناتے ہیں، مگر افسوس تو یہ ہے کہ آج کا مسلمان اپنے نبی کی وفات پر خوشیاں منا رہا ہے۔

یہ عجیب بات ہے، کہ آج کا مسلمان، اپنے نبی کے نواسے کی شہادت پر، غم مناتا ہے، اور اپنے نبی کی وفات پر خوشی مناتا ہے۔ اور اس کو احساس تک نہیں، کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔

میرے دوستو! تاریخ کی تمام معتبر کتابوں میں لکھا ہے:

چاہے وہ سیرت النبی ہو،

چاہے وہ سیرت المصطفیٰ ہو،

چاہے وہ رحمۃ للعالمین ہو،

یا اور کوئی کتاب ہو، تمام معتبر کتابوں میں۔

بلکہ مصر کے ایک بڑے عالم، جن کا نام، جناب محمود پاشا فلکی ہے، نے پرانے کیلنڈروں سے بھی یہ ثابت کیا ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش شریف ۹ ربیع الاول بمطابق ۵۷۱ء عیسوی اور وفات ۱۲ ربیع الاول بمطابق ۶۳۲ء عیسوی میں ہوئی۔

اسی پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

تو معلوم یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت ۹ ربیع الاول اور وفات ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔

اسی لیے ۱۲ ربیع الاول کو بارہ وفات بھی کہا جاتا ہے۔

اگر مان لیا جائے، جیسا کہ ایک دو مؤرخ کہتے ہیں کہ ولادت بھی بارہ ربیع الاول کو ہوئی ہے۔

مجھے ذرا بتایئے! اگر آپ کے والد ایسے صاحبِ حیثیت ہوں، جنھوں نے دنیا میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے ہوں۔

جنھوں نے، قوم وملت کے لیے بڑے بڑے خدمات انجام دیئے ہوں۔

جنھوں نے، اپنے بچوں کے مستقبل کے لیے بہت کچھ بنایا، بہت کچھ کیا ہو، وہ اسی دن انتقال کر جائیں، وہ اسی دن وفات پا جائیں، جس دن وہ پیدا ہوئے تھے، تو آپ، اس تاریخ میں، خوشی منائیں گے، یا غم؟

ظاہر سی بات ہے، اس دن آپ کو، اپنے والد کے انتقال کا غم ہوگا۔

میرے عزیز ساتھیو! ذرا انصاف سے بتاؤ۔۔۔

جس دن، آپ کے والد کی وفات ہو، اس دن آپ خوشی نہ منائیں،

جس دن، آپ کی والدہ کی وفات ہو، اس دن آپ خوشی نہ منائیں،

جس دن، آپ کے بھائی بہن کی وفات ہو، اس دن آپ خوشی نہ منائیں،

مگر جس دن، اپنے نبی کی وفات ہو، اس دن ہم خوشی کیوں مناتے ہیں؟!

اور کسی کی وفات پر خوشیاں، تو وہ منایا کرتا ہے، جو اس کا دشمن ہوا کرتا ہے۔

لہٰذا یہ بات یاد رکھیے! اگر کوئی مسلمان جان بوجھ کر، اپنے نبی کی وفات پر خوشیاں مناتا ہے، تو وہ نبی کا دشمن تو ہوسکتا ہے، مگر نبی کا عاشق نہیں۔

اور جو مسلمان اپنے نبی کی وفات پر جان بوجھ کر خوشی منائے، تو وہ کافر و مرتد تو ہوسکتا ہے، مگر مسلمان نہیں۔

ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو۔

میرے دوستو! اسی پر بس نہیں بلکہ میں نے یہاں تک دیکھا ہے کہ بعض جگہ تو عید میلاد النبی کے موقع پر، روضہ اطہر اور بیت اللہ شریف کی نقل بنائی جاتی ہے، اور اس خود ساختہ خانۂ کعبہ کا طواف بھی کیا جاتا ہے، جس طرح شیعہ مصنوعی خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔

اسی طرح مسلمان بھی خانۂ کعبہ بنا کر طواف کر کے یہ ثابت کر رہے ہیں، کہ اب حج وعمرہ کے لیے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جانے کی ضرورت نہیں۔

اب ہر گھر، ہر محلہ، خانۂ کعبہ اور ہر گاؤں، ہر شہر، مدینہ منورہ ہو چکا ہے۔

پھر ستم بالائے ستم، یہ کہ اس کو اگلے دن توڑ پھوڑ کر پھینک دیا جاتا ہے، ایسے عقل کے ماروں کو پتہ نہیں،

کہ کسی بادشاہ کی تصویر، اگر چہ اصل بادشاہ تو نہیں ہوا کرتا ہے، مگر اس کی تصویر کی توہین، بادشاہ کی توہین مانی جاتی ہے۔

تو کیا آج اگر کوئی مسلمان خانۂ کعبہ اور روضۂ اطہر کی نقل بنا کر، اور اس کی تشبیہ بنا کر، اس کو توڑتا اور منہدم کرتا ہے، تو اس کو دین کا باغی اور اس کا خدا تعالیٰ سے بغاوت کرنا تصور نہیں کیا جائے گا۔

میرے دوستو! آج یہ سب حرکتیں ہماری کھلی آنکھوں کے سامنے ہوتی یہ سب حرکتیں ہوتی ہیں، مگر اس پر کسی مسلمان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی؟

الغرض، آج کل جشنِ عید میلاد النبی کے نام پر، جو کچھ ہو رہا ہے، وہ سب خرافات ہیں، دین سے ان کا دور، دور تک، کوئی رشتہ نہیں ہے۔

میرے بھائیو! ذرا عقل سے سوچیے! کہ جس نبی نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی سنتیں، بیان کی ہوں۔

جس نبی نے کھانے پینے، سونے جاگنے، پیشاب پاخانہ کی سنتیں بیان فرمائی ہوں۔

تو کیا اگر اسلام میں تعزیہ رکھنا، ڈھول تاشے بجانا، بارہ ربیع الاول کو، جشن عید میلاد النبی منانا، بارہ

ربیع الاول کو، جلوس نکالنا، اسلام اور شریعت سے ثابت ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا طریقہ نہ بیان فرماتے؟

اس کو کرنے کا، سنت طریقہ بیان نہ فرماتے؟

آج بھی، اس طرح کے جلوس مکہ اور مدینہ میں نہ نکالے جاتے؟

غرض یہ سب کام سنت نہیں، بدعت ہیں۔

دین نہیں، خرافات ہیں۔

یہ سب طریقے،

نہ قرآن سے ثابت،

نہ حدیث سے ثابت،

نہ صحابہ کرام سے ثابت،

نہ بزرگان دین سے ثابت ہیں۔

ذرا سوچیے تو سہی! بارہ ربیع الاول کا مہینہ، کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں بھی آیا؟

بارہ ربیع الاول کا مہینہ خلفاء راشدین کے زمانہ میں بھی آیا؟

بارہ ربیع الاول کا مہینہ ائمہ اربعہ کے زمانہ میں بھی آیا؟

بارہ ربیع الاول کا مہینہ تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں بھی آیا؟

بارہ ربیع الاول کا مہینہ علماء، اتقیاء اور اصفیاء کے زمانہ میں بھی آیا؟

بارہ ربیع الاول کا مہینہ حضرت خواجہ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں بھی آیا؟

بارہ ربیع الاول کا مہینہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں بھی آیا؟

بارہ ربیع الاول کا مہینہ حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں بھی آیا؟

بارہ ربیع الاول کا مہینہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں بھی آیا؟

پوری چودہ سو سال کی تاریخ میں،

پیغمبر ﷺ کے ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے،

تابعین اور تبع تابعین نے،

ان اماموں نے،

ان اقطاب اور ابدال نے،

ان اصفیاء اور اتقیاء نے،

ان علماء اور صلحاء نے بارہ ربیع الاول کے دن جلوس کیوں نہیں نکالا؟

چراغاں کیوں نہیں کیا؟

لوبانوں کی بتیاں کیوں نہیں سلگائیں؟

ذرا مجھے بتاؤ! کیا یہ نبی ﷺ کے عاشق نہیں تھے؟

کیا ان کو نبی ﷺ سے محبت نہیں تھی؟

کیا ان کو نبی ﷺ سے الفت نہیں تھی؟

کیا ان کو نبی ﷺ کا درد نہیں تھا؟

میرے دوستو! چودہ سو سال کے ان اماموں نے جلوس نہ نکال کر، جھنڈیاں نہ لگا کر، لوبان کی بتیاں نہ سلگا کر،

صرف اور صرف پیغمبر ﷺ کی اتباع کی،

نبی ﷺ کی شریعت کو سینے سے لگایا،

نبی ﷺ کی طریقت کو سینے سے لگایا،

نبی ﷺ کے قرآن کو سینے سے لگایا،

نبی ﷺ کے عشق کو سینے سے لگا کر پوری دنیا کے مسلمانوں کو اور پوری دنیا کے انسانوں کو یہ بتادیا کہ۔۔۔

اے لوگو! عشق رسول ﷺ میرے نبی کے طریقہ پر چلنے کا نام ہے۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی کے لائے ہوئے دین پر عمل کرنے کا نام ہے۔

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت پر عمل کرنے کا نام ہے۔

میرے دوستو! سچے عاشق، اور سچے محب، تو وہی ہوتے ہیں، جو محبوب اور معشوق کی ایک ایک ادا سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔

اس کی صورت سے محبت،

اس کی سیرت سے محبت،

اس کی عادت سے محبت،

اس کی گفتار ور فتار سے اور اس کے کردار سے محبت،

اس کے خاندان اور قبیلے سے محبت،

اس کے شہر اور گلی کوچوں سے محبت،

اس کی ہر اس چیز سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں جس کا تعلق اور جس کی نسبت اس کی طرف ہو۔

بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آج بارہ ربیع الاول کے نام پر جو کچھ ہوتا ہے اسلام میں دور دور تک اس کا کوئی واسطہ نہیں۔

اس لیے میرے بھائیو! ہر مسلمان کے اوپر فرض ہے، کہ وہ اس قسم کے رسم ورواج سے بچنے کی بھی کوشش کرے، اور لوگوں کو، دوست واحباب کو، عزیز واقارب کو، اس قسم کے خرافات سے کو روکنے کی بھی کوشش کرے۔

ورنہ کل قیامت کے دن، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اگر ہمارا دامن پکڑ کر پوچھ لیا کہ تمہارے ہوتے ہوئے، ہمارے دین کا مذاق اڑایا جارہا تھا، اس وقت تم کیا کر رہے تھے۔

اے علماء کی جماعت!!! بتاؤ! تمہارے ہوتے ہوئے، خانۂ کعبہ کی توہین کی جارہی تھی، اس وقت تم نے اس سے آنکھیں کیوں بند کر لی تھیں۔

اے مدارس کے لوگو! تمہارے ہوتے ہوئے ہمارے روضۂ اطہر سے کھلواڑ کیا جارہا تھا اس وقت تم

خاموش کیوں بیٹھے تھے۔

میرے دوستو! ذرا بتاؤ! اس وقت ہم کیا جواب دیں گے؟

اس وقت نہ ہم سے کوئی جواب بن پڑے گا،

اور نہ کوئی بہانہ چلے گا۔

اگر کوئی بہانہ بنانے کی کوشش بھی کریں گے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے یہ کہیں گے۔

تو اِدھر اُدھر کی بات نہ کر یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا

مجھے رہزنوں سے گلہ نہیں تیری رہبری کا سوال ہے

میرے دوستو! جس طرح سے ظلم پر خاموش رہنا، ظالم کا ساتھ دینا ہوا کرتا ہے، اسی طرح بدعت پر خاموش رہنا، بدعت کو بڑھاوا دینا ہوتا ہے۔

اس لیے یہ ارادہ کریں کہ ان شاء اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقہ پر اپنی زندگی گذارنے کی کوشش بھی کریں گے۔

اور ہر اس چیز سے بچنے کی کوشش بھی کریں گے۔

جس کا دین و اسلام سے دور دور تک کوئی واسطہ نہیں،

اور اپنی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک سنت کو زندہ بھی کریں گے اور اس کی دعوت بھی دیں گے۔

اس لیے کہ جب سنت کی دعوت دی جاتی ہے تو بدعت خود بخود ختم ہو جاتی ہے جیسے جب اندھیرے میں روشنی کی جاتی ہے تو اندھیرا خود بخود چھنٹ جاتا ہے۔

یاد رکھیے! بدعملی پر اللہ رب العزت کا اتنا بڑا عذاب نہیں آتا، جتنا بڑا عذاب اس وقت آتا ہے،

اور اللہ رب العزت کا غضب اس وقت جوش میں آتا ہے۔

جب دین کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔

جب شعائر اسلام کی توہین کی جاتی ہے،

جب اللہ کا عذاب آتا ہے،

تو کبھی ظالم حکمرانوں کی شکل میں،

کبھی فرقہ وارانہ فساد کی شکل میں،

کبھی اللہ کا عذاب آتا ہے، آندھی، طوفان، اور سیلاب کی شکل میں،

کبھی اللہ کا عذاب آتا ہے قحط اور وبائی بیماریوں کی شکل میں،

جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو چھوٹے بڑے، بچے بوڑھے، مرد عورت، نیک و بد، اچھے برے سب اس چکی میں پس جاتے ہیں۔ پھر ان کی داستاں تک بھی نہ ہوتی ہے داستانوں میں۔

اس لیے دین وشریعت پر اس طرح عمل پیرا ہوجائیں کہ ؂

نشیمن پہ نشیمن اس طرح بناتا جا
کہ بجلی گرتے گرتے خود ہی برباد ہوجائے

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ
وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ
سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ
وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

❁-----❁❁❁-----❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❖ تربیت کے بغیر تعلیم جہالت بڑھانے کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

❖ تجربہ وہ ہے جو دوسروں سے سیکھا جائے، کیوں کہ اپنا تجربہ تو نقصان کی قیمت پر حاصل ہوتا ہے۔

❖ شخصیت میں عاجزی نہ ہو تو معلومات میں اضافہ علم کو نہیں بلکہ تکبر کو جنم دیتا ہے۔

❖ شیطان سب سے پہلے انسان کی شرم و حیا پر ضرب لگاتا ہے، تاکہ وہ بے حیا بن کر آسانی سے گناہ کر سکے۔

❖ اس عورت سے زیادہ کوئی خوبصورت نہیں جو صرف اور صرف اپنے رب کو خوش کرنے کے لیے، پردہ کرتی ہے۔

شب برأت کی فضیلت اور حقیقت

ان الحمدللہ! الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ولا نظیر لہٗ ولا وزیر لہٗ ولا مشیر لہٗ ولا معین لہٗ وصل علیٰ سید الرسل و خاتم الانبیاء المبعوث الیٰ کافۃ للناس بشیراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً۔ امابعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

حٰمٓ ۝۱ وَ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝۲ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ ۝۳

وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اِنَّ اللّٰہَ لَیُطَّلِعُ فِی النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَیُغْفَرُ لِجَمِیْعِ خَلْقِہٖ اِلَّا الْمُشْرِکَ وَمُشَاحِنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ۝
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ۝
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ۝

موت کی یاد نے مجھے نیند سے کیا بیزار
آنکھیں میری ہر دم رہنے لگی ہیں اشک بار
چلے جائیں گے سب، تنہا قبر میں چھوڑ کر
ڈال کر مٹی پلٹ جائیں گے سب رخ موڑ کر
رو رہا ہوں اس لیے کہ موت کا ڈر ہے
میرے سوا اور کون کرے گا میری فکر
کل اس حسن صورت کا انجام کیا ہوگا؟
بدبودار نعش قبر جس کا مقام ہوگا

تعجب ہے جو کرتے ہیں ناز اپنی دولت پر

بھول جاتے ہیں حیثیت اپنی مٹی کی مورت پر

محترم بزرگو اور دوستو! اللہ رب العزت نے اپنی قدرت سے اس کائنات میں مختلف چیزیں پیدا فرمائی، پھر ان میں سے بعض چیزوں کو بعض پر فضیلت عطا کی، چناں چہ جب ہم تاریخ کے اوراق کو پلٹ کر دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ۔۔۔

اللہ رب العزت نے جب آدم علیہ السلام پر نظر کرم ڈالی تو ان کو تمام انسانوں کا سردار بنا دیا۔

جب اللہ رب العزت نے ہمارے نبی جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نظر کرم ڈالی، تو ان کو تمام نبیوں کا سردار بنا دیا۔

جب اللہ رب العزت نے جبرئیل علیہ السلام پر نظر کرم ڈالی، تو ان کو تمام فرشتوں کا سردار بنا دیا۔

جب قرآن کریم پر نظر ڈالی، تو اس کو تمام کتابوں کا سردار بنا دیا۔

جب قرآن کی سورۃ، سورۂ بقرہ پر نظر ڈالی، تو اس کو تمام سورتوں کا سردار بنا دیا۔

جب آیت الکرسی پر نظر کرم ڈالی، تو اس کو تمام آیتوں کا سردار بنا دیا۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر نظر ڈالی، تو ان کو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا سردار بنا دیا۔

جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر نظر کرم ڈالی، تو ان کو تمام مؤذنوں کا سردار بنا دیا۔

جب امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نظر کرم ڈالی، تو اس کو تمام امتوں کا سردار بنا دیا۔

جب شہر مکہ اور مدینہ پر نظر کرم ڈالی، تو ان کو تمام شہروں کا سردار بنا دیا۔

جب خانہ کعبہ بیت اللہ پر نظرم کرم ڈالی، تو اس کو تمام گھروں کا سردار بنا دیا۔

جب کوہِ طور پر نظر کرم ڈالی، تو اس کو تمام پہاڑوں کا سردار بنا دیا۔

جب وادیِ بیت المقدس پر نظر ڈالی، تو اس کو تمام وادیوں کا سردار بنا دیا۔

جب غارِ حرا پر نظر کرم ڈالی، تو اس کو تمام غاروں کا سردار بنا دیا۔

جب حجرِ اسود پر نظر کرم ڈالی، تو اس کو تمام پتھروں کا سردار بنا دیا۔

جب زمزم کے کنوئیں پر نظر کرم ڈالی، تو اس کو تمام کنوؤں کا سردار بنا دیا۔
جب دریائے نیل پر نظر کرم ڈالی، تو اس کو تمام دریاؤں کا سردار بنا دیا۔
جب یونس علیہ السلام کی مچھلی پر نظر کرم ڈالی، تو اس کو تمام مچھلیوں کا سردار بنادیا۔
جب صالح علیہ السلام کی اونٹنی پر نظر کرم ڈالی، تو اس کو تمام اونٹنیوں کا سردار بنادیا۔
جب براقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر ڈالی، تو اس کو تمام گھوڑوں کا سردار بنادیا۔
جب دائی حلیمہ کی بکریوں پر نظر ڈالی، تو ان کو تمام بکریوں کا سردار بنادیا۔
جب اصحابِ کہف کے کتے پر نظر کرم ڈالی، تو اس کو تمام کتوں کا سردار بنادیا۔
جب عصائے موسیٰ علیہ السلام پر نظر کرم ڈالی، تو اس کو تمام لاٹھیوں کا سردار بنادیا۔
جب حسن یوسف علیہ السلام پر نظر کرم ڈالی، تو ان کو تمام حسینوں کا سردار بنادیا۔
جب حضرت سلیمان علیہ السلام پر نظر کرم ڈالی، تو ان کو تمام بادشاہوں کا سردار بنادیا۔
جب رمضان المبارک پر نظر کرم ڈالی، تو اس کو تمام مہینوں کا سردار بنادیا۔
جب جمعۃ الوداع پر نظر کرم ڈالی، تو اس کو تمام جمعوں کا سردار بنادیا۔
جب جمعہ کے دن پر نظرم کرم ڈالی، تو اس کو تمام دنوں کا سردار بنادیا۔
جب شب برأت اور شبِ قدر کی رات پر نظر کرم ڈالی، تو اس کو تمام راتوں کا سردار بنادیا۔

میرے دوستو! اس رات کے کئی نام ہیں:

لَیْلَةُ الرَّحْمَةِ
لَیْلَةُ الْکَفِیْرِ
لَیْلَةُ الشَّفَاعَةِ
لَیْلَةُ الْمَغْفِرَةِ
لَیْلَةُ الْبَرَأَةِ۔

[لَیْلَةُ الرَّحْمَةِ] یعنی رحمت والی رات۔

اَلَیْلَةُ الْتَکْفِیْرُ یعنی گناہوں سے رہائی والی رات۔
اَلَیْلَةُ الشَّفَاعَةُ یعنی شفاعت پانے والی رات۔
اَلَیْلَةُ الْمَغْفِرَةُ یعنی بخشش پانے والی رات۔
اَلَیْلَةُ الْبَرَأَةُ ہی کو فارسی اور اردو زبان میں شب برأت کہتے ہیں۔

شب کے معنیٰ آتے ہیں: رات کے، برأت کے معنیٰ آتے ہیں: چھٹکارا اور نجات حاصل کرنے کے۔

توشب برأت کے معنیٰ ہوئے گناہوں سے چھٹکارے کی رات۔

اس رات میں بڑے بڑے پاپی اور گنہگاروں کو گناہوں سے بری کیا جاتا ہے، ان کے لیے عام معافی کا اعلان کیا جاتا ہے۔

یہ بات یاد رکھیے! پورے سال خدا کے بندے، خدا تعالیٰ کی عبادت کر کے، اس کی رحمت کو تلاش کرتے ہیں، لیکن یہ ایک ایسی رات ہے، جس میں خدا کی رحمت، خدا کے بندوں کو، خود تلاش کرتی ہے۔

فرمایا: جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ اس رات میں خدا تعالیٰ آسمان دنیا یعنی پہلے آسمان سے اپنے بندوں کے لیے، اپنے فرشتوں سے اعلان کرواتے ہیں کہ۔۔۔

ہے کوئی گنہگار، کہ میں اس کے تمام گناہوں کو معاف کر کے اس کی بخشش کر دوں۔
ہے کوئی بیمار حال، کہ میں اس کی بیماری کو دور کر کے تندرستی عطا کر دوں۔
ہے کوئی غریبی سے پریشان حال، کہ میں اس کی غربت کو دور کر کے خوشحال کر دوں۔
ہے کوئی مصیبت زدہ، کہ میں اس کو مصیبت کے چنگل سے آزاد کر دوں۔
ہے کوئی جائز مرادوں اور تمناؤں کو چاہنے والا، کہ میں اس کی مرادوں اور تمناؤں کو پوری کر دوں۔

اس رات میں اللہ رب العزت اپنے بندوں کے گناہوں کو، اپنے دریائے رحمت کی روانی وطغیانی میں بہا کر لے جاتے ہیں، اسی لیے فرمایا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

"قُوْمُوْا لَیْلَهَا وَ صُوْمُوْا نَهَارَهَا" شعبان کی پندرھویں شب میں، خوب ڈٹ کر عبادت کرو۔
اس شب میں، اللہ رب العزت کی رحمتوں اور برکتوں سے اپنی جھولیاں اپنے دامن کو بھر لو، اور اس کی صبح اس شکر اور احسان میں روزے رکھو، کہ اللہ رب العزت نے مجھے تمام گناہوں سے پاک وصاف کر دیا۔

حدیث شریف میں آتا ہے:

اس رات میں اللہ رب العزت پورے سال کے تمام امور کے فیصلہ فرماتے ہیں:

اس سال، کون مرے گا اور کون، پیدا ہوگا۔

اس سال، کس کو، بیماری لگے گی اور کون، بیماری سے صحت یاب ہوگا۔

اس سال، کس کو، عزت ملے گی اور کون، ذلت ورسوائی کی گہری کھائی میں گرے گا۔

اس سال، کون، امیر سے غریب اور غریب سے امیر بنے گا۔

اس سال، کس کو، ترقی وعروج حاصل ہوگا اور کس کو، تنزلی وزوال حاصل ہوگا۔

اس سال، کس کو، خوشی اور کس کو، غم لاحق ہوگا۔

اس سال، کس کا، نکاح ہوگا، کس کو، طلاق ہوگی۔

غرض اللہ رب العزت ہر سال اس شب میں، اپنے بندوں کے لیے ایک لائحہ عمل اور اسکیم تیار کرتے ہیں، گویا اس رات میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک عام بجٹ پاس ہوتا ہے۔

یہ رات، خدائی بجٹ کی رات ہوتی ہے، جیسے دنیا کی حکومتیں، تجارت اور بزنس کرنے والے اور مختلف تنظیمیں اپنے پورے سال کی۔۔۔

آمدنی،

خرچ،

نفع،

اور نقصان، کا جائزہ لے کر، پورے سال کی کارکردگی کو سامنے رکھ کر، آئندہ کے لیے لائحہ عمل اور

اسکیم تیار کرتے ہیں، اسی طرح خدا تعالیٰ کے دربار میں بھی ہوتا ہے۔

یہ بات یاد رکھیے!!!

یہ رات ہمارے لیے۔۔۔عزت اور ذلت کے فیصلہ کی رات ہے!

یہ رات ہمارے لیے۔۔۔خوشحالی اور تنگدستی کے فیصلہ کی رات ہے!

یہ رات ہمارے لیے۔۔۔بیماری اور تندرستی کے فیصلہ کی رات ہے!

یہ رات ہمارے لیے۔۔۔زندگی اور موت کے فیصلہ کی رات ہے!

یہ رات ہمارے لیے۔۔۔خوشی اور غم کے فیصلہ کی رات ہے!

یہ رات ہمارے لیے۔۔۔سعادت اور شقاوت کی فیصلے کی رات ہے!

یہ رات ہمارے لیے۔۔۔نیک بختی اور بد بختی کے فیصلہ کی رات ہے!

یہ رات ہمارے لیے۔۔۔ترقی اور تنزلی کے فیصلہ کی رات ہے!

جو آدمی اس رات کو جیسے گزارے گا، اس کے لیے پورے سال اسی طرح کا فیصلہ ہوگا، جیسے رمضان کو آدمی جس طرح سے گزارتا ہے، پورے سال اسی طرح رہتا ہے، اسی طرح اس رات کا بھی حال ہے، لہٰذا اس رات کو۔۔۔

گپ شپ،

کھیل کود،

بدعت وخرافات،

رسم ورواج، پر عمل کرنے کے بجائے، اپنے رب کے سامنے ہاتھ اور جھولی پھیلا کر، رو رو کر، گڑ گڑا کر، پورے سال اپنے لیے۔۔۔

عزت کا،

دولت کا،

صحت کا،

خوشی کا،

دنیا وآخرت میں چین وسکون، کا فیصلہ کرانا چاہیے۔

عزیز ساتھیو! ہوسکتا ہے، آج کی رات میں، اس سال مرنے والوں کی فہرست میں، ہمارا بھی نام بھی لکھ دیا جائے۔

ہوسکتا ہے، اس مہینہ، اس ہفتہ، مرنے والوں کی فہرست میں، ہمارا بھی نام ہو۔

ہوسکتا ہے، آج کی رات، اس دنیا کی ہماری آخری رات ہو۔

ہوسکتا ہے، کل کا دن، اس دھرتی پر ہمارا آخری دن ہو۔

لہٰذا اس رات میں، ہم لوگوں کو خوب اپنے رب سے لو لگا کر، جس قدر ہوسکے اپنے گناہوں سے توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔

جارہے ہیں اس جہاں سے انسان دھیرے دھیرے
ہم بھی کریں وہاں کا سامان دھیرے دھیرے
یہ زندگی ہے فانی کس کا یہاں مکاں ہے
ہو جائے گا خالی یہ میدان دھیرے دھیرے
یوں ہی اگر رہیں گے ذکر خدا سے غافل
تو شیطان چھین لے گا ایمان دھیرے دھیرے

فرمایا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے: کہ قبروں کی زیارت کیا کرو، کیوں کہ قبر موت کو یاد دلاتی ہے۔

اور قبر اپنے زیارت کرنے والے سے زبان حال سے یہ کہتی ہے۔

بے نشاں ہوجائے گا گلزارِ دنیا ایک دن
خار کا اس میں پتہ ہوگا نہ گل کا ایک دن
ہیں کہاں فرعون و نمرود و شداد
جن کو تھا اپنے خدا ہونے کا دعویٰ ایک دن

موت کہتی ہے نہ اترا زور و طاقت میں تو
خاک کر ڈالوں گی تیرا زور سارا ایک دن
کر برائی سے حذر جاسوس تیرے ساتھ ہیں
ہوں گے دشمن سب کے سب تیرے اعضاء ایک دن
آخر اس دار فنا سے سب کو جانا ہے عزیز
یوں ہی طے ہوجائے گا دنیا کا قصہ ایک دن

لہٰذا اس رات میں قبرستان میں جا کر، جہاں اپنے مردوں کے لیے دعائے مغفرت کرنا سنت ہے، وہیں تھوڑی دیر بیٹھ کر یہ مراقبہ کرنا چاہیے۔

یہ غور کرنا چاہیے، کہ ایک دن ہم بھی اپنے باپ، دادا کی طرح اس قبر میں دفن کر دیئے جائیں گے، جو قبر روزانہ یہ اعلان کرتی ہے:

اے آدم کی اولاد!!!

اے آدم کے بیٹو!!!

میں بیگانگی کا گھر ہوں!

میں کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں!

میں سانپ بچھوؤں کا گھر ہوں!

میں ظلمت و تاریکی کا گھر ہوں!

جب کوئی بدکار، بدکردار، قبر میں رکھا جاتا ہے، تو وہ کہتی ہے، تیرا آنا، نامبارک ہو، برا کیا جو تو آیا، جتنے لوگ زمین پر چلتے تھے، اس میں سب سے زیادہ مجھے، تم ہی سے نفرت تھی۔

آج جب تُو، میرے حوالے ہوا ہے، تو تُو، میرے برتاؤ کو بھی دیکھے گا، پھر اس کو قبر اس طرح دباتی ہے کہ ایک طرف کی پسلیاں دوسرے طرف کی پسلیوں میں دھنس جاتی ہیں۔

اسی لیے حدیث شریف میں آتا ہے: کہ قبر برے لوگوں کے لیے جہنم کے گڑھوں میں سے ایک

گڑھا بن جاتی ہے، یا نیک لوگوں کے لیے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن جاتی ہے۔

لہٰذا یہ رات اپنی آخرت بنانے،

اپنی آخرت کی فکر کرنے کی رات ہے۔

میرے ساتھیو! اس رات کو سو کر گزارنے کے بجائے ہم رو کر گزارنے والے بنیں، اس لیے کہ جس طرح دنیا کا پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اسی طرح آنکھ کا پانی جہنم کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

ارے جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سایہ تلے
ورنہ تا حشر رونا پڑے گا خاک کے سایہ تلے
کچھ کرلو عبادت ورنہ کل روز قیام
سامنے حق کے تمہیں ہوگی شرمندگی نا تمام
پرسش اعمال خالق جس گھڑی فرمائے گا
ملک و دولت جاہ و حشمت کچھ واں نہ کام آئے گا

بڑے افسوس سے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ آج اصلی مسلمان بننے کے بجائے ہم نسلی مسلمانوں نے دین و شریعت پر چلنے کے بجائے، باپ دادا کے طریقہ کو اپنا لیا،

اور اس مقدس رات کو،

اس شبِ برأت کو،

عبادت کے بجائے خرافات کا ذریعہ بنالیا۔

آج ہم لوگوں نے خرافات کو عبادات اور عبادات کو خرافات بنالیا، سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت بنالیا۔

آج ہم سنت سے محبت کے بجائے بدعت سے محبت کرنے لگے، اور بدعت سے نفرت کے بجائے سنت سے نفرت کرنے لگے۔

علامہ اقبال نے سچ کہا ہے۔

حقیقت روایات میں کھوگئی

یہ امت خرافات میں کھوگئی

یہ بات یادرکھیے!!! شبِ برأت میں عبادت کرنے، قبرستان جاکر اپنے مردوں کے لیے استغفار کرنے اور دوسرے دن روزے رکھنے کے علاوہ جو بھی کام عبادت سمجھ کر کیا جاتا ہے، وہ سب سنت کے خلاف ہے، وہ عبادت نہیں خرافات ہے، اس پر ثواب کے بجائے عذاب ملے گا، شبِ برأت کے موقع پر ہمارے ہندوستان میں جو کچھ ہوتا ہے وہ سب جیب بھرو پیر، پیٹ بھرو مولویوں کی، اپنے ذہن کی پیداوار ہے، اسلام سے اس کا دور دور تک کوئی تعلق نہیں، وہ سب MADE IN INDIA اسلام ہے۔ شیطان اور اس کے چیلے چپاٹوں نے ان سب چیزوں کو ایجاد کرکے ہم مسلمانوں کو اصلی عبادات سے روکنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

یہ بات یادرکھنی چاہیے، کہ جس وقت، یا جس جگہ، اطاعت وعبادت کرنے سے جتنا ثواب ملتا ہے اس وقت، یا اس جگہ، خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے اتنا ہی گناہ بھی زیادہ ملتا ہے۔

لہٰذا اس رات میں پٹاخہ چھوڑنا،

آتش بازی کرنا،

یہ سب دیوالی کی نقل اُتارنا ہے۔

حدیث شریف میں ہے: "مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُ"

جو جس کی نقل اتارے گا، کل قیامت کے دن اسی کے ساتھ رہے گا، نیز شام ہوتے ہی نعت وتقریر کی کیسٹیں لگا کر مسجدوں میں لاؤڈ اسپیکر سے شور مچایا جاتا ہے، ایسے حالات میں۔۔۔

چاہے مرد ہو یا عورت،

چاہے گھر ہو یا مسجد،

آدمی کیسے عبادت کرسکتا ہے، ٹھیک اسی طرح رمضان شریف کی راتوں میں سحر کے وقت مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے شور مچانا،

عبادت کرنے والے کو عبادت نہ کرنے دینا،

بیماروں کو سونے نہ دینا،

غیر مسلموں کو تکلیف پہونچانا،

نہ صرف یہ کہ ان کی نظروں میں اسلام کی عظمت رمضان کی فضیلت گراتا ہے، بلکہ ان کو اسلام کے قبول کرنے سے روکنا بھی ہے، اور اس طرح کی مذموم حرکتیں، انسانی اخلاق کے خلاف ہے، اور اس طرح گھٹیا حرکتیں اسلام کی نظر میں سخت ناجائز اور حرام ہیں۔

اللہ رب العزت ہم سب کو نسلی کے بجائے اصلی مسلمان بنائے اور دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

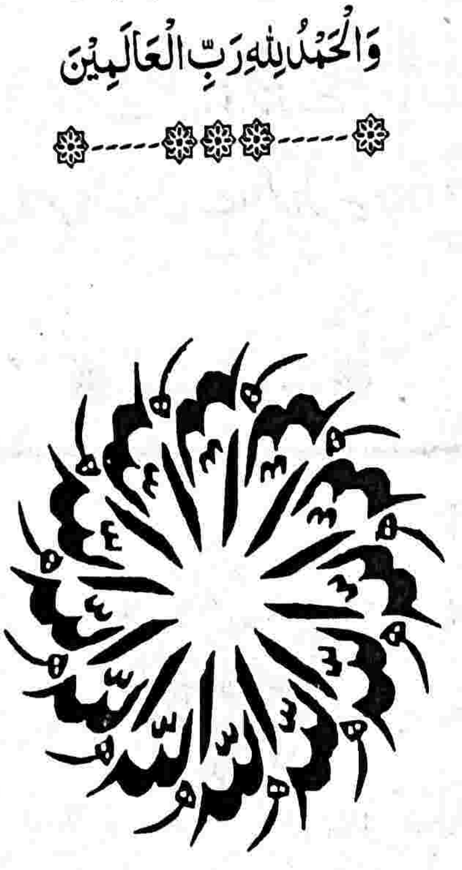

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❖ حرام کمائی، اگر چہ شکلیں نہیں بگاڑتی، مگر نسلیں ضرور بگاڑ دیتی ہے۔

❖ جتنا دل صاف ہوتا ہے، اتنی ہی زبان صاف ہوتی ہے، اور جتنی زبان صاف ہوتی ہے، اتنی ہی زندگی صاف ہوتی ہے۔

❖ جب ضمیر گناہوں پر، ملامت کرنا چھوڑ دے، تو سمجھ لو کہ آپ کے اندر سے، انسانیت ختم ہو چکی ہے۔

❖ وضو سے شکل، قرآن کریم سے عقل، اور نماز سے نسل پاک ہوتی ہے۔

❖ حقیقی خوبصورتی کا سرچشمہ، دل ہے، اگر دل سیاہ ہو تو چمکتی آنکھیں، کچھ کام نہیں دیتی۔

ھو

ٹی، وی، دنیا میں، بے برکتی، اور آخرت میں ذلت کا، سبب ہے!

ان الحمدللہ! الحمدللہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ولا نظیر لہٗ ولا وزیر لہٗ ولا مشیر لہٗ ولا معین لہٗ وصل علیٰ سید الرسل و خاتم الانبیاء المبعوث الیٰ کافۃ للناس بشیراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً۔ امابعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَھْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ o

وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ الْمُصَوِّرُوْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ o
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ o
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ o

عالم قبر میں جانے کی ذرا تو فکر کر
کھول آنکھیں دیکھ جنازے کیسے چل بسے
یوں نہ اپنے آپ کو بے کار رکھ
آخرت کے واسطے تیار رکھ
غیر حق سے قلب بیزار رکھ
موت کا ہر وقت استحضار رکھ
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

محترم بزرگو اور دوستو!

مکڑی جب جالا لگانے کا ارادہ کرتی ہے، تو وہ اس کو بڑی مہارت کے ساتھ بنتی ہے، جب وہ اپنا جال بُن کر تیار کر لیتی ہے، تو مچھر مکھیاں اور مختلف قسم کے اڑنے والے کیڑے مکوڑے، خود بخود اس میں پھنس جاتے ہیں، اور جب وہ اس میں پھنس جاتے ہیں، تو تڑپ تڑپ کر وہیں یہ جان دے دیتے ہیں۔

اسی پر شاعر نے کہا ہے۔

نہ نکلنے کی ہے سکت نہ فریاد کی اجازت
تڑپ کر مرجاؤ یہی مرضی میرے صیاد کی ہے

جب کیڑے اس میں پھنس جاتے ہیں،

تو مکڑی ان کو آسانی سے اپنا خوراک بنالیتی ہے۔

میرے دوستو! بالکل اسی طرح سے شیطان نے بھی اس دنیا میں مختلف قسم کے اپنے بے شمار جال تیار کر کے پھیلا رکھے ہیں۔

شیطان کے جال کیا ہیں؟ شیطان کے جال ہیں۔۔۔

کفر و شرک کے جال۔۔۔

الحاد و دہریت کے جال۔۔۔

عیسائیت اور قادیانیت کے جال۔۔۔

بدعات و خرافات کے جال۔۔۔

لادینیت و لامذہبیت کا جال۔۔۔

مغربی تہذیب اور مادیت کا جال۔۔۔

فحاشیت اور عریانیت کا جال۔۔۔

فیشن پرستی بے حیائی اور بے پردگی کا جال۔۔۔

شراب و کباب اور زنا کاری کا جال۔۔۔

گانے سنیما بینی اور ٹیلی ویژن کا جال۔۔۔

موبائل، انٹرنیٹ کے جال۔۔۔

یہ ہیں، وہ شیطان کے جال،

جن کے ذریعہ آسانی سے شیطان انسان کو، پھنسا کر اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے۔

میرے عزیزو! یہ بات یاد رکھیے! مکڑی کے اس جال میں جو پھنستا ہے، تو اس کی جان نکل جاتی ہے، مگر جو شیطان کے جال میں پھنستا ہے، تو اس کا ایمان نکل جاتا ہے۔

مکڑی کے اس جال میں جو پھنستا ہے، تو اس کو اپنے پھنسنے کا احساس تو رہتا ہے، مگر جو شیطان کے جال میں پھنستا ہے، اس کو تو اپنے پھنسنے کا احساس ہی ختم ہو جاتا ہے۔

احساس کس کا ختم ہوتا ہے، احساس اُس کا ختم ہوتا ہے، جس کے اندر سے گناہ کے، گناہ ہونے کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔

اور جس کے اندر سے گناہ کا احساس ختم ہو جاتا ہے، تو پھر اس کو کبھی توبہ کی توفیق نہیں ہوتی۔

اور جس کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی تو اس کو مرتے وقت کلمہ نصیب نہیں ہوتا۔

میرے بھائیو! شیطان کے جالوں میں سے ایک خطرناک جال،

اور سب سے زیادہ ایمان لیوا، جال ٹی، وی ہے۔۔۔

ٹی، وی کے معنیٰ کیا ہیں، ٹی، وی کا پورا نام، ٹیلی ویژن ہے۔

ٹی سے ٹیلی، وی سے ویژن، ٹیلی کے معنیٰ آتے ہیں، آواز کے، ویژن کے معنیٰ آتے ہیں، دور کی چیز کو بالکل قریب سے دیکھنا۔ جس کو ہندی زبان میں دور درشن کہتے ہیں۔

تو ٹیلی ویژن کے پورے معنیٰ ہوتے ہیں، دور کی آواز کو، دور کی چیز کو، بالکل قریب سے دیکھنا۔

ٹی، وی ہے کیا؟ ٹی، وی تمام گناہوں کی ماں ہے یعنی تمام گناہ اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔

یا دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیا جائے۔۔۔

ٹی، وی تمام برائیوں کی کوچنگ سینٹر ہے۔

ٹی، وی تمام بے حیائیوں کی ٹریننگ سینٹر ہے۔

ٹی، وی تمام گناہوں کی ٹیوشن سینٹر ہے۔

آج شیطان کے اس جال میں۔۔۔

ہر گھر،

ہر مکان،

ہر کمرہ،

ہر گاؤں،

ہر قصبہ،

ہر شہر،

ہر آفس،

ہر اسکول،

ہر کالج،

ہر اسٹیشن،

ہر پلیٹ فارم،

ہر ہوٹل، اور ہر ہوٹل کا ہر کمرہ،

یہاں تک کہ ہر ہاسپٹل، اور ہاسپٹل کا ہر کمرہ شیطان کے اس جال میں پھنس چکا ہے، اور اس میں رہنے والے شیطان کے اس جال میں مضبوطی سے جکڑے جا چکے ہیں۔

میرے دوستو! وہ ہاسپٹل، جو سب سے زیادہ عبرت حاصل کرنے کی جگہ تھے۔

وہ ہاسپٹل، جو مریضوں کی، انسانوں کی زندگی کے، آخری اسٹیشن تھے۔

وہ ہاسپٹل، جو اپنے گناہوں سے توبہ کرنے اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہونے کے آخری مقام تھے۔

افسوس کہ، آج دشمنانِ اسلام نے ان ہاسپٹلوں میں ٹی، وی کو داخل کر کے ہم سے توبہ کی بھی توفیق

چھین لی۔

آج دشمنانِ اسلام نے آخری وقت میں اللہ کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے ہم کو ٹی، وی کی طرف متوجہ کر دیا۔

افسوس کہ، بیمار آدمی اس دنیا میں اپنی زندگی کے آخری وقت میں ہوتا ہے، اور اس کی نظر ٹی، وی پر لگی ہوتی ہے۔

بالآخر ایک وقت ایسا آتا ہے، کہ ٹی، وی دیکھتے دیکھتے، اس کا سر ہمیشہ کے لیے لڑھک جاتا ہے۔

گناہ کرتے کرتے، وہ اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جاتا ہے، اور اس کو توبہ بھی کی توفیق نہیں ہوتی۔

ہائے ان شیطانوں نے تو توبہ مٹا کر رکھ دی

اس سے اچھا تھا کہ ہاسپیٹل ہی میں نہ آتے

تو میں یہ عرض کر رہا تھا، کہ آج شیطان کے ٹی، وی جیسے جال میں،

ہر مکان،

ہر دوکان،

ہر گاؤں،

ہر قصبہ،

ہر شہر، اور ہر ملک پھنس چکا ہے۔

اور یہ بات یاد رکھیے!!! جو لوگ، یا جس علاقے کے لوگ، شیطان کے جال میں پھنس چکے ہوں، اور اس سے نکلنے کی بھی کوشش نہیں کرتے تو۔۔۔

ان پر اللہ کا عذاب آتا ہے، زلزلے کی شکل میں۔۔۔

ان پر اللہ کا عذاب آتا ہے، سیلاب کی شکل میں۔۔۔

ان پر اللہ کا عذاب آتا ہے، آندھی طوفان اور سنامی لہروں کی شکل میں۔۔۔

ان پر اللہ کا عذاب آتا ہے، ظالم حکمرانوں فساد اور جنگ وقتال کی شکل میں۔۔۔

ان پر اللہ کا عذاب آتا ہے، گھریلو اختلاف اور خاندانی لڑائی کی شکل میں۔۔۔

ان پر اللہ کا عذاب آتا ہے، طرح طرح کی بیماری اور موت کی شکل میں۔۔۔

اس لیے کہ جہاں ٹی، وی ہوگی، وہاں بے حیائی عام ہوگی!

اور جہاں بے حیائی عام ہوگی، وہاں زنا عام ہوگا!

اور جہاں زنا عام ہوگا، وہاں کے لوگ ایڈز جیسی لاعلاج بیماری میں مبتلا ہوں گے!

اور جہاں کے لوگ لاعلاج بیماری میں مبتلا ہوں گے، وہاں موت عام ہوگی!

آج اگر ہم اپنے معاشرہ کا، اپنی سوسائٹی کا ایک تحقیقی جائزہ لیں، تو کیا ہم اللہ کے ان عذابوں میں سے کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا نہیں ہیں؟

ایک صاحب ریاض میں رہتے تھے، بہت نیک آدمی تھے، مگر اپنے بچوں کے اصرار پر انھوں نے اپنے گھر میں ٹی، وی لگا دیا، اللہ کی مرضی ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ ان کا انتقال ہوگیا۔

ایک دن ان کے دوست نے ان کو خواب میں دیکھا، پوچھا: کیا حال ہے؟ کہنے لگے: جب سے میرا انتقال ہوا ہے، گھر والوں کے ٹی، وی دیکھنے کی وجہ سے، بہت سخت عذاب میں مبتلا ہوں۔

برائے مہربانی میرے گھر والوں کو سمجھا کر وہاں سے ٹی، وی نکلوا دو۔

ان کے دوست نے کہا: ٹھیک ہے! میں ایسا ہی کروں گا، جب صبح ہوئی وہ رات کا خواب بھول گیا۔

پھر دوسری رات جب وہ سوئے تو ان کے دوست نے پھر خواب میں آکر کہا: میں نے تم سے کہا نہیں تھا۔

کہ میرے گھر جلدی جاؤ، ابھی تک نہیں گئے، وہ تو ٹی، وی دیکھ دیکھ کر مزے اڑا رہے ہیں، اور میں ان کی وجہ سے سخت عذاب میں مبتلا ہوں۔

تو اس کے دوست نے کہا: میں صبح جا کر ضرور آپ کے گھر والوں کو سمجھا کر ٹی، وی نکلوا دوں گا۔

پھر جب صبح ہوئی تو وہ دوست کوئی ایسے ایمرجنسی کام میں مشغول ہو گیا کہ اس کو رات کا خواب یاد

نہیں رہا۔

اب جب وہ تیسری رات کو سویا تو اس کے دوست نے پھر وہی شکایت کی، اور کہا تم میرے کیسے دوست ہو کہ میں تو، یہاں عذاب میں مبتلا ہوں۔ میرے لیے ایک ایک لمحہ اور ایک ایک سیکنڈ گزارنا دشوار ہو رہا ہے اور تم روزانہ وعدہ ہی کرتے ہو۔

چناں چہ جب صبح ہوئی تو سب سے پہلے وہ اپنے دوست کے گھر آیا اور سب کو اکٹھا کر کے اپنا خواب بیان کیا۔

میرے دوستو! اس کا خواب بیان کرنا تھا کہ پورے گھر والے یہ کہتے ہوئے زار و قطار رونے لگے کہ ہائے ہماری بربادی، کہ ہماری وجہ سے قبر میں ہمارے والد کو عذاب ہو رہا ہے، اس کا بڑا بیٹا، ٹی، وی اٹھا کر لایا اور زمین پر دے مارا، جس سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔

میرے بھائیو!

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

چوتھی رات خواب میں اس کے دوست نے اس کا بہت شکریہ ادا کیا، اور کہنے لگا: اے میرے دوست! جس طرح تو نے میری مصیبت دور کی ہے، خدا تعالیٰ تمہاری مصیبت کو دور کرے۔

جہاں میں ہیں عبرت کے، ہر سو نمونے
مگر تجھ کو اندھا کیا، دنیا کے رنگ و بو نے
غنیمت سمجھ زندگی کی بہار
آنا نہ ہوگا یہاں بار بار

میرے ساتھیو! اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص ٹی، وی دیکھتا ہے، تو مرنے کے بعد قبر میں اس کو عذاب ہوتا ہے۔

کتابوں میں لکھا ہے: شیطان کے بعد سب سے بڑا شیطان، اور شیطان کے بعد سب سے بدترین

انسان وہ ہے، جو کوئی برائی پیدا کر جائے، اور لوگ اس کے مرنے کے بعد اس پر عمل کرتے رہیں، مثال کے طور پر ایک آدمی اپنے گھر میں ٹی، وی لگاتا ہے، تاکہ میں بھی دیکھوں، اور میرے بچے بھی لطف اندوز ہوں، تو لازمی طور پر اس کے جتنے بچے ہوں گے، وہ سب کے سب ٹی، وی کے عادی بنیں گے۔

پھر جب وہ بڑے ہوں گے، تو وہ بھی اپنے اپنے گھروں میں ٹی، وی لگائیں گے، پھر ان کے بھی بچے بڑے ہونے کے بعد اپنے گھروں میں ٹی، وی لگائیں گے۔

یہ ایک سلسلہ ہے، جو قیامت تک چل پڑے گا، تو اُن سب کا گناہ اس اکیلے شخص پر ہوگا، جو اپنے گھر میں سب سے پہلے ٹی، وی لے کر آیا تھا۔

تو ایسا آدمی اللہ رب العزت کے نزدیک سب سے بدترین آدمی ہے۔

اسی طرح ایک آدمی اپنی دوکان اور اپنے ہوٹل میں، ٹی وی لگاتا ہے تاکہ میری دوکان میرا ہوٹل خوب چلے، اگر اس کی دوکان چلتی بھی ہے تو بھی اس کی کمائی میں برکت نہیں ہوتی۔

اور دوسرے جتنے لوگ اس ٹی، وی کو دیکھیں گے، ان سب کا گناہ، ٹی، وی لگانے والے کو ملتا رہے گا۔

اے اپنے گھر اور دوکانوں میں ٹی، وی لگانے والو! ذرا بتاؤ! ہم کس طرح دوسروں کے گناہ کی سزا بھگتیں گے، جب کہ اپنے ہی گناہ سزا بھگتنے کے لیے کافی ہیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: کہ ایک مرتبہ میں ایک قبر کے پاس مراقبہ کے لیے بیٹھا تھا، اتفاق سے وہاں بیٹھے بیٹھے نیند آگئی، میں نے خواب میں دیکھا کہ جس قبر کے پاس میں بیٹھا ہوں، وہ صاحبِ قبر چلا چلا کر مجھ سے کہہ رہا ہے کہ مجھے بچاؤ!!! مجھے بچاؤ!!! میں نے کہا: تمہیں کس طرح سے بچاؤں؟

کہنے لگا: فلاں بستی میں میرا فلاں مکان ہے، اس کا نمبر یہ ہے۔

میرا ایک ہی لڑکا ہے، جس وقت وہ ٹی، وی چلاتا ہے فوراً مجھ پر عذاب شروع ہوجاتا ہے، ہائے میں نے اس کو ٹی، وی کیوں لاکر دی تھی۔

وہ بزرگ فرماتے ہیں: جب میری آنکھ کھلی، میں فوراً اس بستی کی طرف گیا، اس کے گھر اور لڑکے کو تلاش کیا اور سارا قصہ سنایا۔

اسی وقت اس لڑکے نے توبہ کی، اور اپنے گھر سے ٹی، وی نکال دیا۔

اس واقعہ کو جب ایک صاحب نے سنا، تو انھوں نے بھی اپنے گھر والوں کو سمجھا بجھا کر، اپنے گھر سے ٹی، وی نکال دیا۔

تو وہ قسم کھا کے کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! ابھی ایک ہفتہ بھی نہیں ہوا تھا، کہ میری بیوی کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔

اور فرمایا: تمہیں مبارک ہو کہ تم نے اپنے گھر سے ٹی، وی جیسی لعنتی چیز کو نکال دیا۔

اے یورپ سے اٹھنے والی ہر برائی کو، اپنے لیے آسمانی تحفہ سمجھنے والو!!!

اے ٹی، وی کو، اپنے لیے خداداد، نعمت سمجھنے والو!!!

یہ ٹی، وی اور موبائل، ہمارے بچوں کو بے حیا اور بے غیرت بنا رہی ہے۔۔۔

یہ ٹی، وی اور موبائل، ہمارے بچوں کو زناکار اور بدکار بنا رہی ہے۔۔۔

یہ ٹی، وی اور موبائل، ہمارے بچوں کو عیاش، شرابی اور کبابی بنا رہی ہے۔۔۔

یہ ٹی، وی اور موبائل، ہمارے بچوں کو چور، ڈاکو اور اغوا کار بنا رہی ہے۔۔۔

یہ ٹی، وی اور موبائل، ہمارے بچوں کو اپنے ماں باپ کا نافرمان بنا رہی ہے۔۔۔

یہ ٹی، وی اور موبائل، ہمارے گھروں سے برکت اور رحمت اٹھا رہی ہے۔۔۔

یہ ٹی، وی اور موبائل، ہمارے گھروں سے پیار و محبت ختم کر رہی ہے۔۔۔

یہ ٹی، وی اور موبائل، ہمارے لیے قبر میں عذاب کا سبب بن رہی ہے۔۔۔

اور حشر میں بھی عذاب کا سبب بنے گی۔۔۔

اے دشمنانِ اسلام کے طور طریقہ کو اپنے لیے آئیڈیل اور معیار بنانے والو!!!

ان دشمنانِ اسلام نے ہمیں کیا دیا ہے؟ انھوں نے ہمیں ٹی، وی اور موبائل دے کر، عبادت چھین لی!

گانا دے کر، تلاوت چھین لی!

فلم دے کر، علم چھین لیا!

ان ظالموں نے، ہمیں فیشن دے کر، حیا چھین لیا!

بے پردگی دے کر، غیرت چھین لی!

دولت کی ہوس دے کر، سکون اور محبت چھین لی!

بینک دے کر، برکت چھین لی!

بے دینی دے کر، ہدایت چھین لی!

کرکٹ دے کر، کام چھین لیا!

غیبت دے کر، نیکی چھین لی!

بخل دے کر، سخاوت اور ضیافت چھین لی!

جب یہ سب چیزیں دے کر، ہمارا سب کچھ چھین لیتے ہیں، تو ہم اس سانپ کی طرح ہوجاتے ہیں جس کا زہر نکال لیا گیا ہو۔

میرے دوستو! جب سانپ کے زہر کو نکال لیا جاتا ہے تو چھوٹے چھوٹے بچے اس سے کھیلتے ہیں، چھوٹے چھوٹے بچے اس کو مارتے ہیں، اس سے کوئی نہیں ڈرتا ہے۔

بالکل اسی طرح جب تک ہمارے اندر ایمان کی طاقت تھی، کسی کے اندر اتنی ہمت نہیں تھی، کہ ہم سے آنکھ ملا کر بات کر سکے۔

مگر افسوس!!! کہ آج دشمنانِ اسلام نے ناچ گانوں اور ٹی، وی اور موبائل کے ذریعہ ہمارے اندر سے ایمانی طاقت کو اسی طرح نکال لیا، جس طرح سپیرا بین بجا کر سانپ کے زہر کو نکال لیتا ہے اور جب ہمارے اندر سے ایمانی طاقت کو نکال لیتے ہیں تو پھر۔۔۔

وہ ہمارے اوپر، وہی تاریخ دہرانے کی کوشش کرتے ہیں، جو برما اور گجرات میں دہرائی گئی۔

وہ ہمارے اوپر، وہی تاریخ دہرانے کی کوشش کرتے ہیں، جو چیچنیا بوسنیا اور عراق میں دہرائی گئی۔

اس لیے **میرے عزیزو!** آج اگر ہم نے دشمنانِ اسلام کی سازشوں کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی، اور اپنے آپ کو، اور اپنے گھروں کو ناچ گانوں، اور ٹی، وی وانٹرنیٹ، جیسی لعنتی چیزوں سے دور رکھنے کی

کوشش نہیں کی تو۔۔۔

وہ دن دور نہیں جب ہماری ماؤں اور بہنوں کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے، جو برما اور کشمیر کی ماؤں اور بہنوں کے ساتھ کیا گیا۔

وہ دن دور نہیں جب ہماری ماؤں اور بہنوں کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے جو کشمیر، عراق وشام کی ماؤں اور بہنوں کے ساتھ کیا گیا۔

کتنی حاملہ عورتوں کا پیٹ چاک کر کے ان کے پیٹ سے بچہ نکال کر تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔

نہ جانے کتنے مسلمان نابالغ بچیوں کی عزتیں لوٹ کر، ان کو آگ کے شعلوں میں جھونک دیا گیا۔

نہ جانے کتنے نوجوانوں کو کھولتے ہوئے تیلوں میں ڈال دیا گیا۔

نہ جانے کتنے مرد مسلمانوں کو دیوار سے کھڑا کر کے ان کے جسموں میں کیلیں ٹھونک دی گئیں۔

ہواؤں کا رخ بتا رہا ہے ضرور طوفان آرہا ہے
نگاہ رکھنا سفینہ والو کہ موجیں اٹھی ہیں کدھر سے

میرے دوستو! دشمنانِ اسلام کی سازشوں کے شکار ہونے کے بجائے ان کی سازشوں پر نظر رکھو، ان کی جعل سازیوں کو سمجھنے کی کوشش کرو، ورنہ ؎

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندی مسلمانو!
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ
وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ
سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ
وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❖ اگر شادی کی تقریبات سے، ہندؤوں کی رسم و رواج کو نکال دیا جائے، تو نکاح و شادی دو رکعت نفل نماز سے بھی زیادہ آسان ہو جائے۔

❖ شادی، ہر جوان لڑکے اور لڑکی کی ضرورت ہے، مگر ہم نے اسے پہاڑ بنادیا، باپ جہیز کی تیاری کرتے، کرتے، بوڑھا ہو جاتا ہے، بیٹا نوکری اور گھر بناتے، بناتے، پینتیس سال کا ہو جاتا ہے، بیٹی آس لگاتے، لگاتے، تیس سال کی ہو جاتی ہے، پھر نو جوان نسل زنا کے طرف راغب ہو جاتی ہے،

❖ اس لیے کہا جاتا ہے: جہاں شادی آسان ہوتی ہے، وہاں زنا مشکل ہوتا ہے، اور جہاں شادی مشکل ہوتی ہے وہاں زنا آسان ہوتا ہے۔

❖ شادی سے پہلے دنیا گھوم لینی چاہیے، کیوں کہ، شادی کے بعد دنیا ہی گھوم جاتی ہے۔

❖ حیا اور وفا، جس عورت میں ہو، اس سے بڑھ کر، کوئی عورت خوبصورت نہیں ہو سکتی۔

شادی کرو مگر خدا سے ڈرو!

ان الحمدللہ! الحمدللہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن به ونتوکل علیه ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا ونشهد ان لا اله الا اللہ وحدہٗ لاشریک لهٗ ولا نظیر لهٗ ولا وزیر لهٗ ولا مشیر لهٗ ولا معین لهٗ وصل علی سید الرسل و خاتم الانبیاء المبعوث الی کافة للناس بشیراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنه وسراجاً منیراً۔ امابعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٥

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

وَ مِنْ اٰیٰتِہٖ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَ جَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّ رَحْمَۃً اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ٥

وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ٥

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ٥

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ٥

شادی کرنا بھی اِک عبادت ہے
اور رسولِ خدا کی سنّت ہے
رسم غیروں کی تم نہ اپناؤ
دین اسلام میں یہ بدعت ہے
ہے درخشاں جو دین ہے اسلام
یہی پائندہ اِک حقیقت ہے

محترم بزرگو اور دوستو!

آج اس شادی کے مبارک موقع پر، میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے فضل وکرم سے دوتین باتیں عرض

کروں، تا کہ ہم سب کے دل ودماغ میں شادی کی حقیقت اور شادی کا مقصد مستحضر ہوجائے۔

سب سے پہلی بات کہ۔۔۔

شادی کی حقیقت کیا ہے؟

شادی کے احکام کیا ہیں؟

شادی کا مقصد کیا ہے؟

شادی کے معنیٰ کیا ہیں؟

اور ہم سب شادی کیوں کرتے ہیں؟

میرے دوستو! شادی، لفظِ شاد سے بنا ہے، جس کے معنیٰ آتے ہیں ''خوشی'' کے، جس کو اردو عربی میں نکاح، اور ہندی زبان میں وِوَاہ کہتے ہیں۔

اور نکاح کے معنیٰ آتے ہیں: عقد، گانٹھ اور گرہ لگانا۔

جس طرح سے دو الگ الگ اور دو مختلف چیزوں کو گانٹھ اور گرہ لگا کر ایک بنا دیا جاتا ہے، اسی طرح سے دو الگ الگ اجنبی مرد وعورت کا نکاح کر کے، دونوں کو ایک بنا دیا جاتا ہے۔

نکاح سے پہلے دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھے۔

اُس کا دل اِس سے بیگانہ تھا۔

اِس کا دل اُس سے بیگانہ تھا۔

لیکن نکاح کے بعد دونوں ایک دوسرے سے اتنے قریب ہوجاتے ہیں، اتنے قریب ہوجاتے ہیں کہ ان دونوں میں سے، اگر کسی ایک کو کوئی تکلیف پہونچتی ہے، تو دوسرا اس کا درد اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔

اسی طرح ان میں سے اگر کسی ایک کو کوئی خوشی حاصل ہوتی، تو دوسرا اپنے دل میں ایک قسم کا کیف و سرور محسوس کرتا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ نکاح کے معنیٰ آتے ہیں، جوڑنے کے۔

اور یہ بات رکھیے! جس طرح سے طلاق کے ذریعہ صرف میاں بیوی میں توڑ نہیں پیدا ہوتا ہے، بلکہ دو خاندانوں میں توڑ پیدا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح نکاح کے ذریعہ صرف دو اجنبی مرد و عورت کا، آپس میں جوڑ نہیں پیدا ہوتا، بلکہ دو خاندانوں کا آپس میں تعلق اور جوڑ پیدا ہوتا ہے۔

نکاح کے ذریعہ صرف دو اجنبی مرد و عورت، ایک دوسرے کے قریب نہیں ہوتے، بلکہ دو خاندان آپس میں اتنے قریب ہو جاتے ہیں، اتنے قریب ہو جاتے ہیں کہ دونوں ایک دوسرے کے غم خوار اور غم گسار بن جاتے ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ نکاح کی حقیقت، آپس میں محبت، وحدت اور جوڑ پیدا کرنا ہے۔

نکاح کا مقصد کیا ہے؟ نکاح کا مقصد ہے، دلی سکون حاصل کرنا۔

اور یہ بات یاد رکھیے! دنیا کا کوئی بھی انسان،

صحت،

دولت،

اور عورت کے بغیر سکون کی زندگی حاصل نہیں کر سکتا۔

حضرت آدم علیہ السلام صحت مند تھے، جنت جیسی عیش و آرام کی جگہ ان کو ملی ہوئی تھی،

مگر ان کو دلی سکون نہیں مل رہا تھا، وہ جنت میں کھوئے کھوئے سے رہتے تھے تو اللہ رب العزت نے ان کے دلی سکون کے لیے حضرت حوّا رضی اللہ عنہا جیسی عورت کو پیدا کیا۔

میرے بھائیو! آدمی دنیا کے کسی بھی کونے میں چلا جائے، چاہے وہ بادشاہوں کے محلوں میں قیام کرے، یا دنیا کے بڑے بڑے فائیو اسٹار ہوٹلوں میں ٹھہرے،

مگر اس کو ہر وقت اپنا گھر یاد آتا ہے۔

بیمار آدمی کے لیے، اسپتال میں چاہے جتنی سہولیات فراہم کر دی جائیں،

مگر جب اس کو تھوڑا سا افاقہ ہوتا ہے، بیماری میں کمی آتی ہے، تو سب سے پہلے یہی کہتا ہے: مجھے

گھر لے چلو۔

اس لیے کہ اللہ رب العزت نے گھر میں، ایسی لازوال، سکون جیسی دولت رکھی ہے، جو دنیا کے کسی کونے میں نہیں مل سکتی، جو پیار ومحبت اور جو سکون انسان کو اپنے گھر میں ملتا ہے، وہ کہیں اور نہیں مل سکتا۔

اور یہ بات یاد رکھیے! کہ جو پیار، جو محبت اور جو سکون، انسان کو اپنی بیوی کے پاس ملتا ہے، وہ دنیا کی کسی اور عورت کے پاس نہیں مل سکتا۔

تو معلوم ہوا کہ شادی کا مقصد دلی سکون حاصل کرنا ہے۔

اسی لیے اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَیْهَا۔

ہماری قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے، کہ ہم نے تمہارے لیے جوڑا بنایا، تا کہ تم سکون حاصل کرو۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے، کہ کس شادی سے دلی سکون ملتا ہے۔

تو یہ بات یاد رکھیے! جو شادی، جتنی زیادہ سادی ہوگی،

اتنی ہی زیادہ بابرکت اور سکون والی ہوگی۔

جو شادی، جتنی فضول خرچی اور آن بان والی ہوگی،

اتنی ہی زیادہ بے برکت اور بے سکون والی ہوگی۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی عورت سے صرف اس لیے نکاح کرتا ہے کہ اس سے مجھے عزت اور ترقی ملے گی، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے معاملہ اُلٹ کر دیتے ہیں۔

مثال کے طور پر وہ عورت بڑے خاندان سے تعلق رکھتی ہے،

یا بڑے باپ کی بیٹی ہے،

یا اونچی ڈگریوں والی ہے، تو اللہ رب العزت ایسے شخص کے ساتھ معاملہ الٹا کر دیں گے۔

یعنی ایسے شخص کا سر اللہ رب العزت اس کی بیوی یا اس کے خاندان والوں کے سامنے نیچا کر دیں گے۔

نتیجتاً وہ اپنی بیوی کے سامنے ذلت ورسوائی کی زندگی گزارے گا۔

اور جو شخص مال کی لالچ میں شادی کرے گا، تو اللہ رب العزت اس کے اوپر فقر و فاقہ اور محتاجگی کا دروازہ کھول دیں گے۔

اور یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے، تین چیزیں، عورت میں، شوہر سے کم ہونی چاہیے:

(۱) عمر،

(۲) مال،

(۳) علم،

اور دو چیزیں زیادہ ہونی چاہیے:

[۱] سیرت،

[۲] صورت،

لہٰذا تم کسی عورت سے شادی اس کی دین داری اور نیک سیرتی کی وجہ سے کرو،

اس لیے کہ اگر کوئی شخص دولت کی لالچ میں شادی کرے گا، تو دولت درخت کے سایہ کی طرح ہے، جس طرح درخت کا سایہ ہمیشہ ایک جگہ پر باقی نہیں رہتا۔

اسی طرح دولت بھی ایک شخص کے پاس ہمیشہ باقی نہیں رہتی۔ تو جب دولت ختم ہوگی تو محبت کو بھی زوال آجائے گا۔

اور اگر کوئی شخص کسی عورت سے اس کی خوبصورتی اور حسن و جمال کی وجہ سے شادی کرے گا تو اگر اس کو کوئی بیماری لگ گئی،

یا اس کی جوانی ڈھل گئی، تو یقیناً اس کی محبت میں کمی آئے گی۔

جوانی کی مثال کھلے ہوئے پھول کی طرح ہے۔

جس طرح کھلا ہوا پھول، ہمیشہ اپنی اصل حالت پر باقی نہیں رہتا ہے،

اسی طرح جوانی ہمیشہ باقی نہیں رہتی۔

اور اگر کوئی شخص دین دار عورت سے شادی کرے گا، تو نیکی اور شرافت جیسے جیسے دن گذرتے جائیں گے بڑھتی چلی جائے گی۔

اور دولت اور حسن جیسے جیسے دن گذرتے جائیں گے، گھٹتی جائے گی۔

اور یہ بات یاد رکھیے! جو عورت دین دار ہوتی ہے تو ہمیشہ، اس کو وہ، سدا بہار، اور اس کے گھر کو جنت کا باغ بنانے کی کوشش کرے گی۔

اسی لیے شاعر کہتا ہے۔

حسن صورت چند روزہ ، حسن سیرت مستقل
اِس سے خوش ہوتی ہیں آنکھیں، اُس سے خوش ہوتا ہے دل

اسی لیے کہا جاتا ہے:

نیک چلن عورت، اگر کسی فقیر کے گھر جاتی ہے، تو اس کو بادشاہ بنا دیتی ہے۔

اور بد چلن عورت، اگر کسی بادشاہ کے گھر جاتی ہے، تو اس کو فقیر بنا دیتی ہے۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا، کہ شادی کا اصل مقصد دلی سکون حاصل کرنا ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھیے! کہ جو شخص شریعت اور سنت کے خلاف شادی کرتا ہے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہونچاتا ہے، اور جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہونچاتا ہے، تو کبھی اس کو اُس شادی سے سکون نہیں ملے گا۔

شریعت کے خلاف شادی کیا ہے؟

بارات والی شادی،

ڈھول تاشے والی شادی،

ناچ گانے والی شادی۔

شریعت کے مطابق کون سی شادی ہے؟

جس کا نکاح مسجد میں بغیر بارات کے ہو۔ اور سب سے اچھا تو یہ ہے کہ مسجد میں جمعہ کے بعد ہو، اس لیے کہ بارات کا مقصد زیادہ سے زیادہ لوگ نکاح میں شامل ہوں، تو یہ چیز جمعہ کی نماز کے بعد مسجد میں حاصل ہو جائے گی۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَعْلِنُوْا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ. ''نکاح کا اعلان کرو اور نکاح مسجد میں کرو''

جب مسجد میں نکاح ہوگا، تو اعلان کے ذریعہ لوگوں کو اطلاع ہو ہی جائے گی، اور اگر کوئی اطلاع کے نام پر رشتہ داروں، دوست، احباب کو دینے کے لیے، سادہ دعوت نامہ، شادی کارڈ چھپواتا ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں،

اور صرف اطلاع کا بہانہ بنا کر،

لوگوں کی طعن و تشنیع سے بچنے کے لیے،

نام و نمود کے لیے قیمتی سے قیمتی کارڈ چھپوانا،

اور اس کے لیے ہزار ہا ہزار، بلکہ لاکھوں روپیہ خرچ کر ڈالنا، نہ صرف یہ کہ فضول خرچی ہے، بلکہ ناجائز اور حرام ہے۔

میرے دوستو! آج کل لوگوں میں تو شادی کارڈ پر قرآنی آیات، احادیث کے ٹکڑوں کو لکھوانے کا فیشن عام ہو گیا ہے، پھر کیا ہوتا ہے!

عام طور پر لوگ اس دعوت نامہ کو قبول کرنے کے بعد ان کو ردّی کی ٹوکری یا کوڑے کرکٹ میں ڈال دیتے ہیں۔

اس طرح اللہ کے کلام اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی سخت بے ادبی ہوتی ہے۔ عام طور پر لوگ اس کی طرف توجہ نہیں دیتے۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ نکاح مسجد میں کرو۔

آج جب کسی سے مسجد میں نکاح پڑھانے کی بات کی جاتی ہے، تو ان کے پیشانی پر بل آجاتے ہیں۔

ناک بھوں چڑھانے لگتے ہیں۔

چہرے کے رنگ بدلنے لگتے ہیں۔

جب کہ تاجدارِ عالم محبوبِ کبریا جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی خاتونِ جنت،

جنتی عورتوں کی سردار،

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مسجد میں ہوا۔

کیا ہماری بیٹی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہے؟

کیا ہمارا بیٹا، حیدر کرار حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہے؟

کہ جس کا نکاح مسجد میں پڑھوانے میں ہم، عار محسوس کرتے ہیں؟

جب کہ مسجد میں نکاح ہونے کے کئی فائدے ہیں، ان میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ مسجد میں رحمت کے فرشتے ہوتے ہیں۔

مسجد میں اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں۔

اور جب نکاح کے بعد دعا ہوگی،

تو وہ رحمت کے فرشتے،

اور وہ اللہ کے نیک بندے، اس دعا پر آمین کہیں گے۔

اور جس کی دعا پر فرشتے آمین کہیں، جس کی دعا پر اللہ کے نیک بندے آمین کہیں۔۔۔

اس دعا کی قبولیت میں کوئی چیز رکاوٹ بنے گی؟

اس دعا کی قبولیت میں دیر لگے گی؟

اس دعا کو اللہ رب العزت کبھی رد کریں گے؟ ہرگز نہیں؟

پھر ایسا نکاح میاں بیوی میں جوڑ کا، پیار و محبت کا ذریعہ بنے گا۔

پھر ایسا نکاح گھر میں رحمت و برکت کا ذریعہ بنے گا۔

پھر ایسا نکاح پورے گھر اور خاندان والوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے گا۔

سنت کے مطابق شادی کی دوسری شرط:

لڑکی والوں کی طرف سے دعوتِ رخصتی یا دعوت ولیمہ کا بالکل کوئی اہتمام نہ ہو۔

دعوتِ ولیمہ اس کھانے کو کہتے ہیں، جو دولہا اپنی شادی کی خوشی کے موقع پر کھلائے۔

اور لڑکی والوں کے لیے یہ خوشی کا موقع نہیں ہوتا بلکہ یہ بڑی آزمائش کا دن ہوتا ہے۔

جس بیٹی، کو اس کے ماں باپ نے بڑے ہی لاڈ و پیار سے پالا تھا۔

جس بیٹی، کو اس کے ماں باپ نے بڑی شفقت و محبت سے پالا تھا۔

وہ لاڈلی بیٹی،

وہ پیاری بیٹی،

ابھی چند لمحوں کے بعد، ان کی آنکھوں سے اوجھل ہونے والی ہے۔

وہ بہن، جو اپنے بھائی اور بہنوں کے لیے دل کی خوشی تھی،

وہ خوشی، ابھی چند لمحوں کے بعد، ان کے دل سے چھین کر، دوسرے کے حوالہ کردی جائے گی۔

وہ لڑکی، جو پورے گھر اور خاندان والوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی۔

وہ آج، اس خاندان سے جدا ہو کر دوسرے خاندان میں چلی جائے گی۔

جہاں اس کے لیے۔۔۔

نیا ماحول ہوگا،

نئے لوگ ہوں گے،

نئی جگہ ہوگی،

ماں باپ نے ہزار معلومات حاصل کرلیا، دیکھ بھال لیا،

مگر پھر بھی اس کے ماں باپ کے دل میں یہ دھڑکا سا لگا رہتا ہے، کہ

پتہ نہیں، اس کا شوہر، اس کے سسرال والے، میری بیٹی کے ساتھ، اپنی بیٹی جیسا سلوک کریں گے،
یا لونڈی اور نوکرانی جیسا معاملہ کریں گے۔

پتہ نہیں، دونو میاں بیوی کا مزاج ملے گا یا نہیں؟

پتہ نہیں، سسرال، ہماری بچی کے لیے جنت کا نمونہ بنے گا، یا جہنم کا گڑھا؟

پتہ نہیں، ہماری بیٹی کے لیے سسرال کے شب وروز، خوشی ومسرت، پیار ومحبت کی حسین وادیوں میں گزریں گے،

یا، دکھ، درد، رنج وغم کی خطرناک جھاڑیوں میں بسر ہوں گے۔

چناں چہ آپ نے دیکھا ہوگا، اکثر بچیاں رخصتی کے وقت یہی سب باتیں سوچ کر

اپنی ماں،

اپنے باپ،

اپنے بھائی اور بہنوں کے ساتھ، چمٹ چمٹ کر، ہچکیاں لے لے کر روتی ہیں۔

بھائی، باپ، دوسرے رشتہ دار، الگ الگ کھڑے ایسے رو رہے ہوتے ہیں جیسے ان کے گھر سے کوئی جنازہ اٹھ رہا ہو۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جب کوئی باپ اپنی بیٹی کی شادی کر رہا ہوتا ہے، تو اس کے دل میں اپنی بیٹی اور اس کے سسرال والوں کے بارے میں عجیب عجیب خیالات آرہے ہوتے ہیں۔

وہ اسی خیال، اسی کشمکش کے عالم میں، غم سے نڈھال، لڑکھڑاتے پیروں سے، اپنے گھر آنے والی بارات کا استقبال کرتا ہے، یہاں رک کر ایک بات سمجھنے کی ضرورت ہے،

کہ بارات کس کو کہتے ہیں؟

میرے دوستو! بارات یہ ایک ہندوانہ رسم ہے، چوں کہ ہندو، اپنے بچوں کی شادی قریبی رشتہ داروں میں نہیں کرتے۔

اس لیے پہلے زمانہ میں دور رشتہ کرنے کی وجہ سے، سو پچاس لوگوں کا ایک قافلہ دولہے کے ساتھ

جایا کرتا تھا،

تا کہ راستہ میں لُٹ پِٹ جانے، یا کسی اور قسم کے خطرے سے بچا جاسکے۔

لیکن افسوس! پہلے زمانہ میں، سو پچاس لوگوں کا قافلہ، خطرے اور لٹنے سے بچانے کے لیے جایا کرتا تھا، اور اب سو پچاس لوگوں کا ایک جتھہ کسی غریب کا گھر لُوٹنے جایا کرتا ہے۔

پھر ستم بالائے ستم یہ،

کہ اگر لڑکی والا، پچیس آدمیوں کو بلاتا ہے، تو چالیس پچاس تک پہونچ جاتے ہیں۔

اور اگر پچاس کو بلاتا ہے، تو سو کے قریب پہونچ جاتے ہیں۔

ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ دَخَلَ بِنَاءً عَلَى غَيْرِهٖ دَعْوَةً دَخَلَ سَارِقًا وَخَرَجَ مُغِيْرًا۔

''جو شخص بغیر بلائے کسی کے گھر دعوت میں گیا تو وہ چور بن کر گیا اور لٹیرا بن کر واپس لوٹا''۔

یاد رکھیے! جو شخص کسی کے یہاں زبردستی دعوت میں شریک ہوتا ہے، تو وہ دعوت، وہ کھانا ناجائز ہے، اور جو شخص ایک لقمہ بھی ناجائز کھالیتا ہے تو اس کی چالیس دن تک کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔

دوسرے آج کل عام طور پر یہ ہو رہا ہے کہ کسی کے یہاں جب کوئی لڑکی پیدا ہوتی ہے، تو وہ اس کے نام کچھ پیسے، بینک میں جمع کر دیتے ہیں، پھر وہ پیسہ بڑھتے، بڑھتے، اس لڑکی کے جوان ہونے تک اتنا ہو جاتا ہے، جس سے اس کی شادی بآسانی ہو سکے، پھر اس کا باپ اس سود، بیاض کے پیسے سے اپنی بیٹی کی شادی کرتا ہے، اس سے باراتیوں کی مہمان نوازی کرتا ہے۔

اب بتایئے! جو اس شادی میں یا اس بارات میں شریک ہوگا، اور جو اس شادی کے کھانے کو کھائے گا، تو وہ حرام کھانے والا ہوگا یا نہیں؟

اس لیے **میرے دوستو!** بارات میں جا کر ایک وقت کا کھانا کھانے سے ہم نہ موٹے ہو جائیں گے، اور نہ ہی ایک وقت کا کھانا، نہ کھانے سے، ہم دبلے ہو جائیں گے۔

ہاں! تمہارا، بارات میں نہ جانے سے اور بارات والی شادی نہ کرنے سے اتنا فائدہ ضرور ہوگا کہ

اس لڑکی کے باپ نے،

اس لڑکی کے بھائی نے،

جو دسوں سال سے، محنت مزدوری کر کے کمایا ہے۔

اس کی دوسری لڑکی،

اس کی دوسری بہن، جو جوان ہو چکی ہے،

اس کی بھی شادی آسانی سے ہو جائے گی۔

اگر بارات لے کر جاؤ گے تو اس کی برسوں کی کمائی چند گھنٹوں میں ختم ہو جائے گی، پھر وہ اپنی دوسری لڑکی کی شادی کیسے کرے گا؟

اگر وہ اپنی لڑکی کی شادی جلدی نہیں کر پاتا ہے اور وہ لڑکی زنا جیسے مذکوم حرکت اور گناہ میں مبتلا ہو جاتی ہے، یا وہ کسی غیر مسلم کے ساتھ بھاگ کر کافر بن جاتی ہے، تو اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟ ہم اور آپ۔

اس لیے کہا جاتا ہے۔۔۔شادی کو جتنا آسان کرو گے زنا اتنا ہی مشکل ہوگا۔

اور شادی کو جتنا مشکل بناؤ گے زنا اتنا ہی آسان ہوگا۔

آج جب کسی نوجوان سے سنت کے مطابق شادی کرنے کی بات کی جاتی ہے، تو ایک بڑی تعداد تیار ہی نہیں ہوتی ہے۔

اگر کوئی نوجوان سنت کے مطابق شادی کرنے کے لیے تیار بھی ہو جاتا ہے، تو اس کو نہ جانے کتنے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔۔۔

کبھی ماں باپ کی ناراضگی،

کبھی بھائی بہنوں کی طعنہ زنی،

کبھی دوست واحباب اور رشتہ داروں کا تعلق ختم کرنے کی دھمکی،

اس کے قدم کو متزلزل کر دیتے ہیں۔

اس نوجوان کے لیے، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف ایک سنت پر عمل کرنا ایسے مشکل ہو جاتا ہے، جیسے ہاتھ پہ انگارہ رکھنا۔

مگر پھر بھی وہ نوجوان، اللہ رب العزت کی شریعت اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو تھامے رہتا ہے، تو اللہ رب العزت اس کو سو شہیدوں کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔

اور ان شاء اللہ کل یہی ثواب، آخرت میں اس کے نجات کا سبب ہوگا۔

آج افسوس کے ساتھ، یہ کہنا پڑ رہا ہے، کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا، ہوا دین، آج اسی طرح یتیم ہو گیا، جس طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں آنے کے بعد یتیم ہو گئے تھے، تو ان کو کوئی گود میں لینے کے لیے تیار نہ تھا، ان کو کوئی دایہ اپنے سینہ سے لگانے کے لیے تیار نہ تھی۔

آج اسی طرح سے، ان کے لائے ہوئے دین کو، کوئی سینہ سے لگانے کے لیے تیار نہیں۔

لیکن جب دائی حلیمہ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سینہ سے لگایا، تو ان کی قسمت چمک گئی، جب تک سورج چاند رہے گا، دائی حلیمہ کا نام رہے گا، رہتی دنیا تک لوگوں کے دل و دماغ میں ان کا نام روشن رہے گا۔

اور جس جس دایہ نے ہمارے نبی کو یتیم سمجھ کر چھوڑ دیا تھا، آج ان کا کوئی نام لینے والا نہیں۔

میرے دوستو! آج اگر ہم بھی، اس یتیم دین کو اپنے سینہ سے لگالیں، تو خدا کی قسم ہماری بھی قسمت چمک جائے گی۔

اللہ رب العزت ہماری نسلوں میں، ایسے افراد پیدا فرمائیں گے، جن سے قیامت تک ہمارا نام روشن رہے گا۔

اللہ رب العزت ہمیں، ایسی سکون واطمینان والی زندگی اور ایسی بابرکت روزی عطا فرمائیں گے، جس کو آدمی کبھی سوچ بھی نہیں سکتا۔

اور جو شخص سنت کے مطابق شادی نہیں کرتا، تو اللہ رب العزت اس کی زندگی سے سکون واطمینان نکال لیتے ہیں، اس کو مصیبت، پریشانی، روزی کی تنگی جیسی مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

اور اگر کوئی نوجوان سنت کے مطابق تو شادی کرنا چاہتا ہے۔

مگر ماں باپ اس کے لیے تیار نہیں ہوتے، تو شادی کے کچھ دن بعد اللہ رب العزت اس نوجوان اور اس کے ماں باپ کے درمیان محبت ومؤدت نکال کر آپس میں جدائیگی پیدا کر دیتے ہیں۔

اور اگر ماں باپ تو چاہتے ہیں مگر وہ نوجوان انکار کرتا ہے، تو اللہ رب العزت کچھ دن بعد اس میاں بیوی کے دل سے محبت نکال لیتے ہیں۔

پھر وہ آپسی ناچاقی،

مزاج کا نہ ملنا،

آپس میں دل کا نہ لگنا،

جیسی پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے۔

اور اگر پورے گھر والے ہی سنت کے مطابق شادی کے لیے تیار نہیں ہوتے، تو اللہ رب العزت کچھ دن کے بعد اس گھر کے، تانے بانے بکھیر دیتے ہیں۔

اس پورے گھر کے، تمام افراد کے دل سے، ایک دوسرے کی محبت نکال لیتے ہیں۔

پھر وہ گھر جنت کا، نمونہ بننے کے بجائے، جہنم کا گڑھا بن جاتا ہے۔

آج اگر ہم اپنے پورے معاشرہ کا ایک تحقیقی جائزہ لیں، تو آپسی بکھراو، آپس میں ٹکراؤ کی اصل وجہ یہی ملے گی کہ ہم شادی سنت کے مطابق نہیں کرتے۔

آج جب کسی سے اپنے بیٹے کی شادی سنت کے مطابق کرنے کی بات کی جاتی ہے، تو کہتے ہیں، ہم تو اس کے لیے تیار ہیں، مگر گھر کی عورتیں، عزیز، رشتہ دار اس کے لیے تیار نہیں، بھائی، بہنوئی اور داماد کے ناراضگی کا بہانہ بناتے ہیں۔

جب کہ ایک مرتبہ ایک صحابی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس حال میں آئے کہ ان کے کپڑے پر عطر کے نشانات تھے، تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عبد الرحمٰن یہ کیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: یا رسول اللہ! میں نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے، تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تمہیں

برکت دے۔

میرے عزیزو! ذرا بتاؤ!!!!

کیا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے نزدیک، اس دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر کوئی اور باراتی ہو سکتا تھا؟

کیا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے نزدیک، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر کوئی اور نکاح پڑھانے والا ہو سکتا تھا؟

کیا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ، کوئی اور احسان کرنے والا ہو سکتا تھا؟

جن کے مبارک زبان سے، آپ کو جنتی ہونے کی خوشخبری ملی تھی، اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس وقت مدینہ میں موجود تھے، مگر پھر بھی انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ اطلاع دی،

نہ بارات میں لے گئے،

نہ نکاح پڑھانے کی، درخواست کی۔

اور نہ ہی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اطلاع نہ دینے پر، برا مانا، اس لیے کہ وہ جانتے تھے، جو شادی جتنی ہی سادی ہوگی اتنی ہی بابرکت ہوگی۔

آج ہمیں اپنے رشتہ داروں، اپنے داماد، بہن اور بہنوئی کے ناراض ہو جانے کا خوف تو ضرور ہے، مگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناراض ہونے کا کوئی خوف نہیں!۔

اے مال کے نشہ میں، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا مذاق اڑانے والو!!!

کیا تم عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے زیادہ مالدار ہو؟

کیا تم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے زیادہ مالدار ہو؟

جب کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکہ اور مدینہ کے سب سے بڑے تاجر بزنس مین تھے، اگر وہ چاہتے تو ان کی شادی میں۔۔۔

ایک طرف ہاتھیوں کے چنگھاڑنے،

اونٹوں کے بلبلانے،
اور گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں سنائی دیتیں،
تو دوسری طرف ہزاروں کی تعداد میں صف بستہ کھڑے لوگ آپ کو سلامی دیتے،
زیب و زینت سے، آراستہ ہزاروں لوگ، خوشی کے شادیانے بجاتے ہوئے دربارِ محمدی میں پہونچتے،
اگر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ چاہتے، کہ میری بیٹی کی شادی، خوب دھوم دھام سے ہو، تو اللہ رب العزت۔۔۔

آسمان سے باراتیوں کے استقبال کے لیے، فرشتوں کو بھیج دیتے۔
چاند ستاروں کو، ان کے راستہ میں، خوبصورتی کے لیے سجا اور بچھا دیتے۔
کھانے کے لیے جنت سے پھل فروٹ اور مَنّ وسلویٰ بھیج دیتے۔
مگر قربان جاؤں اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سادگی پر،
جنھوں نے نہ اپنی شادی دھوم دھام سے کی،
اور نہ ہی اپنی صاحبزادیوں کی شادی دھوم دھام سے کی۔
اگر ایسا کر لیتے، تو رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لیے ایک نمونہ بن جاتا۔
پھر ان بیواؤں اور یتیم بچیوں کا کیا ہوتا، جو ہزاروں کی تعداد میں بے سہارا اپنے گھروں میں بیٹھی،
آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے یہ فریادیں کر رہی ہیں کہ۔۔۔
اے یتیموں کے خدا!
اے بیواؤں کے مالک!
وہ وقت کب آئے گا، جب ہمارے ہاتھوں میں مہندی رچائی جائے گی۔
وہ وقت کب آئے گا، جب ہم کمزوروں کو بھی کوئی، محبت سے دیکھنے والا،
کوئی شفقت سے ہمارے سروں پہ ہاتھ پھیرنے والا ملے گا۔

اے پروردگار! کب ہمیں خوشی کے دن دیکھنے کو ملیں گے۔

میرے ساتھیو! وہ یتیم بچیاں،

وہ بیوہ عورتیں،

وہ بے قصور جیلوں میں بند مسلمان بھائیوں کے گھر والے،

جب یہ دیکھتے ہیں کہ ان کے گاؤں، ان کے محلے، اور پڑوس کا، کوئی مالدار جب اپنے بچے اور بچیوں کی شادیاں بڑی دھوم دھام سے کر رہا ہے،

تو وہ یتیم بچیاں، اپنے بستر پر پڑی، اپنے منہ پہ تکیہ رکھ کر، رو رہی ہوتی ہیں۔

وہ بیوہ عورتیں اپنے گھر میں بیٹھی، نہ بند ہونے والے آنسوؤں کو، پونچھ رہی ہوتی ہیں۔

میرے دوستو! یہ ان بیوہ اور یتیم بچیوں کی آہیں ہوتی ہیں، جو مالداروں کی خوشیوں میں آگ لگادیتی ہیں، جو بعد میں ان کے مال کی بربادی کا سبب بنتی ہیں۔

اے مالدارو! اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارا مال، تمہارے پاس ہمیشہ باقی رہے تو دو کام کرو،

ایک مال کو بے جا خرچ کرنے سے بچاؤ!

فضول خرچی سے بچو!

دوسرے، یتیموں،

مسکینوں،

کمزوروں،

بیواؤں اور بے سہارا لوگوں کی مدد کرو۔

میرے دوستو! اللہ رب العزت نے دولت ہمیں اس لیے نہیں دی کہ جب چاہیں، جس طرح چاہیں خرچ کریں،

بلکہ اللہ رب العزت نے ہمیں دولت اس لیے دی ہے تا کہ ہم ۔۔۔

غریبوں،

کمزوروں،

مسکینوں کی مدد کریں،

بے قصور جیلوں میں بند، مسلمان بھائیوں کی رہائی کی تدبیریں کریں۔

کیا ہم سب مل کر اس بات کو طے نہیں کر سکتے کہ لڑکی والوں سے کہیں، اگر تم بارات بلاتے ہو، تو سو، ڈیڑھ سو، آدمیوں کے کھانے پینے، اٹھنے، بیٹھنے کا انتظام کرو گے۔

جس میں تمہارا، ایک، سوا لاکھ خرچ ہو جائے گا، اور جب ہم بارات لے کر آئیں گے تو اس کے لیے گاڑیوں کا انتظام کرنا پڑے گا، جس میں ہمارا، ساٹھ، ستّر ہزار روپیہ خرچ ہو جائے گا۔

آؤ!!! ہم سب مل کر اپنے بچوں کی شادی سنت کے مطابق کر کے، اپنی آخرت سنوار لیں اور اس خرچ سے کسی یتیم بچی کی شادی کر کے، اس کا بھی، گھر بسا دیں۔

جس طرح آج ہم اپنے بچوں کی شادی کر کے، خوش ہو رہے ہیں،

چلو!!! ہم سب مل کر، کسی یتیم بچی کی شادی کر کے خوش ہو جائیں۔

اگر ہم ایسا کر لیں تو خدا کی قسم، ان یتیم بچیوں اور بیوہ عورتوں کے دل سے ایسی دعا نکلے گی، جس سے ہماری دنیا بھی سنور جائے گی اور آخرت بھی بن جائے گی۔

اے کاش! کہ آج مسلمان اگر ایسا کرتے، تو مسلمان قوم میں کوئی یتیم بچی بغیر شادی کے، اور کوئی بیوہ عورت بن بیاہی نہ بیٹھی ہوتی۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا:

سنت کے مطابق شادی یہ ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے کوئی دعوت کا انتظام نہ ہو۔

دوسرے بارات والی شادی نہ ہو۔

تیسرے مسجد میں نکاح ہو۔

میرے دوستو! یہ شادی کا وہ طریقہ ہے جو ہمارے نبی جناب محمد الرسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتا کر گئے ہیں، اسی طریقہ پر چلنے میں ہماری کامیابی ہے، ہمارے لیے سکون ہے، محبت ہے،

آسانی اور رحمت ہے۔

اللہ رب العزت ہم سب کو سنت پر عمل کرنے کا صحیح جذبہ اور حوصلہ عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

❁----❁❁❁❁----❁

جمعہ کی نماز کے بعد

گناہ معاف کروانے کا نبوی نسخہ

جو آدمی جمعہ کی نماز کے بعد، یہ دعا (۱۰۰) سو مرتبہ پڑھے گا، تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ

"اس کے پڑھنے والے کے، ایک لاکھ گناہ معاف ہوں گے، اور اس کے والدین کے چوبیس ہزار گناہ معاف ہوں گے"۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ

[ترجمہ] میں پاکی بیان کرتا ہوں، عظیم ذات کی، اور حمد بیان کرتا ہوں۔

(رواہ ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ: صفحہ ۲۳۴)

❁----❁❁❁❁----❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❖ آنسو اور مسکراہٹ دو انمول خزانہ ہیں: آنسو صرف اللہ رب العزت کے سامنے بہائیں، کیوں کہ اللہ رب العزت رونے والے کو پسند کرتے ہیں، اور دنیا ہنسنے والے کو پسند کرتی ہے۔

❖ غصہ ہمیشہ تنہا آتا ہے، لیکن جاتے ہوئے عقل، عزت، اخلاق، اور شخصیت کی خوبصورتی سب ساتھ لے جاتا ہے۔

❖ ان لوگوں سے مت ڈرو، جو اپنا بدلہ لینا چاہتے ہیں، ہمیشہ ان لوگوں سے ڈرو، جو اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں۔

❖ جس میں برداشت کرنے کی قوت ہو، وہ کبھی شکست نہیں کھاتا۔

❖ کبھی کبھی، برا وقت، آپ کو کچھ، اچھے لوگوں سے، ملوانے کے لیے آتا ہے۔

ھو

ہم اپنے نبی سے کتنی اور کیسی محبت کرتے ہیں؟

ان الحمدلله! الحمدلله نحمدهٗ ونستعينهٗ ونستغفرهٗ ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا ونشهد ان لا اله الا الله وحدهٗ لاشريك لهٗ ولا نظير لهٗ ولا وزير لهٗ ولا مشير لهٗ ولا معين لهٗ وصل علىٰ سيد الرسل و خاتم الانبياء المبعوث الىٰ كافة للناس بشيراً ونذيراً وداعياً الى الله باذنه وسراجاً منيراً۔ امابعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

قال الله تعالى: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ، وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ○

جو منظور میلادِ نبی نہ ہوتا
تو اظہار شانِ الٰہی نہ ہوتا
ملک ، جن و انس کوئی نہ ہوتا
کسی شئ کا نام و نشاں ہی نہ ہوتا
محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا
نہ ہوتی نمازیں نہ قرآں اترتا

نہ توحید کا کوئی اقرار کرتا
نہ نورِ نبوت سے ایماں سنورتا
نہ ہوتی شریعت نہ عرفاں بکھرتا
محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

قابل صد احترام! علماء کرام وطلباء عظام!
اور امت مسلمہ کے نوجوان جیالو!

اللہ رب العزت نے کائنات کی مختلف چیزوں کے درمیان ایک مقناطیسیت پیدا فرمائی ہے۔

اگر یہ مقناطیسیت بے جان چیزوں کے درمیان ہو تو اسے ''کشش'' کہتے ہیں۔

اور اگر یہ مقناطیسیت دو جاندار چیزوں کے درمیان میں پائی جائے، تو اسے میلان اور محبت کہتے ہیں۔

محبت کی تعریف بھی یہی ہے، دل کا کسی خوبی کی طرف مائل ہو جانے کو محبت کہتے ہیں۔

اور اس محبت میں غرق ہو جانے کو عشق کہتے ہیں۔

میرے دوستو! اس فانی دنیا میں ہزاروں لوگ ایسے گزرے ہیں، جن کو نہ ہم نے دیکھا ہے۔

نہ ہماری، ان سے کوئی پہچان ہے۔

نہ ان سے، ہماری کوئی رشتہ داری ہے۔

نہ ہم کو، ان سے کوئی مالی فائدہ ہوا ہے۔

نہ ہم کو، ان سے کوئی سیاسی فائدہ ہوا ہے۔

لیکن ہم ان سے محبت کرتے ہیں، صرف ان کے کمالات کی وجہ سے۔

ہم حاتم طائی سے محبت کرتے ہیں، اس کی سخاوت کی وجہ سے۔

ہم نوشیرواں سے محبت کرتے ہیں، اس کے عدل وانصاف کی وجہ سے۔

ہم رستم اور اسفند یار کا تذکرہ بڑے فخر سے کرتے ہیں، ان کی شجاعت کی وجہ سے۔

ہم سقراط اور افلاطون کا نام بڑے پیار سے لیتے ہیں، ان کے علم وحکمت کی وجہ سے۔

ہم فردوسی اور سعدی سے محبت کرتے ہیں، ان کی قوت گویائی کی وجہ سے۔

ہم سحبان وائل سے محبت کرتے ہیں، اس کی خطابت اور طاقت لسانی کی وجہ سے۔

ہم لبید اور متنبی سے محبت کرتے ہیں ان کی فصاحت وبلاغت کی وجہ سے۔

ہم شیکسپیئر اور ہیومر سے محبت کرتے ہیں، ان کے ادبی کمال کی وجہ سے۔

ہم لیلیٰ اور مجنوں کی مثال دیتے ہیں، ان کے کمالِ عشق کی وجہ سے۔

ہم مصر کی قلوپطرہ کا نام محبت سے لیتے ہیں، اس کے حسن وجمال کی وجہ سے۔

تو ہم! اس ذات اقدس سے محبت کیوں نہ کریں جس ذات کے اندر تمام کمالات کامل درجہ کے تھے؟

ان لوگوں کے اندر جو کمال پایا جاتا تھا ناقص تھا، مگر ہمارے پیغمبر کا ہر کمال کامل تھا۔

میں حاتم طائی کی سخاوت کو مانتا ہوں، مگر حاتم طائی کی سخاوت اس ذات اقدس کی سخاوت کا مقابلہ کیسے کرسکتی ہے، جس نے دوستوں کو بھی فائدہ پہنچایا اور دشمنوں کو بھی فائدہ پہنچایا۔

جس ذات نے، دوستوں کے ظاہر وباطن کو مالا مال کیا، اور دشمنوں کے بھی ظاہر وباطن کو مالا مال کیا،

جس ذات کی زباں پر کلمۂ شہادت کے ''لا'' کے علاوہ کبھی ''لا'' نہیں آیا۔

حاتم طائی کی سخاوت؟

حاتم طائی کی سخاوت، تو اس کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ختم ہوگئی،

مگر قربان جاؤں اس ذات اقدس پر، کہ جس کی سخاوت کا سلسلہ، اس دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی جاری ہے، جو دنیا میں بھی نوازتا رہا، کل آخرت میں بھی اپنی امت کو نوازے گا۔

میں نوشیرواں کے عدل وانصاف کو مانتا ہوں، مگر نوشیرواں کے عدل کو، اس رسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عدل سے کیا موازنہ کیا جائے؟

جس ذات نے عرب کے انتقامی امر، اور ظالمانہ ماحول میں بھی، عدل وانصاف کے میٹھے چشمے جاری کیے۔

جس ذات نے یہ اعلان کیا، کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی چوری کرے گی، تو اس کا بھی

ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

جس ذات نے بدلہ لینے کے لیے اپنی کمر بھی امت کے عام آدمی کے سامنے ننگی کردی تھی۔

اور اس کے غلاموں نے قیصر و کسریٰ کے ظلم واستبداد کا خاتمہ کر کے میزان عدل قائم کیا تھا۔

میں رستم اور اسفندر یار کی شجاعت کو تسلیم کرتا ہوں، مگر اس عظیم بہادر کے کیا کہنے!

کہ جس نے بغیر لشکر،

بغیر ہتھیار،

اور بغیر مال ودولت کے، سالہا سال تک، عرب کے وحشی درندوں کا مقابلہ کیا۔

مجھے سقراط اور افلاطون کے علم وحکمت سے انکار نہیں، مگر اس باب العلم والحکمت، کے کیا کہنے! کہ جس کے فیضان علم سے سقراط اور افلاطون جیسے سینکڑوں، بلکہ ہزار ہا ہزار ارباب علم وحکمت پیدا ہوئے۔

میں سحبان وائل کی قوتِ خطابت کا انکار نہیں کرتا،

مگر اس خطیب اعظم،

اس عظیم مقرر، کے کیا کہنے!

کہ جس کی تاثیر خطابت سے، پتھر بھی بول پڑے۔

جس کی تاثیرِ خطابت سے، حیوان، سانپ جیسے موذی جانور بھی بول اٹھے۔

جس کی تاثیرِ خطابت سے سنگ دل انسانوں کی زندگیوں کی کایا پلٹ گئی۔

میں لبید اور متنبی کی فصاحت وبلاغت کا منکر نہیں،

مگر اس فصیحِ اعظم کے کیا کہنے، کہ جس کی فصاحت وبلاغت کا عرب وعجم میں سے کوئی بھی جواب نہ دے سکا۔

میرے سامنے، مصر کی قلوپطرہ کے حسن کی بات نہ کرو، کیوں کہ خاک کو آسمان سے، اور ذرہ کو پربت سے کیا نسبت؟

ارے! ماہ عرب کے حسن وجمال کا مقابلہ، تو مصر کا وہ حسین بھی نہیں کرسکا، کہ جس کے حسن نے،

چند بازاری عورتوں کے ہوش وحواس گم کردیئے تھے۔

اگر ان لوگوں سے ان کے کمالات کی وجہ سے محبت کی جاتی ہے، تو پھر اس عظیم انسان سے محبت کیوں نہ کی جائے؟

جس عظیم انسان میں یہ سارے کمالات اور یہ ساری صفات علی وجہ الکمال پائے جاتے ہیں۔

ہمارا تو دعویٰ ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر موسیٰ علیہ السلام تک،

اور موسیٰ علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک،

تمام انبیاء علیہم السلام کو جو کمالات فرداً فرداً عطا کیے گئے تھے، ان سارے کے سارے کمالات کو، رب کائنات نے تنِ تنہا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جمع کردیئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں آدم علیہ السلام کا خلق،

نوح علیہ السلام کا جوشِ تبلیغ،

ابراہیم علیہ السلام کا ولولۂ توحید،

اسمٰعیل علیہ السلام کا جذبۂ ایثار،

اسحاق علیہ السلام کی رضا،

یعقوب علیہ السلام کی تسلیم ورضا،

یوسف علیہ السلام کا حسن،

موسیٰ علیہ السلام کا جلال،

ہارون علیہ السلام کا جمال،

ایوب علیہ السلام کا صبر،

یوشع علیہ السلام کا جہاد،

یونس علیہ السلام کی اطاعت،

دانیال علیہ السلام کی محبت،

لوط علیہ السلام کی حکمت،

شیث علیہ السلام کی معرفت،

الیاس علیہ السلام کا وقار،

داؤد علیہ السلام کی آواز،

یحییٰ علیہ السلام کی پاک دامنی،

عیسیٰ علیہ السلام کا زہد،

اور ان جیسے بہت سے اوصاف، اور ان جیسے بہت سے کمالات، یکجا اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اندر جمع کر دیئے تھے۔

حسن یوسف علیہ السلام، دَم عیسیٰ علیہ السلام، ید بیضا داری
آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

میرے دوستو!

وہ کون سا خُلق ہے؟

وہ کون سا کمال ہے؟

وہ کون سی صفت ہے؟ جو محبوب رب العالمین میں نہیں تھی؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوش اخلاقی کی یہ حالت تھی، کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دس برس تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہا۔

مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کبھی اُف تک نہیں کہا، اور نہ کبھی یہ فرمایا: کہ اے انس! تو نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیا کا عالم یہ تھا، کہ حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پردہ نشیں کنواری لڑکی سے بھی کہیں زیادہ حیادار تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت کا یہ عالم تھا، کہ جنگ حنین میں جب مشرکوں کے سخت حملے کی تاب نہ لاکر

مسلمان اِدھر اُدھر بکھر گئے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خچر پر سوار ہو کر دشمنوں کو للکارتے ہوئے رَجزیہ شعر پڑھ رہے تھے:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ
اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

اے لوگو! میں سچا نبی ہوں، میں ابن عبد المطلب ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صبر کی یہ انتہاء تھی، کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ بعض دفعہ گھر میں ایک ایک ہفتہ تک چولہا نہ جلتا تھا، صرف کھجور اور پانی پر گزارہ ہوتا تھا۔

مگر پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی صبر کے ساتھ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عفو و درگذر کی یہ انتہا تھی کہ فتحِ مکہ کے موقع پر،

اپنے خون کے پیاسوں کو،

اُن درندوں کو،

جنھوں نے امام المؤذنین، حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو تپتی ہوئی ریت پر، لٹا کر، سینہ پہ پتھر رکھ کر تڑپایا تھا۔

جن بدبختوں نے، حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو شرمناک طریقہ پر شہید کیا تھا۔

جن سنگ دل انسانوں نے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کو شہید کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کا کلیجہ چبایا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کی ناک، کان، کاٹ کر گلے کا ہار بنایا تھا۔

جن گستاخوں کی جماعت نے، نماز کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن پر غلاظت ڈالی تھی۔

جن وحشیوں نے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طائف کی گلیوں میں گھسیٹا تھا۔

جنھوں نے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ میں کانٹے بچھائے تھے۔

جنھوں نے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پاگل، دیوانہ، مجنوں اور ساحر کہا تھا۔

جنھوں نے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان ظالموں کو،

ان درندوں کو،

ان وحشیوں کو،

ان سنگ دل انسانوں کو،

یہ کہہ کر معاف کر دیا تھا: "لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اِذْهَبُوْا وَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، ان لوگوں کو عفو و درگزر اور شفقت و محبت کا، ایسا گلدستہ پیش کیا کہ جس کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ

اے مکہ کے لوگو!

اے قوم قریش!

گھبراؤ نہیں!!! آج میں تمہارے ساتھ وہی معاملہ کروں گا، جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا۔

اے مکہ کے لوگو! جاؤ آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔

آج تم سب آزاد ہو، کل تم نے ہم کو نہیں چھوڑا تھا، لیکن آج ہم تمہیں نہیں چھیڑیں گے۔

آج تم سب مامون ہو۔

آج میں تمہاری پچھلی غلطیوں کو یاد دلا کر تمہاری نگاہیں نیچی نہیں کروں گا۔

"يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ" بلکہ تمہاری غلطیوں کی تمہارے لیے خدا تعالیٰ سے معافی مانگوں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شفقت و محبت کا یہ عالم تھا، کہ انسان تو انسان حیوانوں پر بھی آپ بے حد شفیق تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شفقت کا یہ نتیجہ تھا کہ جب حیوانوں پر ظلم ہوتا، تو وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شکایت لے کر آتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی کا یہ عالم تھا، کہ دوست تو دوست، دشمنوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے ہونے کا اقرار کیا۔

جنگ بدر میں اخنس بن شریق نے ابوجہل سے پوچھا:

اے ابوجہل! یہاں ہم دونوں کے سوا تیسرا کوئی نہیں، سچ بتانا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سچا ہے یا جھوٹا؟
ابوجہل نے جواب دیا: خدا کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سچ بولتا ہے، اس نے کبھی غلط بیانی نہیں کیا۔

اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ۔۔۔

جس ذات میں ایسے اوصاف،

ایسے کمالات،

اور ایسے اخلاق جمع ہوں،

تو ہمیں اس ذات سے محبت کرنی چاہیے یا نہیں؟

دنیا والے، کسی کے حسن و جمال پر ناز کرتے ہیں۔

دنیا والے، کسی کے عدل وانصاف پر ناز کرتے ہیں۔

دنیا والے، کسی کی ذکاوت وذہانت پر ناز کرتے ہیں۔

دنیا والے، کسی کی شجاعت پر ناز کرتے ہیں۔

کسی کی سخاوت پر ناز کرتے ہیں۔

کسی کے ایثار اور خدمت خلق پر ناز کرتے ہیں، تو ہم اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ناز کیوں نہ کریں؟

اس پیغمبر سے محبت کیوں نہ کریں؟

اس پیغمبر سے دل کیوں نہ لگائیں؟ جس پیغمبر کے اندر یہ سارے کمالات اور یہ ساری صفات علی وجہ الکمال پائے جاتے تھے؟

میرے دوستو! اس ذات میں یہ ساری صفات اور یہ سارے کمالات پائے ہی نہیں جاتے تھے، بلکہ اس ذات اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لاکھوں، بلکہ کروڑوں انسانوں کو یہ اخلاق،

یہ اوصاف،

اور یہ کمالات بھی سکھائے۔

اس ذات نے کسی کو صدیق بنایا۔

کسی کو عادل بنایا۔

کسی کو سخی بنایا۔

کسی کو شیر خدا بنایا۔

کسی کو طاہرہ تو کسی کو صدیقہ بنایا، (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ)۔

تو محبت کا پہلا سبب کمال ہے۔

محبت کا دوسرا سبب جمال ہے۔

بعض لوگ کسی سے محبت کرتے ہیں، اس کے حسن و جمال کی وجہ سے، اگرچہ حسن و جمال محبت کا حقیقی اور دائمی معیار نہیں ہے، مگر پھر بھی ایسے افراد کی کمی نہیں ہے جو حسن و جمال سے مرعوب اور متاثر نہ ہوتے ہوں۔

لیکن یہ بات یاد رکھیں! کہ

خدا کا ہر پیغمبر،

ہر رسول،

خوبصورت اور حسین وجمیل ہوتا ہے، تا کہ کسی مخالف کو، اس کے کسی اخلاقی عیب پر انگلی اٹھانے کی جرأت نہ ہو، اور نہ ہی اس کے کسی جسمانی نقص کا مذاق اڑانے کی جسارت ہو۔

میرے عزیزو! خدا کے ہر نبی، ہر رسول کا چہرہ اس کی صداقت و دیانت کا گواہ ہوتا ہے۔

جس کی بنا پر عام آدمی بھی دیکھ کر پکار اٹھتا ہے، اور یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے، کہ خدا کی قسم! یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔

حضرت عبداللہ بن سلام یہودیوں کے بڑے عالم تھے، جب انھوں نے میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ دیکھا تو یہ کہنے پر مجبور ہو گئے:

"فَلَمَّا استبنت وَجْهَهُ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ"۔

''میں نے چہرہ دیکھتے ہی پہچان لیا، کہ خدا کی قسم! یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا''۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے جب آپ کا چہرۂ انور دیکھا تو پکار اٹھے: کہ

خدا کی قسم! میری آنکھ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ حسین وجمیل کبھی کسی کو دیکھا ہی نہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ حسین وجمیل کسی ماں نے کوئی بچہ جنا ہی نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے، جب اس چہرۂ مبارک کو دیکھا تو فرمایا:

"مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِيْ فِيْ وَجْهِهٖ"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک ایسا منور تھا، گویا سورج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس میں رواں دواں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بتایا، کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ ایسا سفید روشن تھا، کہ پسینہ کی بوند آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر ایسی نظر آتی تھی، جیسے موتی۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جب میرے نبی کو دیکھا وہ بھی پکار اٹھے:

آفاقہا گردیدہ ام ، مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام ، لیکن تو چیز دیگری

میں کائنات کے کونے کونے میں پھرا۔

میں نے دنیا کے چپے چپے کو چھانا۔

میں نے مشرق ومغرب کی سیاحت بھی کی۔

میں نے حسن وجمال کے ایسے اعلیٰ شاہکار بھی دیکھے کہ جن کے حسن کی، بتوں کی طرح پرستش اور پوجا کی جاتی ہے۔

لیکن اے آمنہ کے لال! جب تیرے رخِ انور کو دیکھا، تو میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں، کہ تو ایک انوکھے اور بے مثال حسن وجمال کا مالک ہے۔ تو چیز ہی دوسری ہے۔

تو اگر کسی سے اس کے حسن وجمال کی وجہ سے محبت کی جاتی ہے، تو اس حسین وجمیل ماہِ عرب سے محبت کیوں نہ کی جائے، کہ جس سے زیادہ خوبصورت اور حسین وجمیل آج تک نہ کوئی پیدا ہوا ہے، اور نہ ہی قیامت تک پیدا ہوگا۔

اس ذات اقدس سے محبت کیوں نہ کی جائے، کہ جس سے زیادہ حسن و جمال والا، ازل سے لے کر اب تک نہ کوئی آیا ہے اور نہ ہی کوئی آئے گا۔

تو محبت کا دوسرا سبب جمال ہے۔

محبت کا تیسرا سبب احسان ہے۔

انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنے محسن سے محبت کرتا ہے، اور یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ہم پر ربِ کائنات کے بعد سب سے زیادہ احسانات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں۔

میرے دوستو! ایک بات یاد رکھیے! کہ ہمارے سب سے بڑے محسن، نہ ہمارے والدین ہیں۔

نہ ہمارے سب سے بڑے محسن، ہمارے اساتذہ ہیں۔
نہ ہمارے سب سے بڑے محسن، ہمارے عزیز و اقارب ہیں۔
نہ ہمارے سب سے بڑے محسن، ہمارے دوست و احباب ہیں۔
بلکہ ہمارے سب سے بڑے محسن، اور ساری انسانیت کے سب سے بڑے محسن،
بلکہ پوری کائنات کے سب سے بڑے محسن، وہ رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں:
جنھوں نے ہمیں، ایک خدا سے ملایا۔
جنھوں نے ہمیں، ایک خدا کا جلوہ دکھایا۔
جنھوں نے شجر و حجر،
کیڑوں مکوڑوں کے سامنے جھکنے والے انسان کو،
خدائے واحد کے سامنے جھکایا۔
جنھوں نے فلک کی بلندی میں،
زمین کی پستی میں،
دن کی روشنی میں،

رات کی تاریکی میں،

سورج کی چمک،،

جگنو کی دمک،

اور پھولوں کی مہک میں،

ذرّوں کی پروازوں میں،

قطروں کی طراوت میں، عرفانِ ربانی کی سیر کرائی۔

جن کی تعلیم نے شاہوں کو اخوانی،

غلاموں کو سلطانی،

انسانوں کو نورانی،

حیوانوں کو انسانی،

درندوں کو چوبانی،

بھیڑیوں کو گلہ بانی،

رہزنوں کو نگہبانی اور جہاں بانی سکھائی۔

جنھوں نے خشک، میدانوں میں علم ومعرفت کے دریا بہائے۔

جنھوں نے چرواہوں، کو دنیا کا امام اور قائد ورہبر بنایا۔

جو انسانیت کے غمخوار،

مظلوموں کے مددگار،

بے آسروں کے آسرا،

بیواؤں کے سہارا،

یتیموں کے والی،

غریبوں کے مولا،

دردمندوں کے درماں،

اور چارہ گروں کے دردمند تھے۔

اور اس پہلو پر بھی غور کیجیے! کہ دنیا میں ---

کوئی تو صرف اپنی اولاد پر احسان کرتا ہے۔

کوئی تو صرف اپنے دوست واحباب اور عزیز واقارب پر احسان کرتا ہے۔

کوئی تو صرف ایک طبقہ اور خطہ پر احسان کرتا ہے۔

مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو رحمۃ للعالمین تھے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات بھی اس کائنات کے ---

ہر ہر فرد،

ہر ہر قوم،

ہر ہر گروہ،

ہر ہر طبقے اور خطے،

اور ہر ہر ملک پر ہیں۔

بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ انسان تو انسان، حیوانوں پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے احسانات ہیں۔

کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے حقوق بتلا کر ان کو ظلم وستم سے بچایا۔

یتیموں کا مال اڑایا جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے تحفظ عطا فرمایا۔

بیواؤں سے نفرت کی جاتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں اپنے گھر میں بسا کرامت کے لیے مثال قائم کی۔

مزدوروں کے حقوق غصب کر لیے جاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پسینہ خشک ہونے سے پہلے، ان کی مزدوری ادا کردی جائے۔

عورتیں حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرنے پر مجبور تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو وہ عروج دیا، وہ

مقام دیا، وہ الفت و محبت دی، جسے دیکھ کر دوسری قومیں عش عش کرنے لگیں۔

انسانی خون کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کعبہ سے بھی زیادہ محترم قرار دیا۔

انسان ذات پات اور برادریوں میں تقسیم تھا، کوئی اعلیٰ کوئی ادنیٰ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ" کا اعلان کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

چاہے، وہ عرب کا ہو یا عجم کا،

چاہے، وہ ایرانی ہو یا تورانی،

چاہے، ہندی ہو یا چینی،

چاہے، وہ جس جگہ کا بھی رہنے والا ہو،

چاہے، وہ کوئی بھی زبان بولنے والا ہو،

چاہے، وہ جس خاندان اور قبیلے سے تعلق رکھنے والا ہو،

چاہے، وہ جس خطے اور ملک کا رہنے والا ہو،

کوئی بھی ہو، کسی کو کسی پر، کوئی فضیلت حاصل نہیں، مگر تقویٰ اور پرہیزگاری کے اعتبار سے۔

ایک اور پہلو پر بھی غور کیجیے! آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساحر مجنوں پاگل اور دیوانہ کیوں کہا گیا؟ اور کس لیے کہا گیا؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر پر غلاظت ڈالی گئی، تو کس لیے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سنگ باری کر کے جسم اطہر کو لہولہان کیا گیا، تو کس لیے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہجرت پر مجبور کیا گیا، تو کس لیے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سوشل بائیکاٹ کیا گیا، تو کس لیے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھوک کی شدت کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھا، تو کس لیے؟

حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے،

یہ ساری تکلیفیں،

یہ ساری مصیبتیں،

یہ ساری پریشانیاں،

یہ سارے مصائب وآلام اپنی امت کی خاطر برداشت کیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش نہ مال کی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش نہ جاہ وجلال کی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش نہ عہدہ اور منصب کی تھی۔

اگر خواہش تھی تو صرف اور صرف اس بات کی تھی کہ انسان جہنم کا ایندھن بننے سے بچ جائے، اور جنت کا حق دار بن جائے، انسان جہنم والا راستہ چھوڑ کر، جنت کا راستہ اختیار کرنے والا بن جائے۔

جس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے اتنی تکلیفیں اٹھائی ہوں اور اتنی پریشانیاں برداشت کی ہوں، کیا آج اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا حق نہیں ہے کہ اس سے قلبی محبت کی جائے؟

اس سے دل لگایا جائے؟

اس کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کیا جائے؟

اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلا جائے؟

اس کے لائے ہوئے دین کی حفاظت کی جائے؟

اس کی سنت کی اشاعت کی جائے؟

وہ پیغمبر جو۔۔۔

رات کی خلوتوں میں،

دن کی جلوتوں میں،

مکہ اور مدینہ میں،

بدر واحد میں، ہماری فکر میں ڈوبے رہتے تھے۔

جو پیغمبر بیماری اور تندرستی میں،

جوانی اور بڑھاپے میں، ہماری فکر میں غرق رہتے تھے۔

جن کے جسم اطہر پر پتھر برسائے جاتے تھے۔

جو ہمارے لیے رو رو کے مغفرت کی دعائیں کرتے تھے، ہمارے لیے اللہ سے جنت کے فیصلے کراتے تھے، نماز میں کھڑے ہوتے تو پاؤں مبارک میں ورم آجاتے تھے،

یا اللہ! میری امت کو معاف کردے۔

یا اللہ! میری امت کو معاف کردے، جب قربانی کا وقت آتا، تو دو مینڈھے ذبح کرتے تھے۔

یا اللہ! ایک میرے طرف سے۔

ایک میری امت کی طرف سے۔

وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس نے ہمیں جنت میں لے جانے کے لیے،

دن میں محنت کی، رات میں بھی محنت کی،

ایک، ایک کے دروازہ پر گئے۔

اپنے آرام وراحت کو قربان کیا،

بھوک کی شدت کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے۔

چہرۂ مبارک پر تھوکا گیا۔

جسم اطہر کو لہولہان کیا گیا۔

اور صرف اسی پر بس نہیں، بلکہ کل قیامت کے دن جب نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔

ہر انسان سخت پریشانیوں میں مبتلا ہوگا۔

جب ہر انسان بھوک، پیاس اور خوف سے بے حال ہوگا۔

جب ہر انسان قیامت کی ہولنا کیوں کو دیکھ کر عرق آلود ہوگا۔

جب ہر نبی قیامت کی ہولنا کیوں کو بھی دیکھ کر نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے۔

جب آدم صفی اللہ نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے۔
جب ابراہیم خلیل اللہ نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے۔
جب موسیٰ کلیم اللہ نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے۔
جب عیسیٰ روح اللہ نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے۔

اس وقت آقائے دو جہاں سرور کائنات، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امتی امتی کہہ رہے ہوں گے۔
اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری محبت میں بے چینی سے میدان حشر میں بھاگ دوڑ کر رہے ہوں گے۔
کبھی میزانِ عمل پر ہمارے اعمال، تلوا رہے ہوں گے۔
کبھی پل صراط پر ہمیں پل پار کرا رہے ہوں گے۔
کبھی حوض کوثر پر کھڑے اپنے پیاسے امتیوں کو جام کوثر پلا رہے ہوں گے۔
جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ اتنی شفقت ومحبت کا معاملہ کریں تو ہمارے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کیوں نہ ہو؟

ہمارے دل میں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت، کیوں نہ ہو؟
ہماری سیرت وعادت، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت وعادت کی طرح، کیوں نہ ہو؟
ہماری شکل وصورت، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل وصورت کی طرح، کیوں نہ ہو؟
ہمارا انداز اور طور وطریقہ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طور وطریقہ کی طرح، کیوں نہ ہو؟
لیکن افسوس ہے میرے بھائیو! افسوس، کہ
آج ہمیں اس نبی کا طور وطریقہ پسند نہیں۔
آج ہمیں اس نبی کا انداز وگفتار اور رفتار پسند نہیں۔
آج ہمیں اس نبی کی شکل وصورت پسند نہیں۔
آج ہمیں ان کافروں کی شکلیں پسند ہیں،
جو مسلمان ماؤں اور بہنوں کی عزت لوٹ رہے ہیں۔

جو مسلمان ماؤں اور بہنوں کی اجتماعی عصمت دری کر کے انھیں زندہ جلا رہے ہیں۔

آج ہمیں، ان کافروں کی شکلیں پسند ہیں،

جو مسلمان بچیوں کو پکڑ کر، اپنے گھروں میں صرف اس لیے رکھے ہوئے ہیں، کہ جب یہ بڑی ہوں گی تو ان کے پیٹ سے ہمارے بچے جنم لیں گے۔

آج ہم، ان کافروں کی تہذیب پر مر مٹنے کے لیے تیار ہیں۔

جو قرآن کریم کو جلا رہے ہیں۔

جو قرآن کریم کو گولیوں کا نشانہ بنا رہیں۔

آج ہمیں، ان کافروں کی تہذیب وتمدن پسند ہے، جو مساجد ومکاتب اور خانقاہ ومدارس کو ویران کر رہے ہیں۔

آج ہمیں، ان یہودیوں کے طور وطریقہ سے محبت ہے،

جنھوں نے مسجد اقصیٰ بیت المقدس کے اندر گندگی ڈال دی ہے۔

جنھوں نے مسجد اقصیٰ کو اپنے قبضہ میں لے کر اس میں جو چاہے کر رہے ہیں۔

آج ہمیں، ان کافروں کا انداز پسند ہے، جن کی آنکھیں آج حرمین شریفین پر ٹکی ہوئی ہیں۔

آج ہم، ان کافروں کے کلچر پر مر مٹنے کے لیے تیار ہیں، جنھوں نے ہمارا خون کیا، ہمارے معصوم بچوں کو زندہ جلایا، جنھوں نے دین کے راستہ میں رکاوٹیں کھڑی کر دی ہیں۔

اللہ سے کوئی محبت نہیں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کوئی الفت نہیں،

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کوئی لگاؤ نہیں!۔

میں تو صاف کہتا ہوں، جس کے دل میں اللہ کی محبت نہیں، اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت نہیں۔

اور جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت نہیں،

اُسے ان صفات سے محبت نہیں۔

اُسے صداقت و دیانت سے محبت نہیں۔

اُسے شرافت و نجابت سے محبت نہیں۔

اُسے وقار و متانت سے محبت نہیں۔

اُسے عفو و درگذر اور جود و سخا سے محبت نہیں۔

اُسے ہمدردی اور غمخواری سے محبت نہیں۔

اُسے شرم و حیا اور عفت و پاک دامنی سے محبت نہیں۔

اُسے تواضع اور انکساری سے محبت نہیں۔

اُسے ایثار و قربانی اور خدمتِ خلق سے محبت نہیں۔

اور جسے ان صفات سے اور ان اخلاق سے محبت نہیں، اُسے انسانیت سے محبت نہیں۔

اور جسے انسانیت سے محبت نہیں، میں تو سمجھتا ہوں کہ۔۔۔

ایسے شخص کے سینے میں دل نہیں، پتھر کا ایک ٹکڑا ہے۔

ایسے شخص کے سر میں دماغ نہیں کچھ اور ہے۔

وہ انسان نہیں انسان نما ایک حیوان ہے، انسان کے لباس میں ایک وحشی درندہ ہے۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ محبت کا تیسرا سبب احسان ہے، اور یہ نا قابل فراموش اور نا قابل تردید حقیقت ہے کہ رب العالمین کے بعد ہمارے سب سے محسن رحمۃ للعالمین، سید الکونین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اس لیے ہمارے اوپر یہ فرض بنتا ہے کہ ہم ان سے قلبی محبت کریں۔

ان کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کریں۔

ان کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں۔

ان کے لائے ہوئے دین کی اشاعت کریں۔

پورے عالم میں اس کو عام کریں۔

یہی حقیقی محبت ہے۔

یہی سچی عقیدت ہے۔

یہی عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حبِ رسول کی سچی علامت ہے۔

کہتے ہیں کہ۔۔۔

ایک کیڑے نے دعویٰ کیا کہ میں پروانہ ہوں، اس سے کہا گیا کہ فلاں جگہ شمع جل رہی ہے، وہاں سے ہو کر آؤ! اس کے بعد ہم تمہیں تسلیم کریں گے کہ تم پروانہ ہو، وہ اڑتا ہوا گیا، اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گیا۔

وہ سمجھ رہا تھا کہ اب تو میرے پروانہ ہونے میں کوئی شک نہیں، اس سے کہا گیا کہ تم اصلی نہیں، نقلی پروانہ ہو، وہ کہنے لگا: کیوں؟ اب تو میں نے پروانہ ہونے کی شرط بھی پوری کر دی ہے۔

کہا گیا: یہ ہو ہی نہیں سکتا، کہ شمع جل رہی ہو اور پروانہ صحیح سالم واپس آ جائے۔ اصلی پروانہ تو وہ ہوتا ہے جو شمع پر قربان ہو جاتا ہے، زندہ واپس نہیں آتا ہے۔

اے مرغ صحر عشق ز پروانہ پیاموس
کہ آں سوختہ را جان شد آواز نیامد

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا پکا شیدائی بنائے، اور اس کے بتلائے ہوئے طریقے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں جینے اور اسی کی خاطر مرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ
وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ
سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ
وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

- چاند کے بغیر، رات بیکار ہے، اور علم کے بغیر ذہن۔
- اگر تم نے نماز چھوڑی، تو سمجھ لو کہ راحت اور برکتیں تمھیں چھوڑ گئیں۔
- دن میں، رزق کو تلاش کرو، اور رات میں، اس کو تلاش کرو، جو رزق دیتا ہے۔
- موت سب کو آتی ہے، مگر جینا سب کو نہیں آتا۔
- سورج کہلانے کا شوق ہو، تو اپنی محنت سے خود کو روشن کرو۔

ھو

فضائل مکۃ المکرمہ

ان الحمد للہ! الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا ونشهد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ ولا نظیر لہ ولا وزیر لہ ولا مشیر لہ ولا معین لہ وصل علیٰ سید الرسل و خاتم الانبیاء المبعوث الیٰ کافۃ للناس بشیراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً۔ امابعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٥

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ، وَ مَنْ دَخَلَهٗ کَانَ اٰمِنًا ، وَ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا، وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۷﴾

وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: مَنْ مَّاتَ وَلَمْ یَحُجَّ فَلْیَمُتْ اِنْ شَاءَ یَهُوْدِیًّا وَاِنْ شَاءَ نَصْرَانِیًّا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

میں تو ڈوبا ہی رہا ہر دم گناہوں میں
رکھا تو نے پھر بھی مجھ کو مغفرت کی پناہوں میں
گناہوں کے باوجود بھی اتنا کیا مجھ کو عطا
جیسے نیکی بن گئی ہو میری ہر اک خطا
شکر ہے تیرا خدایا میں تو اس قابل نہ تھا
مدتوں کی پیاس کو سیراب تو نے کر دیا

تو نے اپنے گھر بلایا میں تو اس قابل نہ تھا

جام زم زم کا پلایا میں تو اس قابل نہ تھا

معزز سامعین کرام!

ابھی حال ہی میں، پہلی خاتون، انڈین خلاباز، سنیتا ویلیمز نے، صرف اس لیے چاند کے سفر سے واپسی پر اسلام قبول کرلیا، کہ اس نے جب چاند پر پہونچ کر زمین کی طرف دیکھا، تو اس کو تمام زمین پر، اندھیرا ہی اندھیرا نظر آیا،

لیکن دو جگہ ایسی نظر آرہی تھیں، جو روشن تھیں:

ایک مکۃ المکرمہ،

دوسرے مدینۃ المنورہ:

اور وہ کہتی ہے کہ مجھے چاند پر کسی بھی چیز کی آواز سنائی نہیں دی، اگر سنائی دی تو صرف اذان کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

میرے دوستو! اس واقعہ کو بیان کرنے کا میرا مقصد یہ ہے، کہ دنیا کے بڑے بڑے سائنس داں،

دنیا کے بڑے بڑے ریسرچ کرنے والے لوگ، جس چیز کی حقائق اور جس چیز کا انکشاف آج کر رہے ہیں۔

اس چیز کو ہمارے پیارے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، آج سے چودہ سو سال پہلے ہی بیان کردیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: کہ دنیا میں،

دو جگہ،

دو مقام؛

دو شہر، ایسے ہیں جو آسمان والوں کی نظر میں ایسے چمکتے ہیں، جیسے دنیا والوں کی نظر میں چاند اور سورج

چمکتے ہیں۔
ایک شہر کا نام مکہ مکرمہ،
اور دوسرے شہر کا نام مدینہ منورہ ہے۔

میرے دوستو! اللہ رب العزت نے ان دونوں شہروں کو ظاہری طور پر اس لیے روشن فرمایا کہ اس کی روشنی سے پورے عالم کو باطنی طور پر منور اور روشن کرنا تھا۔

اللہ رب العزت نے ان دونوں شہروں کو اس لیے روشن فرمایا کہ ایک شہر میں اللہ کا گھر ہے۔

تو دوسرے شہر میں رسول اللہ کا گھر ہے۔

ایک شہر میں اللہ کا جلال نظر آتا ہے، تو دوسرے شہر میں اللہ کا جمال نظر آتا ہے۔

ایک شہر کو اللہ کا شہر کہا جاتا ہے، تو دوسرے شہر کو رسول اللہ کا شہر کہا جاتا ہے۔

ایک شہر کو خلیل اللہ نے آباد کیا، تو دوسرے شہر کو رسول اللہ نے آباد کیا۔

ایک شہر میں رسول اللہ پیدا ہوئے، تو دوسرے شہر میں رسول اللہ آرام فرما ہیں۔

یہ وہ شہر ہے جس کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

لَا أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ ① وَأَنتَ حِلٌّ بِهَٰذَا الْبَلَدِ ②

مکہ مکرمہ وہ سرزمین ہے، جس کو اللہ رب العزت نے زمین کا دل بنایا ہے۔ جس طرح سے انسان کا دل، جب تک دھڑکتا رہتا ہے، تب تک وہ انسان باقی رہتا ہے،

ایسے ہی جب تک یہ شہر باقی رہے گا، تب تک یہ دنیا باقی رہے گی۔

اور جب تک اس شہر میں امن وسکون رہے گا، تب تک اس دنیا میں امن وسکون باقی رہے گا۔

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ۔

جب اس شہر سے امن وسکون ختم ہو جائے گا، تو اللہ رب العزت پوری دنیا سے امن وسکون ختم کر دیں گے اور پوری دنیا، عام عذاب میں مبتلاء ہو جائے گی۔

مکہ مکرمہ وہ مقدس سرزمین ہے، جہاں ایک دن کی عبادت، دوسرے شہر میں پوری زندگی کی عبادت کے برابر ہے۔

مکہ مکرمہ وہ مقدس سرزمین ہے، جہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام جیسے اللہ کے مقرب فرشتے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے آیا کرتے تھے۔

مکہ مکرمہ وہ مقدس سرزمین ہے، جہاں روزانہ آسمان سے فرشتے اترتے ہیں۔

کتابوں میں لکھا ہے: جب اللہ رب العزت فرشتوں کو زمین پر کسی کام کا حکم دیتے ہیں، تو فرشتے آسمان سے اتر کر، سب سے پہلے خانۂ کعبہ کے پاس آتے ہیں، اور احرام باندھ کر بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں، طواف کے بعد مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھ کر، جس کام کے لیے وہ زمین پر بھیجے گئے تھے اس کے لیے روانہ ہو جاتے ہیں۔

مکہ مکرمہ وہ مقدس سرزمین ہے، جہاں پر، روزانہ اللہ رب العزت کی ایک سو بیس رحمتیں اترتی ہیں،

ساٹھ طواف کرنے والوں پر،

چالیس وہاں نماز پڑھنے والوں پر،

اور بیس خانۂ کعبہ کو دیکھنے والوں پر،

ایک روایت میں ہے: اللہ رب العزت ہر رات زمین والوں کی طرف نظر کرم فرماتے ہیں، تو سب سے پہلے جن کی طرف نظر کرم فرماتے ہیں وہ حرم والے ہیں، اور حرم والوں میں سب سے پہلے، مسجدِ حرام والوں کی طرف نظر فرماتے ہیں، تو جسے طواف کرتے ہوئے دیکھتے ہیں اُسے بخش دیتے ہیں اور جس کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہے اُسے بھی بخش دیتے ہیں۔

اور جس کو کعبۃ اللہ کی طرف رخ کیے ہوئے کھڑا دیکھتے ہیں اُسے بھی بخش دیتے ہیں۔

مکہ مکرمہ وہ مقدس سرزمین ہے، کہ جس کی گرمی جو شخص ایک منٹ کے لیے اللہ کے رضا کی خاطر برداشت کر لیتا ہے، تو اللہ رب العزت اس کو جہنم سے ایک سو سال کی مسافت دور فرما دیتے ہیں، اور دو سو سال مسافت کی مقدار اس کو جنت کے قریب کر دیتے ہیں۔

مکہ مکرمہ وہ شہر ہے، جہاں قرآن کریم نازل ہوا۔

مکہ مکرمہ وہ مقدس سرزمین ہے، جہاں روزانہ جنت کی ہواؤں کے جھونکے اور خوشبوئیں آتی ہیں۔

مکہ مکرمہ وہ شہر ہے، جہاں کوئی ایسا نبی نہیں گزرا، جس نے اس سرزمین پر سجدہ نہ کیا ہو۔

مکہ مکرمہ وہ مقدس سرزمین ہے، جہاں ہر عمل پر اللہ رب العزت بندوں کو، ایک لاکھ نیکیوں کا ثواب مرحمت فرماتے ہیں۔

مکہ مکرمہ کے علاوہ پورے روئے زمین پر کوئی ایسا شہر نہیں ہے، جس میں ایسی چیز موجود ہو، جس کے چھونے سے آدمی گناہوں سے ایسے پاک وصاف ہو جاتا ہے، جیسے اس دن تھا، جس دن وہ پیدا ہوا تھا، وہ چیز کیا ہے؟

وہ چیز ہے، حجر اسود،

حجر اسود، زمین پر اللہ کا ہاتھ ہے، جس نے اس کو چوما، گویا کہ اس نے اللہ رب العزت کے ہاتھ کو چوما۔

جس نے اس کو چھوا، یا استلام کیا، اس نے گویا اللہ رب العزت کے ہاتھ کا استلام کیا۔

کل قیامت کے دن اللہ رب العزت حجر اسود کو، دو آنکھیں، اور زبان دیں گے، جس نے اس کو اخلاص سے چھوا، اور چوما تھا، ان لوگوں کی سفارش کرا کے اپنے ساتھ جنت میں لے جائے گا۔

خانۂ کعبہ سے، ستاون میٹر دور، ایک کنواں ہے، جس کو زم زم کا کنواں کہا جاتا ہے۔

یہ وہی کنواں ہے جس کو اللہ رب العزت نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیاس بجھانے کے لیے جاری فرمایا تھا۔

اس کنویں کے تین سوتے ہیں:

ایک حجرِ اسود کی طرف،

ایک صفا کی طرف،

ایک مروہ کی طرف،

ان سوتوں میں جو پانی آرہا ہے، وہ جنت کے چشموں سے آرہا ہے۔

یہی وجہ ہے، کہ اس کا سوتا نہ کبھی خشک ہوتا ہے، نہ ہی کبھی اس کا پانی خراب ہوتا ہے۔

آپ اندازہ کیجیے! روزانہ لاکھوں عمرہ کرنے والے عمرہ کے لیے جا رہے ہیں، اور ہر عمرہ کرنے والا، اپنے ساتھ دس لیٹر پانی لاتا ہے، اسی طرح حج کے موسم میں، تیس پینتیس لاکھ لوگ حج کے لیے جاتے ہیں اور ہر حاجی اپنے ساتھ دس لیٹر پانی لاتا ہے۔

آپ اندازہ کریں، کہ کتنا پانی اس کنویں سے نکالا جاتا ہے، مگر اس کا سوتا کبھی خشک نہیں ہوتا، اور اس کا پانی ایک دن نہیں،

دو دن نہیں،

ایک ہفتہ نہیں،

دو ہفتہ نہیں،

ایک مہینہ نہیں،

دو مہینہ نہیں،

ایک سال نہیں،

دو سال نہیں،

دس سال، بیس سال اس پانی کو رکھے رہیے کبھی خراب نہیں ہوتا۔

علماء نے لکھا ہے: کہ پوری کائنات میں اس زم زم کے پانی سے افضل اور بہتر اگر کوئی اور پانی ہوتا تو اللہ رب العزت شبِ معراج میں اپنی ملاقات سے پہلے جبرئیل امین علیہ السلام سے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ اطہر "دل مبارک" کو دھلواتے۔

وہ قلبِ اطہر، وہ دل مبارک، جس میں اللہ رب العزت اپنا نور منتقل کرنا چاہتے تھے۔

وہ دل، جس پر اللہ رب العزت اپنا قرآن اتارنا چاہتے تھے۔

وہ دل، جس کو اللہ رب العزت پوری کائنات کے لیے رحمت بنانا چاہتے تھے۔

وہ دل، جس سے نکلنے والی روشنی سے، اللہ رب العزت پوری دنیا کو روشن کرنا چاہتے تھے۔

وہ دل، جس کے نور کو، قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے، ہدایت اور رہنمائی کا ذریعہ بنانا چاہتے تھے، اس دل کو اس پانی سے دھونے کا حکم فرماتے ہیں۔

تو معلوم یہ ہوا کہ پوری کائنات میں اس سے بہتر۔

اس سے افضل،

اس سے بابرکت، پانی کوئی اور ہے ہی نہیں۔

اسی لیے اللہ رب العزت نے اپنے پیارے نبی کے قلب اطہر کو آب زمزم سے دھلوایا۔

زمزم کا پانی، وہ مقدس پانی ہے،

کہ ایک مرتبہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ڈول زمزم کا پانی کنویں سے نکلوایا، اور اس سے اپنا چہرۂ مبارک دھویا، اور اس دھونے کے بعد منہ میں پانی لے کر، اس ڈول میں کُلّی فرمایا، کُلّی کرنے کے بعد اس پورے ڈول کے پانی کو زمزم کے پانی میں ڈال دیا۔

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھوٹا مبارک پورے کنویں میں شامل ہو گیا، جب سے لے کر آج تک وہ کنواں کبھی خشک نہیں ہوا۔

لہٰذا اب اگر کوئی اس پانی کو پیتا ہے، تو اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جوٹھا مبارک پینے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

اور جس کے پیٹ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھوٹا مبارک داخل ہو گیا، اس کو جہنم کی آگ نہیں جلائے گی۔

اسی لیے ایک حدیث میں آتا ہے: کہ اگر کوئی شرک و کفر بدعت و خرافات رسم و رواج والا عمل اور عقیدہ نہیں رکھتا ہے، اور اس کے پیٹ میں زمزم کا پانی داخل ہو گیا تو وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔

بہرحال مبارک ہیں، وہ لوگ، جن کو بار بار اس مقدس مقامات کی زیارت نصیب ہو رہی ہے، اور خوش نصیب ہیں وہ لوگ، جو بغیر کسی لیت و لعل کے، حج و عمرہ میں جلدی کر رہے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے: کہ

جس شخص نے، اخلاص کے ساتھ ایک حج کیا اس نے اپنا قرض ادا کیا۔

جس شخص نے، اخلاص کے ساتھ دو حج کیا، اس نے اللہ رب العزت کو قرض دیا۔

اور جس شخص نے اخلاص کے ساتھ تین حج کیا، تو اللہ رب العزت اس کے کھال کو، اس کے بال کو، جہنم کی آگ پر حرام کر دیتے ہیں۔

شفا قاضی عیاض میں ایک قصہ لکھا ہے: کہ ایک جماعت سعدون خولانی کے پاس آئی اور اس نے یہ قصہ بیان کیا، کہ قبیلۂ کتامہ کے ایک آدمی کو لوگوں نے قتل کیا، اور اس کو رات بھر آگ میں جلاتے رہے، مگر آگ اس پر ذرہ برابر، اثر انداز نہیں ہوئی۔

ذرہ برابر، آگ نے اس پر اثر نہیں کیا۔

اس کا بدن، اسی طرح بالکل صحیح سالم رہا۔

سعدون نے فرمایا: بیشک اس نے تین حج کیے ہوں گے۔

جو شخص تین حج کر لیتا ہے، اس پر آگ حرام ہو جاتی ہے۔

میرے عزیزو! جس شخص پر اللہ رب العزت جہنم کی آگ حرام کر دیتے ہوں، تو اس پر دنیا کی بھی آگ حرام ہو ہی جائے گی، بس انھیں چند باتوں پر میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

اللہ رب العزت ہم سب کے دلوں میں، ان مقدس مقامات کی قدر و اہمیت پیدا کرے۔

اور بار بار ان مقدس مقامات کی زیارت نصیب کرے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ

وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم

ما کان محمد ابا احد من رجالکم
ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیء علیما

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❖ مسلمان اور مومن میں صرف اتنا فرق ہے کہ مسلمان وہ ہے جو اللہ کو مانتا ہے، اور مومن وہ ہے جو اللہ رب العزت کی مانتا ہے۔

❖ مجھے سانپوں سے ڈر نہیں لگتا لیکن انسان سے ڈر لگتا ہے، کہ سانپ اپنے دفاع کے لیے ڈستا ہے، اور انسان اپنے مفاد کے لیے۔

❖ زبان میں ہڈی نہیں ہوتی مگر اس سے ادا کیے گئے الفاظ دوسروں کے گلے میں ہڈی کی طرح پھنس جاتے ہیں۔

❖ دنیاوی زندگی وہ زندگی ہے جس کی مثال سمندر کی سی ہے، انسانوں کو خود کو زندہ رکھنے کے لیے خود کو ڈوبنے سے بچانے کے لیے کچھ نہ کچھ ہاتھ پیر مارنا ہی پڑتا ہے، جو تھک گیا وہ دوب گیا۔

❖ وقت کے ساتھ ساتھ بہت کچھ بدل جاتا ہے، لوگ بھی، رشتے بھی، احساس بھی، اور کبھی کبھی ہم خود بھی۔

حج میں اتنی تاخیر کیوں؟!

ان الحمدللہ! الحمد لله نحمدهٗ ونستعينهٗ ونستغفرهٗ ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا ونشهد ان لا اله الا الله وحدهٗ لاشريك لهٗ ولا نظير لهٗ ولا وزير لهٗ ولا مشير لهٗ ولا معين لهٗ وصل علىٰ سيد الرسل و خاتم الانبياء المبعوث الىٰ كافة للناس بشيراً ونذيراً وداعياً الى الله باذنه وسراجاً منيراً۔ امابعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿٢٧﴾

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَنْ حَجَّ وَلَمْ يَرْفَثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

اعمال برے اپنے لے کر آیا ہوں
جہاں میں نہیں مجھ سا کوئی بد تر
اے میرے مقصود مشکل کو آسان کر دے تو!
گناہ بخش دے حاجت کو پورا کر دے تو!
وقت ظلم مجبور کی فریاد سننے والے
بیماریوں اور آفتوں کو دور کرنے والے
غمگین ہوں پریشان ہوں سن میری صدا
اشکوں پہ میرے کر رحم تیرے گھر کا تجھ کو واسطہ

محترم بزرگو اور دوستو! اللہ رب العزت نے۔۔۔

زمین،

آسمان،

چاند،

سورج،

ستارے،

سمندر،

دریا،

پہاڑ،

صحرا،

جنگل،

بیابان،

آبادیاں،

ویرانیاں،

غرض کائنات میں سے ہر چیز کو، جب بنانے کا ارادہ کیا،

تو سب سے پہلے پانی کو پیدا فرمایا، پھر اس پانی کو آپس میں ٹکرانا شروع کیا، جس سے پانی میں جھاگ اور گاڑھا پن شروع ہوا، اس گاڑھے پانی میں ایک اینٹ کے برابر سختی پیدا ہوئی، پھر وہ سختی پانی پر اس طرح پھیلنے لگی، جس طرح ٹھہرے ہوئے پانی کے بیچوں بیچ جب ڈھیلا مارا جاتا ہے، تو دائرہ بنتے بنتے، ہلکورے لیتے لیتے، کنارے تک پہونچ جاتا ہے۔

اسی طرح وہ سختی، پانی پر پھیلتے پھیلتے، زمین اور مٹی کی شکل میں بنتے بنتے، اس حد تک پہونچ گئی، جس حد تک آج ہم دیکھ رہے ہیں،

توجس جگہ سب سے پہلے زمین اور مٹی بنی یہ وہی جگہ ہے، جہاں آج خانۂ کعبہ موجود ہے،

تو معلوم یہ ہوا، کہ زمین کی اصل بنیاد خانۂ کعبہ ہے۔

اور اللہ رب العزت نے آدم علیہ السلام کو اسی مٹی سے پیدا فرمایا، اور ہم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں،

تو اس کو منطق کی زبان میں اس طرح سمجھیں کہ ہم سب کی اصل آدم علیہ السلام، آدم علیہ السلام کی اصل مٹی، مٹی کی اصل خانۂ کعبہ،

تو اس سے یہ نتیجہ نکلا، کہ ہم سب کی بنیاد، اور اصل خانۂ کعبہ ہے، اور ہر ایک کو اپنی اصل سے محبت ہوتی ہے۔

اس لیے ہر مسلمان کو خانۂ کعبہ سے محبت ہے۔

جس طرح بچے کی اصل اس کا باپ ہوتا ہے، اور ہر بچے کو اپنے باپ سے محبت ہوتی ہے،

اسی طرح ہر انسان کو کعبۃ اللہ سے محبت ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کی جب حاجی حج کے لیے جاتا ہے، تو خانۂ کعبہ کا غلاف پکڑ کر فرط محبت میں اس طرح روتا ہے، جس طرح برسوں سے کسی کا بچھڑا ہوا بیٹا، جب باپ سے ملتا ہے تو چمٹ کر روتا ہے،

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہم سب کی اصل آدم علیہ السلام، اور آدم علیہ السلام کی اصل مٹی، مٹی کی اصل خانۂ کعبہ ہے تو اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ ہم سب کی اصل خانۂ کعبہ ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں آدم علیہ السلام کو بھیجا، تو سب سے پہلے یہ حکم دیا کہ میری عبادت کے لیے کوئی گھر بناؤ۔

چناں چہ جب آدم علیہ السلام نے اللہ رب العزت کے حکم سے خانۂ کعبہ کی تعمیر کا ارادہ کیا،

تو اللہ رب العزت نے فرشتوں کو حکم دیا، کہ وہ خانۂ کعبہ کی بنیادیں بھریں تو فرشتوں نے خانۂ کعبہ کی، بنیاد، دس، بیس، پچاس، فٹ کی نہیں، بلکہ پہلی زمین سے لے کر ساتویں زمین تحت الثریٰ تک، اس کی بنیادیں بھریں۔

تو معلوم ہوا کہ پہلی زمین سے لے کر، ساتویں زمین تک اس کی سیدھ میں جتنا حصہ ہے، وہ سب کا

سب، بیت اللہ شریف، خانۂ کعبہ ہے،

اسی طرح بالکل اس کی سیدھ میں پہلی زمین سے لے کر کے عرش تک جتنا حصہ ہے وہ سب خانۂ کعبہ ہے،

اور ساتویں آسمان پر بیت معمور ہے، جس کا روزانہ ستر ہزار فرشتے طواف کرتے ہیں اور جو فرشتہ ایک مرتبہ طواف کرلیتا ہے قیامت تک پھر اس کا نمبر نہیں آئے گا۔

جب حضرت آدم علیہ السلام نے خانۂ کعبہ کی تعمیر کرلی،

تو اللہ رب العزت نے، اپنی تجلی، اپنا عکس اس پر ڈالا،

اور آج تک اور تا قیامت خانۂ کعبہ پر اللہ رب العزت کی تجلی، جاہ وجلال اور عظمت کی روشنی، مسلسل قائم رہے گی۔

اور کسی کی تجلی، کسی کے عکس اور سائے کو سجدہ کرنا، اس کی ذات کو سجدہ کرنا ہے،

تو معلوم یہ ہوا کہ ہم مسلمان جو خانۂ کعبہ کی طرف سجدہ کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتے ہیں، نہ کہ خانۂ کعبہ کو۔

خانۂ کعبہ کی تعمیر کے بعد، حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کی رہنمائی میں خانۂ کعبہ کا طواف کیا، اور طواف کے بعد اللہ رب العزت سے عرض کیا کہ۔۔۔

اے پروردگارِ عالم، ہر مزدور کو اس کی مزدوری کا، اور ہر عمل کرنے والے کو، اس کے عمل کا، بدلہ ملا کرتا ہے، اور ہمارے اس عمل کا بدلہ کیا ہوگا،

تو اللہ رب العزت نے فرمایا: اے آدم علیہ السلام میں نے تو تمہارے گناہوں کو معاف ہی کردیا، تمہاری اولاد میں سے جو بھی میرے اس گھر کے پاس آکر اپنے گناہوں سے توبہ کرے گا، میں اس کے بھی تمام گناہوں کو معاف کردوں گا۔

پھر جب طوفانِ نوح کے بعد جب خانۂ کعبہ کی دیواریں منہدم ہوگئیں،

تو اللہ رب العزت کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانۂ کعبہ کی دوبارہ تعمیر فرمائی، تعمیر مکمل

ہونے کے بعد اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا:

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾

اے ابراہیم!!! آپ لوگوں میں حج کی دعوت دیجیے!

آپ لوگوں کو حج کے لیے بلائیے!

آپ لوگوں میں حج کا اعلان کریں!

تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے پروردگارِ عالم! یہاں ہم دونوں کے علاوہ تیسرا کوئی بھی نہیں، تو پھر ہماری آواز لوگوں تک کیسے پہونچے گی، تو اللہ رب العزت نے فرمایا: ابراہیم آواز لگانا، تمہارا کام ہے، اور آواز کا پہونچانا، ہمارا کام ہے۔

چناں چہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہاڑی پر چڑھ کر حج کا اعلان کیا،

تو اللہ رب العزت نے ان کی اس آواز کو ان لوگوں تک پہونچادی، جو اس وقت دنیا میں تھے۔

اور ان لوگوں تک بھی پہونچادی، جو عالمِ ارواح (یعنی روحوں کی دنیا میں تھے) پھر اس آواز، پر جس نے جتنی مرتبہ، لبیک کہا، اس کو اتنی مرتبہ حج نصیب ہوگا۔

محترم بزرگو اور دوستو!

جس طرح نماز فرض ہے،

جس طرح روزہ فرض ہے،

جس طرح زکوٰۃ فرض ہے،

اسی طرح حج بھی فرض ہے اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

اس لیے کہ حج اسلام کا پانچواں رکن ہے اور اسلام کے کسی ایک رکن اور بنیاد کا انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے،

جس طرح فرض نماز، بلا وجہ تاخیر سے پڑھنا گناہ ہے۔

جس طرح زکوٰۃ، بلا وجہ تاخیر سے ادا کرنا گناہ ہے۔

جس طرح روزہ، بلا وجہ تاخیر سے رکھنا گناہ ہے،

اسی طرح حج میں، بلا وجہ تاخیر کرنے والا گنہگار ہے۔

حج ہر ایسے مسلمان بالغ، عقلمند، صحت مند، دولت مند پر فرض ہے، جس کے پاس اتنی دولت ہو، کہ وہ مکہ مکرمہ جانے، وہاں ٹھہرنے، اور وہاں سے واپسی کا خرچ بھی برداشت کر سکے۔

آج جب کسی مالدار کو حج کی تلقین کی جاتی ہے،

کوئی کہتا ہے، پہلے ہم نماز، روزہ کے پابند ہو جائیں، تب حج کریں گے۔

کوئی کہتا ہے، ابھی ہمارے ماں باپ نے حج نہیں کیا، ہم حج کیسے کریں۔

کوئی کہتا ہے، رہنے کے لیے مکان بنوالیں، تب حج کریں گے۔

کوئی کہتا ہے، پہلے اپنے بچے اور بچیوں کی شادی کرلیں، تب حج کریں گے۔

کوئی کاروبار کا بہانا بناتا ہے تو کوئی چھوٹے بچوں کا بہانا بناتا ہے، اور کوئی بیوی کا۔

یاد رکھیے!!! حدیث شریف میں آتا ہے: جو شخص مالدار، دولت مند، صحت مند ہونے کے باوجود بغیر حج کیے مر گیا، تو کل قیامت کے دن اللہ رب العزت کے سامنے اس حال میں حاضر ہوگا، کہ اس کی پیشانی پر کافر لکھا ہوگا۔

حقیقت میں وہ کافر تو نہیں ہوگا، کافروں والا عمل کرنے کی وجہ سے اس کی پیشانی پر کافر لکھا ہوگا۔

لہٰذا یہ بہانا کہ پہلے ہم نماز روزے کے پابند ہو جائیں، تب حج کریں گے، یہ بالکل غلط ہے، ایک فرض چھوٹنے کی وجہ سے، دوسرے فرض کو چھوڑ دینا، عقلمندی نہیں ہے۔

اسی طرح بعض یہ سمجھتے ہیں، کہ جب تک ماں باپ والدین حج نہ کرلیں، بیٹے کے لیے حج کرنا صحیح نہیں یہ سوچ بالکل غلط ہے۔

اگر بیٹا صاحب استطاعت ہے، تو اس پر حج فرض ہے، بیٹے کا والدین سے پہلے حج کرنا، بالکل درست ہے،

اگر ماں باپ صاحب استطاعت ہیں، تو خود ان کے اوپر حج فرض ہے،

اور اگر صاحب استطاعت نہیں، اور لڑکا صاحب استطاعت ہے،

تو اگر لڑکا ماں باپ کو اپنی طرف سے حج کرادیتا ہے، تو اچھی بات ہے، ورنہ پہلے وہ خود حج کرے،

اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی لڑکا بالغ ہوگیا، تو اس پر نماز فرض ہوگئی، اب اگر وہ یہ کہنے لگے جب تک ہمارے والدین نماز نہیں پڑھیں گے، ہمارے لیے نماز پڑھنا درست نہیں، اس کا یہ کہنا بالکل غلط ہے، جس طرح ہر ایک پر الگ الگ نماز فرض ہے،

اسی طرح ہر ایک پر الگ الگ حج بھی فرض ہے۔

اسی طرح اگر کوئی یہ سمجھے، کہ جب تک ہم اپنے بچوں کی شادی سے فارغ نہیں ہوجائیں گے، ہمارے اوپر حج فرض نہیں۔

اس کی بھی مثال بالکل اسی طرح ہے، جیسے کوئی کہے کہ جب تک ہم اپنے بچوں کی شادی نہیں کرلیں گے، ہمارے اوپر نماز فرض نہیں، تو اس کا یہ کہنا بالکل درست نہیں،

جس طرح آدمی اپنے بچوں کی شادی سے پہلے، اپنے اوپر نماز فرض سمجھتا ہے،

اُسی طرح بچوں کی شادی سے پہلے اپنے اوپر حج فرض سمجھنا چاہیے۔

اِسی طرح اگر کسی کے پاس اتنا پیسہ ہے، کہ وہ خود حج کرسکتا ہے مگر اتنا پیسہ نہیں کہ وہ بیوی کو حج کراسکے تب بھی، اس کے اوپر حج فرض ہے، کہ وہ تنہا خود ہی حج کرے۔

بہرحال، اگر ہمارے پاس اتنا پیسہ ہے، کہ ہم حج کرسکتے ہیں تو ہمارے اوپر حج فرض ہے۔

حج میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

کیا معلوم، آئندہ یہ زندگی رہے یا نہ رہے؟

کیا معلوم، یہ دولت ہمارے پاس باقی رہے یا نہ رہے؟

کیا معلوم، ہماری یہ تندرستی وصحت باقی رہے یا نہ رہے؟

مبارک ہیں، وہ لوگ جو حج میں جلدی کرتے ہیں۔

اور مبارک ہیں، وہ لوگ جو آج کل حج کا سفر کررہے ہیں۔

ایک حدیث شریف میں ہے: جب بندۂ مومن حالتِ احرام میں تلبیہ کہتا ہے تو اس کے دائیں بائیں آگے پیچھے کی، وہ تمام چیزیں جو زمین کے اس کونے سے اس کونے تک ہوتی ہیں، اس کے ساتھ تلبیہ یعنی لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ کہتی ہیں یہاں تک کہ تلبیہ کہتے کہتے، اس دن کا وہ سورج جب ڈوبتا ہے، تو اس کے تمام گناہوں کو لے کر ڈوب جاتا ہے، جو اس نے اپنی پوری زندگی میں کیا تھا،

یہاں تک، کہ وہ حاجی اپنے گناہوں سے اس طرح پاک اور صاف ہوجاتا ہے، جس طرح وہ اپنی ماں کے پیٹ سے بالکل پاک صاف پیدا ہوا تھا۔

پھر وہ حاجی جب حدودِ حرم میں داخل ہوتا ہے،

تو اس کے ہر ہر عمل کے بدلے اس کے نامۂ اعمال میں ایک لاکھ نیکیوں کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

یہاں تک کہ اگر وہ حرم شریف میں ایک مرتبہ سبحان اللہ کہتا ہے تو اس کو ایک لاکھ مرتبہ سبحان اللہ کہنے کا ثواب ملتا ہے۔

اگر وہ ایک نماز پڑھتا ہے، تو اس کو ایک لاکھ نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

اگر وہ ایک نماز جماعت سے پڑھتا ہے، تو اس کو ستائیس لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔

اگر وہ حرم شریف میں ایک قرآن کریم مکمل کرتا ہے، تو اس کو ایک لاکھ قرآن کریم پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

اگر وہ ایک صلوٰۃ التسبیح پڑھتا ہے، تو اس کو ایک لاکھ صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

اگر وہ ایک روزہ رکھتا ہے، تو اس کو ایک لاکھ روزہ رکھنے کا ثواب ملتا ہے۔

اگر وہ ایک روپیہ صدقہ کرتا ہے، تو اس کو ایک لاکھ روپیہ صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

اور کتابوں میں لکھا ہے، کہ سات طواف (یعنی کعبہ کا انچاس چکر) ایک عمرہ کے برابر ہے، اور تین عمرہ، ایک حج کے برابر ہے۔

ایک حدیث میں ہے: جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ رب العزت پہلے آسمان پر اتر آتے ہیں اور فرشتوں سے بطور فخر کے ارشاد فرماتے ہیں:

اے فرشتو! دیکھو یہ میرے بندے، خستہ حال، پراگندہ بال، تھکے ہارے لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کی صدا لگاتے ہوئے، میری رحمت اور کرم کے امیدوار بن کر میرے پاس آئے ہیں،

اے فرشتو! تم گواہ رہو، میں نے ان کے سارے گناہوں کو معاف کر دیا۔

ایک حدیث میں ہے: کہ اللہ رب العزت اپنے بندوں سے کہتے ہیں: کہ

اگر تمہارے گناہ، ریت کے ذروں کے برابر ہوں،

اگر تمہارے گناہ، بارش کے قطروں کے برابر ہوں،

اگر تمہارے گناہ، درختوں کے پتوں کے برابر ہوں، تب بھی میں نے تمہاری بخشش کر دی،

جاؤ! اپنے گھر لوٹ جاؤ! آج تم بخشے بخشائے ہو۔

اللہ رب العزت کے یہاں حاجی کا کیا مقام ہے،

اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے: کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کل قیامت کے دن حاجی کی سفارش چار سو گھرانے کی بخشش کے بارے میں قبول ہوگی،

یا راوی کہتے ہیں کہ مجھے شک ہے، چار سو آدمیوں کے بارے میں۔

یہ حج، اللہ رب العزت کا ہمارے لیے کتنا بڑا انعام ہے، کہ کل قیامت کے دن ایک حج کی برکت سے چار سو آدمیوں کی مغفرت ہو جائے گی۔

ایک حدیث میں ہے: کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود یہ دعا کی، کہ اے اللہ! تو حاجی کی بھی مغفرت کر اور جس کی مغفرت کی، حاجی دعا کرے، اس کی بھی مغفرت فرما۔

اسی لیے ایک حدیث میں اللہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب کسی حاجی سے ملاقات ہو، اس سے پہلے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو، اس کو سلام کرو، اس سے مصافحہ کرو، اور اپنے لیے دعا مغفرت کی اس سے درخواست کرو، کہ وہ اپنے گناہوں سے پاک صاف ہو کر آیا ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ: حاجی صاحبان جب مکہ میں داخل ہوتے ہیں، تو فرشتے ان سے ملاقات کرتے ہیں، اور اونٹ پر سوار حاجیوں کو سلام کرتے ہیں۔

اور جو گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں، فرشتے ان سے مصافحہ کرتے ہیں، اور جو پیدل ہوتے ہیں، ان سے گلے ملتے ہیں۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو آدمی رمضان المبارک کے بعد، یا جہاد یا حج کے بعد، انتقال کر جائے، تو وہ شہادت کا درجہ پاتا ہے۔

ایک حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ جو شخص حج کے لیے جائے اور راستہ میں انتقال کر جائے، اس کے لیے قیامت تک اس کے نامۂ اعمال میں حج کا ثواب لکھا جائے گا، اور اسی طرح جو شخص عمرہ کے لیے جائے، اور راستہ میں انتقال کر جائے، اس کو قیامت تک عمرہ کا ثواب ملتا رہے گا،

اور جو شخص جہاد کے لیے نکلے اور راستہ میں انتقال کر جائے، اس کے لیے قیامت تک جہاد کرنے کا ثواب لکھا جاتا رہے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جس شخص نے اخلاص کے ساتھ ایک حج کیا تو اس نے اپنا فرض ادا کیا،

اور جس نے دوسرا حج کیا اس نے اللہ کو قرض دیا،

اور جو تین حج کرتا ہے تو اللہ جل شانہ اس کی کھال کو اس کے بال کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیتے ہیں۔

حج کرنے کا دنیاوی فائدہ یہ ہے کہ حج کی برکت سے، اللہ رب العزت گھر سے فقر و فاقہ ختم کر دیتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے: حج کرو غنی بنو گے، سفر کرو صحت یاب ہو گے، تو جو شخص یہ چاہتا ہے کہ میں مالدار ہو جاؤں تو اس کو چاہیے کہ بار بار حج یا عمرہ کرے،

اور جو شخص یہ چاہتا ہے کہ میں صحت مند ہو جاؤں تو وہ سفر کرے، کیوں کہ مختلف جگہ کی آب و ہوا

صحت کا ضامن ہوا کرتی ہے۔

بہر حال مبارک ہیں وہ لوگ جو سفر حج میں جلدی کر رہے ہیں،

اور جو لوگ حج فرض ہونے کے باوجود حج نہیں کر رہے ہیں وہ کتنے بڑے ثواب سے محروم ہو رہے ہیں۔

انھیں یہ سوچنا چاہیے۔

کیا معلوم، آئندہ یہ دولت، ہمارے پاس باقی رہے یا نہ رہے؟

کیا معلوم، آئندہ ہماری یہ صحت، باقی رہے یا نہ رہے؟

کیا معلوم، آئندہ ہمیں یہ زندگی، ملے یا نہ ملے؟

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہم سب کو بار بار مکۃ المکرمہ، مدینۃ المنورہ کی زیارت نصیب فرمائے اور تمام مقدس جگہوں کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ

وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❖ چھین کر کھانے والوں کا، کبھی پیٹ نہیں بھرتا، اور بانٹ کر، کھانے والے، کبھی بھوکے نہیں رہتے۔

❖ الفاظ ہی سب کچھ ہوتے ہیں، دل جیت بھی لیتے ہیں، دل چیر بھی دیتے ہیں۔

❖ خوش رہنے کا سب سے اچھا اصول یہ بھی ہے، کہ جہاں لگے کہ آپ کے لیے جگہ نہیں ہے، تو وہاں خاموشی سے خود کو الگ کرلو۔

❖ اگر راستہ خوبصورت ہے تو معلوم کرو کہ کس منزل کو جاتا ہے، لیکن اگر منزل خوبصورت ہے تو راستہ کی پرواہ نہ کرو۔

❖ نگاہ کا عادل وہ شخص ہے جسے دوسروں کی ماں، بہن، بیٹی، اپنی ماں، بہن، بیٹی نظر آئے۔

مدینہ منورہ کا پُر کیف منظر

ان الحمدلله! الحمد لله نحمدهٗ ونستعينهٗ ونستغفرهٗ ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا ونشهد ان لا اله الا الله وحدهٗ لاشريك لهٗ ولا نظير لهٗ ولا وزير لهٗ ولا مشير لهٗ ولا معين لهٗ وصل علىٰ سيد الرسل و خاتم الانبياء المبعوث الىٰ كافة للناس بشيراً ونذيراً وداعياً الى الله باذنه وسراجاً منيراً۔ امابعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَلْمَدِيْنَةُ بِهَا قَبْرِيْ وَبِهَا بَيْتِيْ وَتُرْبَتِيْ وَحَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ زِيَارَتُهَا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ o

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ o

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ o

الٰہی دکھا دے بہارِ مدینہ
کہ دل ہے مرا بے قرارِ مدینہ
کہاں ایسے دن کہاں ایسی راتیں
نرالا ہے لیل و نہارِ مدینہ
فرشتوں کی ہمسائیگی بھی نہ لوں گا
اگر ہو میسر جوارِ مدینہ
لگائیں گے آنکھوں میں سرمہ سمجھ کر
ملے گر ہمیں کچھ غبارِ مدینہ

سگانِ مدینہ بھی بہتر ہیں ہم سے
کہ حاصل ہے ان کو قرارِ مدینہ
مدینہ کی مٹی بھی خاکِ شفا ہے
یہاں تک ہے دل میں وقارِ مدینہ

محترم بزرگو اور دوستو! مؤرخین نے لکھا ہے، کہ طوفان نوح کے بعد، حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے سوار، جب زمین کے مختلف خطوں اور حصوں میں منتشر ہو گئے، تو ان میں کا ایک آدمی جس کا نام یثرب تھا۔

اسی نے اس جگہ کو آباد کیا، جس جگہ کو آج مدینہ منورہ کہا جاتا ہے۔

یثرب کے معنی آتے ہیں، بیماریوں کی آماجگاہ، وہاں ہمیشہ موسمی بیماریاں، اپنی آماجگاہ بنائی ہوئی تھیں،

کبھی ہیضہ کے بیماری،
کبھی طاعون کی بیماری،
کبھی پیٹ کی تکلیف کی بیماری،
کبھی آنکھیں خراب ہونے کی بیماری،
اکثر وہاں بیماریاں پھیلتی رہتی تھیں،
جس کی وجہ سے سفر کرنے والے، اس شہر سے دوری بنا کر گزرا کرتے تھے، کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بھی اس بیماری اور وباء میں مبتلا ہو جائیں۔
لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شہر کی طرف ہجرت کیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے اللہ رب العزت نے وہاں کی ہواؤں کو
وہاں کی فضاؤں کو، شفا میں تبدیل کر دیا۔
وہاں کے آب و گل کو، شفا میں تبدیل کر دیا۔

اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انفاس مبارک، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سانسوں کی برکت سے، وہاں کی ہواؤں اور فضاؤں کو، خوشبودار بنا دیا۔

اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کی برکت سے، وہاں کی مٹی کو خوشبودار بنا دیا۔

مدینہ کے ساتھ ایک لفظ منورہ استعمال ہوتا ہے، جس کے معنیٰ آتے ہیں، پُرنور، روشن، چمک دار۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ میں آنے سے پہلے، تمام چیزوں پر سیاہی اور تاریکی چھائی ہوئی تھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، تو تمام چیزیں روشن، چمک دار، اور منور ہو گئیں،

اسی لیے مدینہ کو، مدینہ منورہ کہا جاتا ہے۔

مدینہ کے ساتھ، ایک لفظ استعمال ہوتا ہے، طیّبہ، طیبہ کے معنیٰ آتے ہیں، عمدہ، پاک وصاف، امن اور برکتوں والا،

تو مدینہ طیبہ کے پورے معنیٰ ہوئے، وہ شہر، جو عمدہ، پاک وصاف، امن اور برکتوں والا ہے۔

میرے دوستو! اگر مکہ مکرمہ، اللہ رب العزت کی تجلیات کا مرکز ہے،

اگر مکہ میں، اللہ کا گھر ہے، تو مدینہ میں رسول اللہ کا گھر ہے،

اگر مکہ میں، اللہ کا جلال نظر آتا ہے، تو مدینہ میں رسول اللہ کا جمال نظر آتا ہے،

اگر مکہ کو، اللہ کا شہر کہا جاتا ہے، تو مدینہ کو رسول اللہ کا شہر کہا جاتا ہے،

اگر مکہ کو، خلیل اللہ نے آباد کیا، تو مدینہ کو رسول اللہ نے آباد کیا،

اگر مکہ میں، رسول اللہ پیدا ہوئے، تو مدینہ منورہ میں رسول اللہ آرام فرما ہیں،

تو مدینہ منورہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوارات کا مرکز ہے۔

مدینہ منورہ، وہ مقدس شہر ہے۔

جس کے چپہ چپہ پر،

جس کے ایک ایک حصہ پر، قرآن کریم نازل ہوا۔

مدینہ منورہ، وہ مقدس شہر ہے، جہاں روزانہ فرشتے آسمان سے اترتے ہیں۔

جہاں ہر وقت ہر آن اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

مدینہ منورہ، وہ مقدس شہر ہے، جہاں سے پوری دنیا میں دین پھیلا۔

جہاں سے پوری دنیا کو اسلام کی روشنی ملی۔

مدینہ منورہ، وہ مقدس شہر ہے، جب پوری دنیا سے اسلام ختم ہو جائے گا، تو وہاں اسلام، اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ باقی رہے گا۔

مدینہ منورہ، وہ واحد شہر ہے، جس کی حفاظت کے لیے ہر راستہ، ہر سرے، ہر دروازے پر فرشتہ مقرر ہیں، اب وہاں نہ تو کوئی وبائی بیماری داخل ہو سکے گی، اور نہ ہی قیامت کے قریب دجال داخل ہو سکے گا۔

یہاں تک کہ شیطان بھی وہاں مایوس ہو چکا ہے، اب وہاں، نہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کیا جائے گا، نہ ہی اب وہاں شرک وکفر، بدعت وخرافات، غلط رسم ورواج، داخل ہو سکیں گے۔

مدینہ منورہ، فرشتوں کی سرزمین ہے، اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین سے سرکش جنات وشیاطین کو نکال کر پاک کر دیا ہے۔

مدینہ منورہ، وہ مقدس سرزمین ہے، جس سے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی محبت کرتے تھے، کہ جب سفر سے واپس لوٹتے، تو مدینہ جلد پہونچنے کے لیے، اپنی سواری تیز فرما دیتے، اور یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

کہ اے اللہ مجھے مدینہ میں موت دینا، مکہ مکرمہ میں میری روح قبض مت کرنا،

اسی لیے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے،

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: کہ

اگر کوئی شخص اپنی زندگی کے آخری لمحات مدینہ میں گزار سکتا ہو، تو ضرور مدینہ میں ہی گزارے، تا کہ اس کی موت مدینہ ہی میں واقع ہو، اور جو مدینہ میں انتقال کرے گا۔

اگر وہ گنہگار ہے، تو میں اس کی خصوصی سفارش کروں گا۔

اگر وہ نیک ہے، تو میں اس کے درجات بلند کراؤں گا۔

یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے صحابہ، وہاں موت کی تمنا کیا کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ۔

یا اللہ! مجھے اپنی راستے میں، شہادت نصیب فرما، اور میری موت بھی، اپنے رسول کے شہر میں نصیب فرما۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دونوں دعاؤں بیک وقت قبول فرمائی، اور روضۂ اطہر میں دفن ہونے کی سعادت بھی مرحمت فرمائی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب بلوائیوں نے گھیر لیا، تو بعض صحابہ نے، یہ رائے دی، کہ آپ ملک شام چلے جائیں، تاکہ آپ کی جان بچ جائے،

مگر اس عاشق رسول، محب شہر رسول نے، ظالموں کے ظلم ستم گروں کے ستم کو خندہ پیشانی سے برداشت کر کے جام شہادت تو نوش کر لیا،

مگر شہرِ رسول، اور درِ مصطفےٰ کو چھوڑنا گوارہ نہ کیا۔

عثمان آخری یہ تمنا ہے میری کہ ہو مدفن ارضِ دیارِ مدینہ

کتابوں میں لکھا ہے: کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے پوری زندگی میں، صرف ایک مرتبہ حج کیا، اور مدینہ چھوڑ کر مکہ معظمہ کبھی اس لیے نہیں گئے، کہ مدینہ کے علاوہ، کہیں، دوسری جگہ میری موت نہ آجائے، اور مدینہ منورہ میں دفن ہونا، مجھے نصیب نہ ہو۔

جس طرح شام کے وقت چڑیاں، اپنے آشیانے کی طرف لوٹ جاتی ہیں، اسی طرح ایک مومن کی روح، اپنے حقیقی آشیانہ مدینہ منورہ کی طرف واپس لوٹنا چاہتی ہیں ۔

تمنا ہے گنبد پر تیرے روضہ کے جا بیٹھے قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

کتنے خوش نصیب ہیں، وہ لوگ، جنھوں نے اپنی زندگی کے آخری لمحات کو گزار کر، وہاں اپنی زندگی کی شام کر دی۔

چناں چہ علمائے دیوبند میں سے تقریباً ساٹھ کے قریب ہیں، جنھوں نے اپنی زندگی کے آخری لمحات گزار کر، جنت البقیع میں دفن ہونے کی سعادت حاصل کی:

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا قاری فتح محمد پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا شیخ محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم شخصیات جنت البقیع میں آرام فرما ہیں۔

حضرت مولانا عبدالشکور صاحب دین پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ

ایک مرتبہ میری ملاقات مسجد نبوی میں، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی، ضعیف العمری کے عالم میں تھے،

میں نے پوچھا: کیا حال ہے؟ بے ساختہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اور کہنے لگے دین پوری، حال اس دن پوچھنا، جس دن، روضۂ اقدس کے سامنے، میرا جنازہ اٹھے، اور جنت البقیع میں دفن ہونا نصیب ہو جائے۔

تو پھر سمجھ لینا، کہ میں کامیاب ہو گیا، تیس سال سے یہی آس لگائے یہاں بیٹھا ہوں کہ اللہ رب العزت مجھے یہاں موت نصیب فرمائے، اور جنت البقیع میں دفن ہونا مقدر فرمائے۔

جنت البقیع، وہ مقدس قبرستان ہے، جس کے بارے میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے میں، اپنی قبر سے اٹھوں گا، پھر ہمارے دائیں، بائیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ اٹھیں گے۔

پھر جنت البقیع والے اٹھیں گے۔

پھر میں ان لوگوں کو ساتھ لے کر چلوں گا، تو آدھے راستے میں جنت المعلیٰ میں دفن ہونے والوں سے ملاقات ہو جائے گی۔

پھر میں ان سب لوگوں کو لے کر جنت میں داخل ہو جاؤں گا۔

جنت البقیع، وہ مقدس قبرستان ہے، جہاں کے دفن ہونے والوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ رکھیں گے۔

جنت البقیع وہ مقدس قبرستان ہے جس کے بارے میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں دو قبرستان آسمان والوں کی نظر میں، ایسے چمکتے ہیں، جیسے زمین والوں کی نظر میں، جیسے چاند اور سورج، ایک جنت البقیع،

دوسرا مزار عسقلان،

جنت البقیع، وہ مقدس قبرستان ہے، کہ کل قیامت کے دن جہاں کے دفن ہونے والے، ستر ہزار افراد، اپنی قبر سے اٹھیں گے، ان کے چہرے چودھویں چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے اور بغیر حساب وکتاب کے، جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

جنت البقیع وہ مقدس قبرستان ہے، کہ جب وہ بھر جاتا ہے، تو فرشتے اس کو اٹھا کر، جنت میں اس طرح جھاڑ دیتے ہیں، جیسے ہم اپنے کپڑے اور دامن کو جھاڑتے ہیں۔

بہر حال مدینہ منورہ، دنیا کا وہ واحد شہر ہے، جس کی آب وہوا، مٹی اور گرد وغبار، میں بھی، اللہ رب العزت نے شفا رکھی ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، مدینہ کے گرد وغبار میں، ہر بیماری سے شفا ہے، یہاں تک کہ جذام (کوڑھ) برص (سفید داغ) جیسی بیماری کے لیے بھی شفا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران، میرے پاؤں میں ایسی سخت بیماری لگ گئی، کہ تمام حکیموں نے اتفاق کرلیا، کہ اس بیماری کا آخری

نتیجہ موت ہے، میں نے وادئ بطحان کی مٹی سے اپنا علاج شروع کیا، اللہ رب العزت نے تھوڑے ہی دنوں میں مجھے شفاء عطا کر دیا۔

شیخ مجد الدین صاحب فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ میرا خادم مسلسل ایک سال تک بخار کے مرض میں مبتلا رہا، میں نے مدینہ طیبہ کی تھوڑی سی مٹی، پانی میں، گھول کر تھوڑا سا، اسے پلا دیا، وہ اسی دن سے صحت یاب ہو گیا۔

یہی وجہ تھی، کہ مدینہ منورہ کے جو گرد و غبار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر پڑ جاتے تو اس کو صاف نہ فرماتے تھے اور کوئی صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے اگر کوئی اپنے چہرے کو گرد و غبار کی وجہ سے چھپاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو منع فرماتے تھے اور فرماتے کہ خاک مدینہ میں شفا ہے۔ شاعر کہتا ہے ؎

کسی چیز کی اس کو حسرت نہیں ہے
میسر ہو جس کو غبارِ مدینہ

میرے دوستو! اللہ رب العزت نے مدینہ منورہ کے پھلوں اور میووں میں بھی برکت اور شفاء رکھی ہے۔

ایک مرتبہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: کہ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ ثَمَرِنَا۔

کہ اے اللہ مدینہ کے ہمارے ان پھلوں میں برکت عطا فرما۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ مدینہ منورہ کی کھجوریں، نہ صرف اہل مدینہ والوں کے لیے کافی وشافی ہو رہی ہیں، بلکہ پوری دنیا کے مسلمان وہاں کی کھجوروں سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

طب نبوی میں لکھا ہے: اَلْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهِيَ شِفَاءٌ مِّنَ السَّمِّ عجوہ کھجور جنت کا پھل ہے، اور اس میں زہر سے شفا ہے۔

بعض علماء نے لکھا ہے: کہ عجوہ کی تاثیر، اس وجہ سے ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے لگایا تھا۔

سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اصل میں ایران کے ایک مجوسی (آتش پرست) خاندان کے چشم و چراغ تھے، اور ابتداء میں مجوسی مذہب کے پیروکار رہے تھے، پھر انھوں نے دین مجوسی چھوڑ کر، نصاریٰ کا

دین اختیار کرلیا تھا، ان کا باپ بڑا مالدار اور رئیس آدمی تھا۔

علماء یہود ونصاریٰ سے انھوں نے زبانی سن رکھا تھا، کہ آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ آئیں گے،

یہ بات سن کر مدینہ میں ہی مقیم رہے، اور پیغمبر آخرُالزماں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد مبارک کے منتظر تھے،

اس وقت مدینہ میں ایک یہودی کے غلام تھے،

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ طیبہ ہجرت کر کے تشریف لائے، تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور علاماتِ نبوت دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ اپنی آزادی کی فکر کرو، انھوں نے جا کر اپنے مالک سے کہا، اس نے چالیس اوقیہ (سوا سیر سے زیادہ) سونے پر آزاد کرنے کی شرط لگائی، اور یہ شرط بھی رکھی، کہ تین سو کھجور کے درخت لگاؤ، اور جب ان میں پھل آنے لگے تب تم آزاد ہو۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے مالک کی شرطوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگاہ کیا،

یہ سن کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: کہ آؤ!!! اپنے بھائی سلمان کی مدد کریں۔

چناں چہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے،

کسی نے تیس پودے،

کسی نے بیس پودے،

کسی نے پندرہ،

اور کسی نے دس پودے،

اپنی اپنی بساط کے مطابق لا کر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جمع کیا،

اور اس طرح تین سو پودے جمع ہو گئے،

اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ سلمان جاؤ! ان پودوں کے لیے اب گڑھوں کا انتظام کرو،

جب گڑھے تیار ہو جائیں، تو مجھے آگاہ کر دینا، میں خود اپنے ہاتھ سے یہ پودے لگا دوں گا،

حضرت سلمان فارسی اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے مل کر گڑھے کھودے، جب تمام گڑھے تیار ہو گئے،

تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک ان تین سو کھجور کے درختوں کو ان گڑھوں میں لگا دیئے، اللہ کی مرضی، اسی سال ان درختوں پھل بھی نکل آیا، ان درختوں میں سے، صرف ایک درخت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لگایا تھا، جو بار آور نہ ہوا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اُکھاڑ کر اپنے دست اقدس سے لگا دیا، تو وہ بھی دوسرے درختوں کی طرح بار آور، اسی دوران نیز ایک انڈے کی مقدار کے برابر سونا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں مال غنیمت میں گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو دے دیا، تا کہ اس کو دے کر آزاد ہو جائیں، انھوں نے عرض کیا: کہ یا رسول اللہ! چالیس اوقیہ سونا، درکار ہے، یہ کیا کفایت کرے گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک، اس پر پھیر دی اور برکت کی دعا فرمائی۔

حضرت سلمان کہتے ہیں: میں نے اس سونے کو جب تولا، تو چالیس اوقیہ نکلا، نہ کم نہ زیادہ، اور وہ اس کو ادا کر کے آزاد ہو گئے،

اور اپنی تمام عمر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس ہی میں رہے، اور کبھی بارگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہ ہوئے، بلکہ ایک سچے وفادار و جان نثار کی طرح ہر حال میں ساتھ رہے، اور دین اسلام پر مضبوطی سے ثابت قدم رہے، اور کبھی پائے استقلال میں جنبش نہ آئی،

کوئی حرص و ہوس،

کوئی خوف،

اور کوئی ترغیب، ان کو راہِ خدا اور راہِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہ کرسکی۔

آج بھی وہ باغیچہ مدینہ منورہ میں موجود ہے، جسے باغِ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

مدینہ منورہ میں ایک وادی ہے، جس کو وادئ عقیق کہا جاتا ہے، یہ وہی وادی ہے، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج میں براق سے اتر کر نماز پڑھی تھی، جو شخص اس وادی میں نماز پڑھتا ہے،

تو اس کو اُس عمرہ کے برابر ثواب ملتا ہے، جو حج کے ساتھ کیا گیا ہو،

گویا اس وادی میں، پڑھی جانے والی نماز کا ثواب، حج و عمرہ کے برابر ہے۔

اس وادی کو علماء نے جنت کی وادی سے تعبیر کیا ہے، اور یہاں کے سنگریزوں کو جنت کے ہیرے اور جواہرات سے تعبیر کیا ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، تو مدینہ منورہ سے تین میل پہلے ایک بستی ہے، جس کو اہل قبا کہا جاتا ہے۔

جہاں انصار رضی اللہ عنہ کے بہت سارے خاندان آباد تھے،

جن میں حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ کا خاندان سب سے ممتاز تھا۔

جن کے سردار حضرت کلثوم بن الہدم رضی اللہ عنہ تھے۔

مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے، تقریباً چودہ دن، اسی خاندان میں آپ کا قیام رہا اور اکثر وہ بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم جو مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے مدینہ منورہ آچکے تھے۔

انھیں حضرات کے گھروں میں رونق افروز تھے، یہ وہ خوش نصیب خاندان ہے جس کو سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم کی میزبانی، اور خدمت کا شرف حاصل ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوران قیام، مسجد قبا شریف کی بنیاد ڈالی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر قبلہ کا تعین کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل قباء کو حکم دیا، کہ پتھر جمع کرو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذات خود، اس مسجد کی تعمیر کے لیے پتھر ڈھوتے، عام مزدوروں کے

ساتھ شریک کار رہتے،

چناں چہ، ہجرت کے سال، سب سے پہلا واقعہ، مسجد قبا کی تاسیس وتعمیر ہے۔

یہی وہ مسجد ہے، جو تاریخ اسلام میں سب سے پہلی مسجد ہے، بلکہ دنیا کی سب سے پہلی مسجد ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ نماز پڑھی۔

یہی وہ مسجد ہے، جس کی زیارت کے لیے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سنیچر کو تشریف لاتے، کبھی پیدل، کبھی سواری کے ساتھ، اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے۔

یہی وہ مسجد ہے، جس کی زیارت کے لیے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک کی ہر سترہ (۱۷) تاریخ کو صبح تشریف لے جاتے تھے۔

یہی وہ مسجد ہے، جس کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، کہ اگر یہ مسجد دنیا کے آخری کنارے پر بھی ہوتی، تو میں اس کی زیارت کے لیے، ہر تکلیف برداشت کر کے وہاں جاتا۔

یہی وہ مسجد ہے، جس کے بارے میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، مسجد قباء میں نماز پڑھنے کا ثواب، عمرہ کے برابر ہے۔

ایک حدیث میں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جس نے چار مسجدوں میں نماز پڑھی،

مسجدِ حرام،

مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،

مسجدِ اقصیٰ،

مسجدِ قباء

اس کے سارے گناہ بخش دئے جائیں گے۔

یہی وہ پہلی مسجد ہے، جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی،

یہی وہ مسجد ہے، جس کے آس پاس باشندوں کی تعریف کرتے ہوئے قرآن کریم میں اللہ رب

العزت نے ارشاد فرمایا:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ، فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا، وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی عمرو بن عوف کے یہاں تشریف لے گئے، اوران سے دریافت کیا، کہ اے بنی عمرو! تم کون سا اچھا عمل کرتے ہو؟ کہ تمہاری تعریف اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں فرمائی ہے،

توانھوں نے عرض کیا، کہ اے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم کوئی عمل نہیں کرتے، سوائے اس کے کہ استنجاء میں ہم ڈھیلے کے بعد پانی کا استعمال کرتے ہیں،

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بس بس! اللہ رب العزت کے یہاں تمہاری تعریف وتوصیف کی یہی وجہ ہے، اس عمل پر مضبوطی سے جمے رہو۔

مسجد قباہی کے قریب ایک کنواں ہے، جس کا نام بئر اریس ہے، پہلے اس کا پانی کھارا تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا، تو اس کا پانی میٹھا وشیریں ہوگیا۔

مسجدِ قباء کی تعمیر کے بعد، بحکم الٰہی مدینہ منورہ کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رواں دواں ہوئے۔

جب آپ قبیلۂ بنو سالم بن عوف کی بستی میں پہونچے، تو جمعہ کی فرضیت کا حکم نازل ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مع اپنے صحابہ کے، وہیں جمعہ کی نماز ادا کی۔

یہ اسلامی تاریخ کا سب سے پہلا جمعہ تھا،

جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلا جمعہ ادا کیا تھا، آج وہاں ایک عالیشان مسجد بنی ہوئی ہے، جس کو آج بھی مسجدِ جمعہ کہا جاتا ہے۔

مدینہ منورہ کے شمالی جانب، دو، تین میل فاصلہ پر، ایک پہاڑ واقع ہے، جس کو جبل احد کہا جاتا ہے:

احد، احدیت سے مشتق ہے، جس کے معنی تنِ تنہا، اور اکیلے کے ہیں۔

یہ پہاڑ اللہ رب العزت کی احدیت کی مظہر ہے، جس طرح اللہ رب العزت کی ذاتِ بابرکت،

اکیلی، اور تنہا ہے، اسی طرح یہ پہاڑ بھی، اکیلا اور تنہا ہے، کسی اور پہاڑ سے جڑا ہوا نہیں ہے۔

حدیث میں آتا ہے: چار پہاڑ جنت کے پہاڑوں میں سے ہیں۔

اور چار نہریں جنت کی نہروں میں سے ہیں۔

اور چار لڑائیاں جنت کی لڑائیوں میں سے ہیں۔

عرض کیا گیا: وہ پہاڑ کون کون سے ہیں؟ تو ارشاد فرمایا:

احد،

ورقان،

طور،

اور لبنان،

نیل،

فرات،

سیحون،

جیحون، جنت کی نہروں میں سے ہیں،

بدر،

احد،

خندق،

حنین، یہ جنت کے غزوات (لڑائیوں) میں سے ہیں۔

ابن شیبہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور پر، اپنی تجلی فرمائی تو عظمتِ باری تعالیٰ کی وجہ سے، اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، جن میں سے تین ٹکڑے مدینہ منورہ میں گرے، وہ احد، ورقان اور رِضوای ہیں،

اور مکہ المکرمہ میں گرنے والے ٹکڑے:

حراء،

ثبیر،

ثور،

اور ورقان ہیں۔

مدینہ منورہ سے اڑتالیس میل فاصلہ پر، مکہ مکرمہ کے راستہ میں، واقع ایک پہاڑ ہے، رِضوای۔

منبع ایک جگہ ہے، وہاں پر یہ واقع ہے یہ بھی مدینہ منورہ سے اتنے ہی فاصلہ پر واقع ہے۔

ثبیر منیٰ میں،

جبل ثور منیٰ کے قریب،

جبل حراء کو جبل نور بھی کہا جاتا ہے۔

یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً چھ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔

جبل احد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم اس کے پاس سے گذرو تو اس کے درختوں میں سے پھل کھاؤ، اگر پھل نہ ملے، تو اس کے صحراء کی گھاس ہی استعمال کرو۔

حضرت زینب بنت نبط رضی اللہ عنہا اپنے بچوں سے کہا کرتی تھیں، کہ احد کی زیارت کے لیے اگر جاؤ، تو میرے لیے وہاں کے نباتات اور گھاس بطور تحفہ لیتے آیا کرو۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبلِ احد پر تشریف لے گیے، تو وہ مارے خوشی کے جھومنے لگا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پہاڑ سے فرمایا: اُسْكُنْ يَا اُحُدُ فَلَيْسَ عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ وَصِدِّيْقٌ وَشَهِيْدَانِ.

اے احد! ٹھہر جا! کیوں کہ تیرے اوپر

ایک نبی،

ایک صدیق،

اور دو شہید جلوہ افروز ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، یہ احد پہاڑ مجھ سے محبت کرتا ہے، اور میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں۔

جبل احد کے دامن سے، شہیدوں کے خون کی خوشبوئیں آتی ہیں۔

یہی وہ سرزمین ہے، جہاں شمعِ نبوت کے پروانوں نے عظمتِ اسلام کے لیے اپنی جان کی بازی لگائی تھی۔

یہی وہ، سرزمین ہے، جہاں۔۔۔

سب سے سچے،

سب سے اچھے،

عشق ومحبت کے پیکر،

صدق ووفا کے محور،

جاں نثار صحابہ نے اپنے سینوں، پیٹھ، اور ہاتھوں کو،

اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لیے سپر کیا تھا۔

یہی وہ سرزمین ہے، جو اسلام کے سب سے قیمتی خون سے سیراب ہوئی۔

یہی وہ سرزمین ہے، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں، اسلام کی وفاداری میں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اعضاء کاٹے گئے اور جگر چبایا گیا تھا۔

یہی وہ سرزمین ہے، جن کے شہداء کی تعریف میں اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔

اہل ایمان میں، وہ جانباز بھی ہیں، جنھوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو، پورا کر دکھایا سو ان میں سے بعض، تو اپنا عہد پورا کر چکے، اور بعض منتظر ہیں، اور انھوں نے ذرا بھی تبدیلی نہیں کی ہے۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ عَبْدَكَ وَنَبِيَّكَ يَشْهَدَانِ هٰؤُلَاءِ شُهَدَاءُ۔

اے اللہ! تیرا بندہ اور تیرا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گواہی دیتا ہے، کہ یہ سب شہید ہیں،

پھر ارشاد فرمایا: کہ تم آؤ! اور شہداءِ احد پر سلام پڑھو، جب تک کہ زمین وآسمان قائم ہیں، جو کوئی بھی ان پر سلام پڑھتا ہے، تو یہ اس کو جواب دیتے ہیں۔

جو شخص ان شہداء رضی اللہ عنہم کے پاس سے گزرے اور ان پر سلام بھیجے، تو یہ لوگ قیامت تک اس پر سلام بھیجتے رہیں گے۔

حدیث میں ہے: کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال، شہداءِ احد رضی اللہ عنہم کی قبروں پر تشریف لے جاتے اور فرماتے تھے: سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّار۔

اور فرشتے کہیں گے تم پر رحمت ہو، یہ تمہاری ثابت قدمی کا بدلہ ہے اور عاقبت کا گھر خوب (اچھا گھر) ہے۔

مسجد احزاب، جس کو مسجد فتح بھی کہا جاتا ہے، یہ مسجد نبوی سے تقریباً تین کلومیٹر پر واقع ہے۔

غزوۂ خندق، یعنی غزوۂ احزاب، میں جب تمام کفار مدینہ منورہ پر، مجتمع ہو کر چڑھ آئے تھے، اور خندق کھودی گئی تھی،

تو اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعاؤں کے صدقہ میں، مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ،

حضرت علی رضی اللہ عنہ،

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ،

ان حضرات نے جہاں، جہاں پڑاؤ ڈالا تھا، وہاں وہاں بعد میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے چھوٹی چھوٹی مسجدیں بنادی تھیں۔

آج بھی تقریباً دو تین مسجدیں اسی حالت پر باقی ہیں، اور ایک عالی شان مسجد، مسجدِ خندق کے نام

سے سعودی حکومت نے تعمیر کی ہے۔

مسجدِ قبلتین، اس مسجد میں ایک نماز دو قبلوں کی طرف ادا کی گئی تھی۔

بعض روایات میں ہے کہ تحویل قبلہ کی آیت، اسی مسجد میں نماز پڑھتے وقت نازل ہوئی تھی، اسی لیے اس کو مسجدِ قبلتین کہتے ہیں۔

مسجدِ قبلتین حرم شریف سے دوڈھائی کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔

اور مسجدِ اِجابہ، یہ وہ مسجد ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دعائیں مانگی تھیں، جن میں سے دو دعائیں قبول ہوئی ہیں، اور ایک دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول نہیں کیا تھا۔ وہ دو دعائیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قبول کیا تھا۔

ان میں سے ایک یہ تھی، کہ اے اللہ! میری امت کو قحط سے ہلاک مت کرنا۔

دوسری دعا میری امت کو غرق کر کے تباہ نہ کرنا۔

تیسری دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول نہیں کیا تھا، کہ

اے اللہ! میری امت میں اختلاف پیدا مت کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کر دیا تھا۔

یہ تھی مدینہ منورہ کی مختصر سے عظمت وفضیلت جو میں نے آپ حضرات کے سامنے بیان کی۔

اللہ رب العزت ہم سب کو مدینہ منورہ سے سچی عقیدت ومحبت عطا فرمائے۔

اور وہاں شہادت کی موت کے ساتھ جنت البقیع میں دفن ہونا مقدر فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

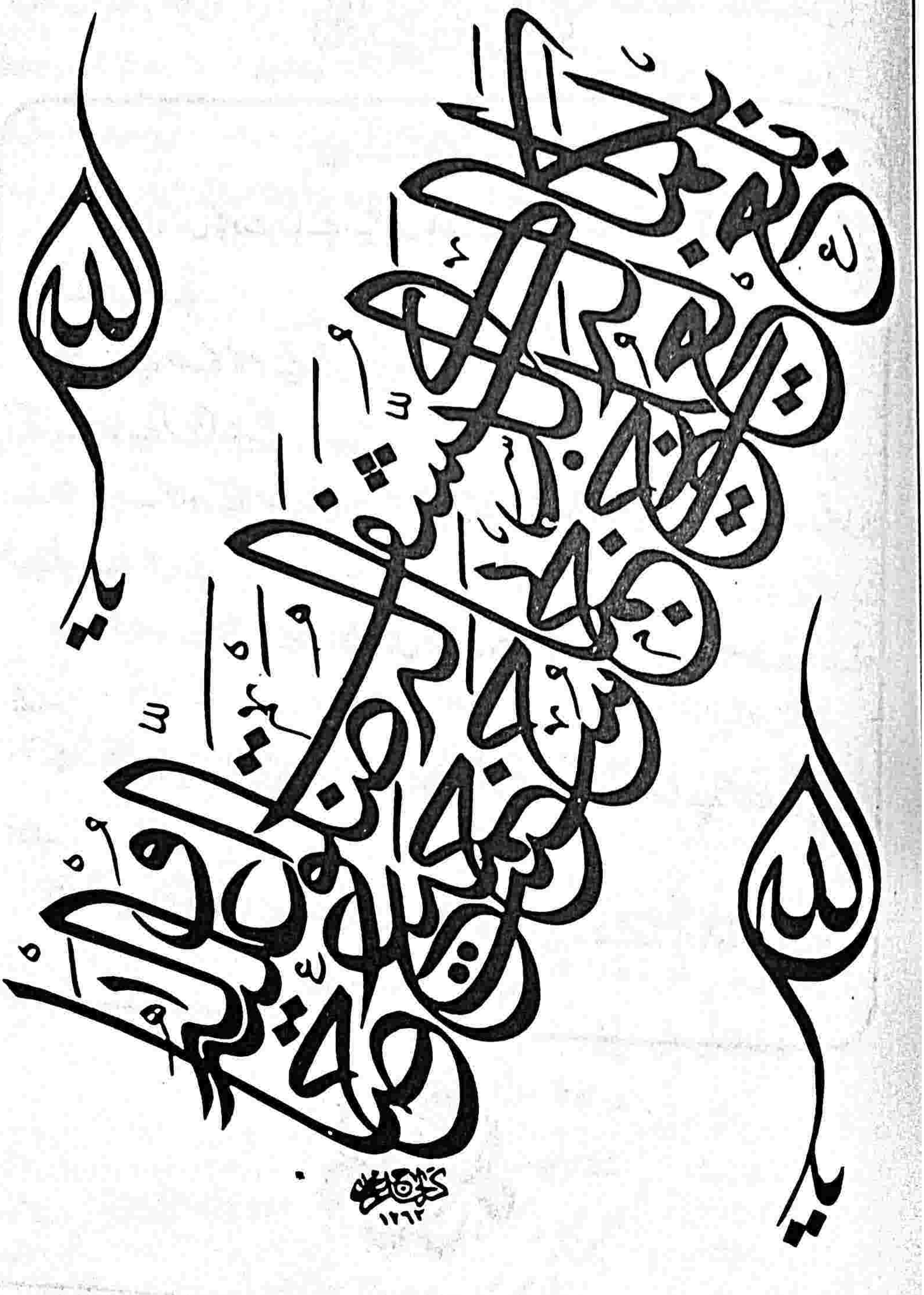

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❖ گناہ نہیں چھوٹ رہا ہے، یہ فکر کی بات ہے، مگر ضمیر ملامت بھی نہیں کر رہا ہے، تو یہ خطرے کی بات ہے۔

❖ اپنے حصہ کا کام کیے بغیر، دعا پر بھروسہ کرنا حماقت ہے، اور اپنی محنت پر بھروسہ کرکے، دعا سے گریز کرنا یہ تکبر ہے۔

❖ جب گناہ کے کاموں میں، دل لگنا شروع ہو جائے، تو اس بات کی دلیل ہے کہ تمھارا رب تم سے ناراض ہے۔

❖ خوبصورت لوگ، ہمیشہ اچھے نہیں ہوتے، مگر اچھے لوگ، ہمیشہ خوبصورت ہوتے ہیں۔

❖ نجات کیا ہے؟ اپنی زبان کو بند رکھنا، اپنے گھر میں قیام رکھنا، اور اپنے گناہوں پر نادم ہونا۔

❖ ہمیشہ زندگی میں ایسے لوگوں کو پسند کرو، جن کا دل، چہرے سے زیادہ خوبصورت ہو۔

آؤ دنیا کی جنت، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیر کریں!!!

ان الحمدللہ! الحمدللہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریك لہٗ ولا نظیر لہٗ ولا وزیر لہٗ ولا مشیر لہٗ ولا معین لہٗ وصل علیٰ سید الرسل و خاتم الانبیاء المبعوث الیٰ کافۃ للناس بشیراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً۔ اما بعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَهْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی، لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝۳

وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ۔

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمَدِیْنَةُ بِهَا قَبْرِیْ وَ بِهَا بَیْتِیْ وَتُرْبَتِیْ وَحَقٌّ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ زِیَارَتُهَا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ۝

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ۝

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ۝

نہ ہوتا ساقیٔ کوثر متانے کہاں جاتے
مئے توحید کے پیاسے خدا جانے کہاں جاتے
نظر آتا نہ گر روضہ تو فرط عشق و الفت میں
نہ جانے پھر محمد کے یہ دیوانے کہاں جاتے

آقا تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہونچا

اور میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہونچا

میرے محترم بزرگو اور دوستو! ملک یمن کا ایک بہت نیک بادشاہ تھا جس کا نام تُبّع تھا۔ یہ وہی بادشاہ ہے، جس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے خانۂ کعبہ پر پورا غلاف چڑھایا۔

یہ وہی بادشاہ ہے، جس نے سب سے پہلے خانۂ کعبہ کا دروازہ بنایا۔

یہ وہی بادشاہ ہے، جس نے خانہ کعبہ پر لگانے کے لیے تالے اور کنجیاں تیار کرائیں۔

ایک مرتبہ مدینہ منورہ کی سرزمین پر، سے اس کا گزر ہوا، اس کے قافلہ میں تقریباً چار سو، توریت کے بڑے بڑے علماء شامل تھے۔

جب مدینہ منورہ کی سرزمین پر پہونچے، تو ان تمام علماء نے، بادشاہ سے، یہ درخواست کی، کہ ہم لوگوں کو یہاں پر رہنے کی اجازت دی جائے۔

بادشاہ نے اس کی وجہ پوچھی، تو تمام علماء نے کہا: کہ ہم نے تمام انبیاء علیہم السلام کے، تمام آسمانی صحیفوں میں یہ لکھا ہوا پایا ہے، کہ

اخیر زمانہ میں تمام نبیوں کے سردار، بلکہ تمام نبیوں کے نبی، نبیٔ آخر الزماں، سرزمین مکہ میں پیدا ہوں گے، جن کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا، اور یہ سرزمین، ان کا دار الہجرۃ بنے گی۔

بادشاہ نے بخوشی سب کو وہاں قیام کی اجازت دے دی، اور ہر ایک کے لیے الگ الگ مکان تیار کرائے، اور سب کے نکاح کا بھی انتظام کرایا، اور بادشاہ نے سب کو کثیر تعداد میں مال و دولت بھی عطا کیا، اور ایک خاص مکان ہم سب کے نبی، نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی بنوایا، کہ

جب آپ ہجرت کر کے یہاں تشریف لائیں گے، تو اس مکان میں قیام فرمائیں گے۔

اور آپ کے نام ایک خط بھی لکھا، جس میں اپنے اسلام لانے اور اشتیاقِ دیدار کا بھی اظہار کیا۔

جس کا مضمون یہ تھا۔

شَهِدْتُ عَلٰى اَحْمَدَ اَنَّهٗ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ بَارِئِ النَّسِيْمِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول برحق ہیں

فَلَوْ مَدَّ عُمْرِیْ اِلٰى عُمْرِهٖ لَكُنْتُ وَزِيْراً لَهٗ وَ ابْنَ عَمٍّ

اگر میری عمر ان کی عمر تک پہنچی تو میں ضرور ان کا معین اور مددگار رہوں گا

وَ جَاهَدْتُ بِالسَّيْفِ اَعْدَاءَهٗ وَ فَرَّجْتُ عَنْ صَدْرِهٖ كُلَّ غَمٍّ

اور ان کے دشمنوں سے جہاد کروں گا اور ان کے دل سے ہر غم کو دور کروں گا

اور بادشاہ تبع نے اس خط پر اپنی مہر لگا کر، ان میں ایک بڑے عالم کے سپرد کر دیا، اور وصیت کیا کہ اگر تم اس نبی آخر الزماں کا زمانہ پاؤ، تو میری یہ درخواست اور عریضہ پیش کر دینا، ورنہ اپنی اولاد کو یہ خط سپرد کر کے یہی وصیت کر دینا، جو میں تم کو کر رہا ہوں۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اسی بڑے عالم کی اولاد میں سے ہیں، اور یہ مکان بھی وہی مکان تھا، جس کو تبع بادشاہ نے محض اسی غرض سے تعمیر کرایا تھا، کہ

جب نبی آخر الزماں ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائیں گے، تو اسی مکان میں ٹھہریں گے۔

چناں چہ اللہ رب العزت کے حکم سے اونٹنی بھی، اسی مکان کے دروازہ پر جا ٹھہری، جو بادشاہ تبع نے، پہلے ہی سے، آپ کے قیام کی نیت سے تعمیر کرایا تھا۔

شیخ زین الدین مراغی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری، مدینہ منورہ میں، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے نہیں،

بلکہ آپ کے اپنے مکان کے سامنے رکی تھی۔

تو یہ کہنا غلط نہ ہوگا، اس لیے کہ وہ مکان تو اصل میں آپ ہی کا مکان تھا۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا قیام، اس مکان میں آپ کی تشریف آوری کے انتظار میں تھا۔

علماء نے لکھا ہے: کہ آپ کی تشریف آوری کے بعد، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے وہ درخواست آپ کی خدمت میں پیش بھی کی۔

بقیہ تمام انصار، ان چار سو علماء کی اولادوں میں سے ہیں، انھیں کو انصار مدینہ اور بنو نجار بھی کہا جاتا ہے۔

مسجد نبوی کی تعمیر سے پہلے، جہاں بھی نماز کا وقت آجاتا، وہاں آپ نماز پڑھ لیتے۔

بنو نجار (آپ کے ماموؤں یعنی ننیھال والوں) کے گھروں کے سامنے ایک میدان تھا، جہاں کھجوریں سُکھائی جاتی تھیں۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے جو مدینہ والوں کے بیچ دعوت وتبلیغ، تعلم وتربیت کے لیے بھیجے گئے تھے، وہ بھی وقتاً فوقتاً اسی جگہ پر لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی جگہ، ایک عظیم الشان مسجد، اور اجتماعی عبادت کے لیے ایک مضبوط مرکز بنانے کا ارادہ کیا۔

جب معلوم ہوا کہ وہ جگہ دو یتیم بچوں حضرت سہل رضی اللہ عنہ اور حضرت سہیل رضی اللہ عنہ کی ہے،

تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قیمتاً اس جگہ کو خرید لیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، کہ مسجد کی بنیاد کے لیے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پتھر اٹھایا،

پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک پتھر اٹھایا،

پھر ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک پتھر اٹھایا،

پھر ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک پتھر اٹھایا۔

تو میں نے عرض کیا: کہ اے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھیے یہ لوگ کس طرح آپ کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں،

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! یہ لوگ جس ترتیب سے پتھر اٹھا کر رکھ رہے ہیں، اسی ترتیب سے میرے بعد یہ لوگ میرے خلیفہ ہوں گے۔

اللہ کی شان دیکھیے! ان خلفاء نے جس ترتیب سے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی، اس سے پہلے اسی ترتیب

ے مسجد قبا کی بھی بنیاد رکھی تھی۔

مسجد نبوی کی پہلی تعمیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئی۔

دوسری تعمیر از سرنو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی، اس کے بعد سے وقتاً فوقتاً جیسی ضرورت پڑتی گئی، تعمیر ہوتی گئی، آج تک اور قیامت تک ان شاء اللہ اس کی تعمیر اور توسیع ہوتی رہے گی۔

مسجد نبوی کی تعمیر، اور توسیع چاہے، جتنی ہو، اس میں نماز اور بقیہ اعمال کا اجر وثواب وہی ملے گا جو اصل مسجد نبوی کا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں، اصل مسجد سو ہاتھ، لمبی سو ہاتھ، چوڑی تھی۔

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ میری مسجد صفا تک بڑھا دی جائے، تب بھی وہ میری ہی مسجد ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ذوالحلیفہ تک بڑھا دی جائے تب بھی وہ مسجد نبوی کا ہی حصہ ہے۔

مسجد نبوی کے آٹھ ستون ہیں جو بہت مشہور ہیں:

(۱) اسطوانہ عائشہ

(۲) اسطوانہ حنانہ

(۳) اسطوانہ ابولبابہ

(۴) اسطوانہ سریر

(۵) اسطوانہ حرس

(۶) اسطوانہ تہجد

(۷) اسطوانہ وفود

(۸) اسطوانہ جبرئیل

اسطوانہ عائشہ وہ ستون ہے، جہاں دعائیں بہت قبول ہوتی ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ خالہ جان (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) نے فرمایا میں ایک ایسی جگہ جانتی ہوں، جو قبولیتِ دعا کی جگہ ہے۔

اگر میں تم کو بتلادوں، تو تم لوگ، وہاں جاکر نماز پڑھنے، اور دعا کرنے کے لیے آپس میں جھگڑنے لگو گے، پھر میرے بار بار اصرار پر اور خالہ کا واسطہ دینے پر، مجھے بتادیا،

میں نے وہاں دو رکعت نماز پڑھی، پھر یوں امت کو پتہ چلا کہ یہ مقبولیت کی جگہ ہے، اسی وجہ سے اس کو اسطوانۂ عائشہ کہا جاتا ہے۔

اسطوانۂ حنانہ، شروع میں وہاں منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالکل قریب ایک کھجور کا درخت تھا، جس سے ٹیک لگا کر، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے، جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک منبر بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا، اور اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دینے کے لیے چڑھے،

تو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: کہ ہمیں ایک رونے کی آواز آئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے نیچے اترے، اور تنے کے پاس گئے اور اس پر اپنا مبارک ہاتھ رکھا، تو وہ تنا اس طرح چپ ہوگیا، جس طرح چھوٹا بچہ سسکیاں لے کر رونے سے چپ ہوا کرتا ہے، وہ تنا اس لیے رو رہا تھا، کہ منبر بننے کی وجہ سے اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجھے جدائی برداشت کرنی پڑے گی۔

میرے دوستو! ہم سے تو وہ کھجور کا تنا ہی اچھا، جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں رو پڑا، بعد میں پھر اس کو اسی جگہ پر گاڑ دیا گیا، اور اسی پر ایک ستون بنایا گیا، جس کو اسطوانۂ مخلقہ اور اسطوانۂ حنانہ بھی کہا جاتا ہے۔

اسطوانۂ ابولبابہ، حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے، جن سے ایک اجتہادی غلطی ہوگئی تھی، جب ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، تو انھوں نے مسجد نبوی میں آکر ایک ستون سے اپنے آپ کو باندھ لیا، کہ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے نہیں کھولیں گے، میں اس وقت تک اس میں اسی طرح بندھا رہوں گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چوں کہ انھوں نے اپنے آپ کو خود سے باندھا ہے، اس لیے جب تک اللہ رب العزت مجھے وحی کے ذریعہ حکم نہیں دیں گے، میں نہیں کھولوں گا۔

ایک وقت آیا کہ اللہ رب العزت نے ان کی توبہ قبول فرمائی، ان کی توبہ کی قبولیت کی وجہ سے، اس ستون کو، اسطوانۂ توبہ، اور اسطوانۂ ابولبابہ، بھی کہا جاتا ہے۔

اگر موقع ملے تو ہمیں بھی، وہاں دو رکعت صلوٰۃ التوبہ پڑھ کر، اپنے گناہوں سے توبہ کرنی چاہیے۔

اے اللہ! ہم بھی اس صحابی رضی اللہ عنہ کی طرح، آپ کے نام لیوا ہیں، اپنے محبوب کے صدقہ میں ہماری بھی توبہ قبول فرما۔

اسطوانۂ سریر، سریر کے معنیٰ آتے ہیں، چارپائی کے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں حالتِ اعتکاف میں آرام فرمایا کرتے تھے، چوں کہ یہ ستون آپ کے حجرۂ مبارک کی دیوار کا ایک حصہ ہے،

جب آپ حالت اعتکاف میں ہوتے تو اپنا سر مبارک کھڑکی سے باہر نکال دیتے تھے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرہ کے اندر سے آپ کا سر مبارک بھی دھو دیا کرتی تھیں، تیل اور کنگھی بھی کر دیا کرتی تھیں۔

اسطوانۂ حرس، اس ستون کو کہتے ہیں، جہاں صحابہ رضی اللہ عنہ بیٹھ کر پہرہ دیا کیا کرتے تھے، خصوصاً حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں بیٹھ کر پہرہ دیا کرتے تھے، تاکہ کوئی کافر آپ کو تکلیف نہ پہونچا سکے۔

اسی لیے اس کو اسطوانۂ حرس اور اسطوانۂ علی بھی کہا جاتا ہے۔

اسطوانۂ تہجد، اس جگہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات میں چٹائی بچھا کر، تہجد کی نماز ادا کرتے تھے۔

اسطوانۂ جبرئیل، جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا سے باہر تشریف لاتے، تو اسی مقام پر کھڑے ہوکر اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے خیر و عافیت دریافت فرمایا کرتے تھے۔

چوں کہ یہ ستون، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان سے متصل تھا، اب یہ روضۂ اطہر کی جالی کے اندر آگیا ہے، اس لیے اب اس سے برکت حاصل کرنا ممکن نہیں رہا۔

اسے اسطوانۂ جبرئیل، اس وجہ سے کہا جاتا ہے، کہ یہ جگہ جبرئیل علیہ السلام کے آنے جانے کے لیے خاص تھی، جو خوبصورت، حسین وجمیل، صحابیٔ رسول حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل وصورت میں یہاں تشریف لاتے تھے۔

اندر سے ترکیہ حرم میں،

روضۂ اطہر کے بائیں جانب، ایک اونچا سا چبوترہ ہے، جس کو صفہ کہا جاتا ہے۔

صفہ کہتے ہیں، سائبان اور سایہ دار جگہ کو، یہی وہ جگہ ہے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹھک تھی،

جہاں اللہ کی یاد میں، رات دن، صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت، دین سیکھنے سکھانے میں لگی رہتی تھی۔

جہاں لیل ونہار، تزکیۂ نفس، کتاب وسنت کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے، ہر وقت صحابہ کی جماعت آپ کی خدمت میں حاضر رہا کرتی تھی،

نہ ان کو تجارت سے کوئی مطلب اور نہ زراعت سے ان کو کوئی سروکار تھا، یہ حضرات اپنی آنکھوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار اور اپنے کانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات قدسیہ سننے اور جسم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے لیے وقف کر چکے تھے۔

یہ وہی صحابہ ہیں، جن کو اصحاب صفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

یہی وہ اصحاب صفہ ہیں، جن کی شان بیان کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

یہی وہ اصحاب صفہ ہیں، جن کی عظمت بیان کرتے ہوئے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ پروردگارِ عالم نے، میری امت میں ایسے افراد پیدا فرمائے ہیں، کہ جن کے پاس اللہ رب العزت نے مجھے بیٹھنے کا حکم دیا ہے۔

ترکیہ حرم، جہاں چھتریاں لگی ہوئیں ہیں، وہاں اگر آپ غور سے دیکھیں تو دیواروں پر ائمہ اربعہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھے ہوئے ہیں۔

یہ وہ دیوار ہے، جو شاہ عبدالعزیز کے زمانہ میں بنائی گئی تھی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ سعودی حکومت کے نزدیک بھی، ائمہ اربعہ کی تقلید ضروری عمل ہے، اسی لیے انھوں نے مسجد نبوی کے اندران کے نام لکھوائے ہیں۔

مسجد نبوی میں ایک اور جگہ ہے، جس کو ریاض الجنۃ یعنی جنت کا باغ کہا جاتا ہے۔ جس طرح جنت میں اللہ رب العزت کی ہر وقت بے پناہ رحمتیں نازل ہوتی رہتی ہیں، اسی طرح اس جگہ بھی ہر وقت اللہ رب العزت کی رحمتوں کی بارش ہوتی رہتی ہے۔

حقیقت میں یہ جگہ، جنت کا باغیچہ اور جنت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جو اس دنیا میں منتقل کیا گیا ہے، اور پھر قیامت کے دن یہ ٹکڑا جنت میں چلا جائے گا۔

یہ زمین کے دوسرے حصوں کی طرح نہیں ہے، جو قیامت میں فنا ہو کر ختم ہو جائے گی،

جس نے اس جگہ نماز پڑھی، گویا اس نے جنت میں نماز پڑھی۔

جس نے اس جگہ قرآن کریم کی تلاوت کی، گویا اس نے جنت میں تلاوت کی۔

اور جس کی اس جگہ موت ہوگئی گویا اس کی موت جنت میں ہوئی۔

اللہ رب العزت کا یہ قانون ہے کہ جو بھی مسلمان جہنم میں داخل کیا جائے گا اس کو میں ضرور جنت میں داخل کریں گے۔ مگر جس کو جنت میں داخل کریں گے اس کو کبھی بھی جہنم میں داخل نہیں کریں گے۔

لہٰذا ہر شخص کو چاہیے، کہ وہ دعا کرے، کہ اللہ رب العزت جب بھی مجھے موت دے، تو مجھے ریاض الجنۃ میں موت دے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تمنا، اور دعا کو، اللہ رب العزت نے، اس طرح قبول فرمایا، کہ

ان کو مصلیٔ رسول پر شہادت کی عظیم نعمت عطا فرمائی،

اور ریاض الجنۃ میں جہاں تمام نبیوں کے سردار، نبی آخر الزماں آرام فرما ہیں، اسی روضۂ اطہر میں

آپ کو بھی دفن ہونے کی سعادتِ عظمیٰ نصیب ہوئی۔

چناں چہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک ہیں، وہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سر ہے اور جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قدم ہیں، وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سر ہے۔

جس طرح یہ حضرات دنیا میں، ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ، ان کی نگاہوں کے سامنے رہا کرتے تھے، اسی طرح روضۂ اطہر میں بھی ان کے ساتھ، ان کی نگاہوں کے سامنے ہیں۔

کل آخرت میں جنت کے اندر بھی، ان کے ساتھ رہیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبر کے آگے ایک اور چوتھی جگہ خالی ہے، یہاں قیامت کے قریب آسمان سے اترنے والے نبی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا پر حکومت کرنے کے بعد مدفون ہوں گے۔

اس سے پتہ چلا کہ ملعون مرزا غلام احمد قادیانی جس نے عیسیٰ علیہ السلام ہونے کا دعویٰ کیا تھا اگر وہ عیسیٰ ہوتا، تو اپنے مرنے کے بعد وہاں ضرور دفن ہوتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اطہر پر تین گنبد بنے ہوئے ہیں:

پہلا سب سے چھوٹا،

دوسرا اس سے بڑا،

تیسرا سبز گنبد،

جسے ہم اور آپ دیکھتے ہیں، وہ سب سے بڑا ہے، اللہ کی شان تینوں گنبدوں میں بالکل اس کی سیدھ میں ایک سراخ بنایا گیا ہے۔

جب سبز گنبد کی کھڑکی کھولی جاتی ہے، توان تینوں سوراخوں سے اس کی روشنی نکل کر، آپ کے روضۂ اطہر پر آتی ہے، جب اس کی روشنی پہونچتی ہے، تو اللہ رب العزت کی رحمت جوش میں آتی ہے۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ مدینے میں بارش نہیں ہورہی تھی، تو مدینے کے لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوکر، بارش کے لیے دعا کی درخواست کی،

توحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جاؤ حجرۂ مبارک کی چھت پر سراخ بنادو، جیسے ہی آسمان سے قبر

اطہر پر روشنی پہونچے گی، فوراً اللہ رب العزت کی رحمت جوش میں آئے گی، اور خوب بارش ہوگی، چناں چہ ایسا ہی ہوا، پوری زمین جل تھل ہوگئی۔

اسی وقت سے اہل مدینہ نے یہ اصول بنالیا ہے کہ جب بھی بارش کا مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو گنبد خضریٰ کی کھڑکی کھول دیتے ہیں اور خوب بارش ہوجایا کرتی ہے۔

مواجہ شریف، جب ہم مسجد نبوی میں روضۂ اطہر پر قبلہ کی طرف جاتے ہیں تو اس کو مواجہ شریف کہتے ہیں، مواجہ شریف کہنے کی وجہ یہ ہے، کہ قبلہ کی طرف آپ اپنا چہرۂ مبارک کرکے، آرام فرما ہیں، وہاں پر لوگ وفد کی شکل میں جاتے ہیں، اور کھڑے ہوکر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں، یہ بہت ادب کی جگہ ہے، وہاں جانے سے پہلے اپنے دل کو غیر اللہ سے خالی اور گناہوں سے توبہ کرکے جانا چاہیے۔

علماء نے لکھا ہے: کہ وہاں جانے سے پہلے کم از کم ستر مرتبہ درود شریف پڑھ کرکے اور کچھ صدقہ خیرات کرکے جانا چاہیے،

تاکہ بارگاہِ رسالت میں اور دربارِ خداوندی میں کوئی چیز قبولیت کے لیے مانع نہ ہو۔

حضرت مولانا محمد اشرف شاد صاحب فرماتے ہیں: کہ حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مواجہ شریف پر پڑھنے والے درود وسلام کو خود سنتے ہیں، تو پھر ہم کو چاہیے کہ درود وسلام پڑھنے کے بعد ذرا مناسب آواز سے کلمۂ شہادت ضرور پڑھ لیں اور کلمۂ شہادت کے بعد یہ عرض کریں کہ۔۔۔

اے اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے آپ کے سامنے کلمہ پڑھا ہے،

کل قیامت کے دن آپ اللہ رب العزت کے سامنے میرے ایمان کی گواہی عطا فرما دیجیے گا۔

اور یہ سچ ہے کہ جس کے ایمان کی گواہی کل قیامت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیں، تو اس کی ضرور بخشش ہوگی۔

ایک حدیث میں ہے: کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جس شخص نے میری قبر روضۂ اطہر کی زیارت کی، اس پر ضرور شفاعت واجب ہوگئی۔

ایک حدیث میں ہے جو شخص حج کرے،

اور میری قبر کی زیارت کرے،

اور کوئی جہاد کرے،

اور بیت المقدس میں نماز پڑھے، تو اللہ تعالیٰ اس کے فرائض کے بارے میں بھی سوال نہیں کریں گے۔

ایک حدیث میں ہے: جس شخص نے حج کیا اور پھر میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

لہٰذا جو شخص آپ کی زندگی میں آپ کی زیارت سے محروم رہا، تو اس کے لیے اس حدیث میں بڑی خوشخبری ہے، کہ اگر اس نے روضۂ اطہر کی زیارت کر لی، تو گویا وہ اس شخص کی طرح ہو گیا، جس نے آپ کی زندگی میں آپ کی زیارت کی،

اسی لیے عاشقِ رسول محبِ مدینہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ نہ کہو، کہ میں نے روضۂ اطہر کی زیارت کی ہے، بلکہ یہ کہو، کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے۔

جس طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ کو، تمام امت پر فضیلت حاصل ہے، اسی طرح روضۂ اطہر کی زیارت کرنے والے کو، زیارت نہ کرنے والے لوگوں پر فضیلت حاصل ہے۔

ایک حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ روضۂ اطہر کی زیارت، اور مسجد نبوی کی زیارت کا ثواب، دو مقبول حج کے برابر ہے، قبولیت حج کا سبب ہے۔

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مدینہ میں میرا گھر ہے، اسی میں میری قبر ہے لہٰذا ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ اس کی زیارت کرے۔

ایک حدیث میں ہے: جس نے میری قبر کی زیارت نہ کی، اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

ایک حدیث میں ہے: جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی، گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

اور جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لیے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہوگی، اور میری امت میں سے جس کسی کے پاس اتنے خرچ کی گنجائش اور وسعت ہو کہ وہ اس کا سفر کر سکتا ہو، پھر بھی وہ میری زیارت سے محروم رہے، تو کل قیامت کے دن اللہ رب العزت کے یہاں اس کا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا۔

بلکہ بعض علماء لکھتے ہیں: کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ضرور اس سے باز پرس فرمائیں گے اسی لیے حنفی المسلک کے مطابق قبر اطہر کی زیارت واجب کے قریب ہے۔

اس لیے کہ اس روضہ میں، وہ ذات اقدس موجود ہے جو تمام مخلوق سے افضل ہے۔

جو تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہے۔

جو تمام فرشتوں سے افضل ہے۔

اور جس قبر اطہر میں وہ ہیں۔

وہ جگہ تمام جگہوں سے افضل ہے۔

اور جو مٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدن مبارک سے مس ہے،

آپ کے بدن مبارک سے لگی ہوئی ہے،

وہ تمام کائنات سے افضل ہے۔

وہ کعبہ سے بھی افضل ہے۔

وہ عرش وکرسی سے بھی افضل ہے۔

یہ تھا مسجد نبوی شریف کے مقدس ومحترم مقامات کا مختصر سا تذکرہ۔

ورنہ مسجد نبوی کا چپہ چپہ ذرّہ ذرّہ انوار وبرکات سے معمور ہے۔

جہاں جگہ ملے، بیٹھ جائیے!

جہاں موقع ملے، نوافل تلاوت ذکر واذکار میں مشغول ہو کر، اپنی آخرت سنوار لیجیے۔

مسجد نبوی شریف وہ مسجد ہے، کہ جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری

مسجد میں مسلسل تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ چالیس نمازیں پڑھیں، اور ایک بھی نماز فوت نہیں ہوئی، تو اس کو جہنم کی آگ سے نجات اور نفاق سے کو بری کر دیا جاتا ہے۔

ایک حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص گھر سے باوضو ہو کر کے نکلے، اور اس کا واحد مقصد، اللہ کی رضا کے لیے میری مسجد میں نماز پڑھنا ہو، تو اسے ایک نماز ادا کرنے پر ایک کامل حج کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔

لہٰذا اس مسجد میں ایک نماز، دوسری مسجدوں کے مقابل میں، ہزاروں نمازوں سے افضل ہے۔

اس مسجد میں ایک جمعہ کی نماز، دوسری مسجدوں مقابل میں، ہزاروں جمعہ، سے افضل ہے۔

اس مسجد میں ایک رمضان کے مہینہ کا روزہ، دوسری مسجدوں کے ہزاروں مہینوں، سے افضل ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ پروردگارِ عالم ہم سب کو بار بار روضۂ اطہر کی زیارت اور مسجد نبوی میں عبادت کی سعادت نصیب فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

خطبۂ اولیٰ

امیر شریعت خطیب اعظم حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ،

وَالْوَزْنُ وَالْعَدْلُ وَالْفَضْلُ وَالنَّظْمُ وَالْعَظْمُ بِالْجَزْمِ. بِوَحْدَتِہٖ بِکِبْرِیَائِہٖ بِسُلْطَانٍ وَبِاِعْلَانٍ وَبِاِتْقَانٍ وَبِاِیْمَانٍ وَبَیَانٍ فِیْ فُرْقَانٍ، وَحْدَہٗ لَاشَرِیْكَ لَہٗ، وَحْدَہٗ بِوَحْدَتِہٖ مُوَحِّداً بِوَحْدَتِہٖ م مُوَحَّداً بِوَحْدَتِہٖ، وَحِیْداً وَ اَحَداً بِلَا مُدَدٍ وَجُدَدٍ وَنُصُبٍ وَوَصْفٍ فِی الْکَمَالِ، لَاشَرِیْكَ لَہٗ وَلَانَظِیْرَ لَہٗ وَلَامِثْلَ لَہٗ وَلَامِثَالَ لَہٗ، وَلَاوَزِیْرَ لَہٗ وَلَامُقَارِنَ لَہٗ وَلَامُکَاظِمَ لَہٗ وَلَامُنَاظِرَ لَہٗ وَلَامُدَانِیَ لَہٗ وَلَامُضَارِعَ لَہٗ، وَلَاجَلَدَ بَلَدَ وَلَدَ جَسَدَ عُضْوَ جُزْوَ نُزْوَ عَزْمَ لَہٗ، وَلَاجَذْبَ وَصَفَ عَیْبَ کَابَ بَیْتَ خَصْمَ لَہٗ، ثُمَّ نَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْكَ لَہٗ، مَنْ یُّشْرِكُ فِیْ ذَاتِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَعَادَاتِہٖ وَآیَاتِہٖ، ثُمَّ نَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا، مُؤَیِّدَنَا مَخْدُوْمَنَا مَنْظُوْمَنَا مَعْصُوْمَنَا مَقْسُوْمَنَا مَقْصُوْدَنَا. اَجْدَرَ الْخَلْقِ جَدِیْرَنَا، اَعْظَمَ الْخَلْقِ وَاَشْرَفَ الْخَلْقِ وَاَحْسَنَ الْخَلْقِ وَاَجْمَلَ الْخَلْقِ وَاَکْمَلَ الْخَلْقِ وَاَنْوَرَ الْخَلْقِ، مِنَ الْحُسْنِ وَالسِّدَارَۃِ وَالْوِلَایَۃِ وَالْحِکَایَۃِ وَالْعِنَایَۃِ وَالْھِدَایَۃِ وَالْاَمَانَۃِ وَالْاِمَامَۃِ، اَعْلَانَا وَاَجْلَانَا وَاَتْقَانَا وَاَزْھَدَنَا وَاَرْفَقَنَا وَاَنْوَرَنَا وَاَخْتَرَنَا وَاَکْبَرَنَا، اَحْمَرَ اَنْوَرَ اَطْفَلَ اَوْثَقَ اَنْوَرَ اَجْمَلَ اَکْمَلَ لَہٗ، ثُمَّ نَشْھَدُ اَنَّ حَبِیْبَ رَبِّنَا وَ صَمَدِنَا، مَحْبُوْبَ جَدَلِنَا وَنَزَلِنَا وَ وَصَلِنَا، اِیْمَانِنَا مُبَیِّنِ فُرْقَانِنَا ھَادِیْ سَبِیْلِنَا رَوْنَقِ جُدْرَانِنَا، ھُوَ عُدْوَۃٌ نُظْمَۃٌ قُدْوَۃٌ رُتْبَۃٌ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ، وَبِدَلَائِلِہِ الْقَاھِرَۃِ الْغَالِبَۃِ الظَّاھِرَۃِ الْبَاطِنَۃِ، وَیَتَبَرَّكُ بِغَیْرِہٖ مِنْ نَّبِیٍّ وَ وَلِیٍّ وَتَقِیٍّ وَنَقِیٍّ فَلَیْسَ عَلَیْہِ الْخُسْرَانُ وَالْوَبَالُ، صَعِدَ اِلٰی سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی فِیْ لَیْلَۃِ الْمِعْرَاجِ کَشَفَ الدُّجٰی، ثُمَّ دَنَا ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی، فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔

خطبۂ اولیٰ

از شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِخَیْرِ الْاَدْیَانِ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ، وَاَكْمَلَ لَنَا دِیْنَنَا وَاَتَمَّ عَلَیْنَا نِعْمَتَهٗ وَرَضِیَ لَنَا الْاِسْلَامَ دِیْناً، فَلَا نَعْبُدُ وَلَا نَسْتَعِیْنُ اِلَّا اِیَّاهُ، اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِ اَهْلِ الْاِیْمَانِ فَاَصْبَحُوْا بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَاناً، وَ حَثَّهُمْ عَلٰی اَنْ یَّكُوْنُوْا كَاَعْضَاءِ جَسَدٍ وَاحِدٍ اَنْصَاراً وَّ اَخْدَاناً، نَهَاهُمْ عَنْ مُّوَالَاتِ اَعْدَائِهِمْ اَعْدَاءِ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ، وَاَوْعَدَهُمْ بِمَسِّ النَّارِ وَالْخُذْلَانِ عَلَی الرُّكُوْنِ اِلَی الظَّالِمِیْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی شَمْسِ الْهِدَایَةِ وَالْیَقِیْنِ، اَلْمُمَیِّزِ بَیْنَ الطَّیِّبِ وَالْخَبِیْثِ الْمَهِیْنِ، اَلْمَاْمُوْرِ بِالْغِلْظَةِ وَالْجِهَادِ عَلَی الْكُفَّارِ وَالْمُنَافِقِیْنَ، وَاِعْدَادِ الْمُسْتَطَاعِ مِنَ الْمُرْهِبَةِ قُلُوْبَ اَعْدَاءِ اللّٰهِ الْمَخْذُوْلِیْنَ، سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدِنِ الْمَبْعُوْثِ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ، مُتَقِذاً لِّلْخَلَائِقِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ ذِی الْقُوَّةِ الْمَتِیْنِ، وَعَلٰی اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ الْاَشِدَّاءِ عَلَی الْكُفَّارِ الرُّحَمَاءِ بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ، وَاَتْبَاعِهٖ وَ تَابِعِیْهِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ الْحُمَاةِ بَیْضَةَ الْاِسْلَامِ وَالدِّیْنِ الْمُبِیْنِ، اَمَّا بَعْدُ! فَیَاَیُّهَا النَّاسُ، اِلَامَ هٰذَا التَّنَاعُسُ الْفَظِیْعُ وَ لَمْ یَزَلِ الْقُرْاٰنُ الْعَظِیْمُ یُنَبِّهُكُمْ، وَ اِلَامَ هٰذَا التَّنَاؤُمُ الشَّنِیْعُ وَلَمْ یَبْرَحِ الدَّهْرُ الْیَقْظَانُ یُوْقِظُكُمْ، اَمَا بَانَ لَكُمْ اَنَّ الْاُمَمَ قَدْ تَدَاعَتْ عَلَیْكُمْ تَدَاعِیَ الْاَكَلَةِ عَلَی الْقَصْعَةِ، وَاجْتَمَعَتْ عَلٰی اَنْ تَبْلَعَ الْمُسْلِمِیْنَ وَبِلَادَهُمْ فَتَمْضَغَهَا مَضْغَةً، حَتَّامَ تَخْشَوْنَ النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ، وَحَتَّامَ تَتَوَلَّوْنَ الْاَعْدَاءَ وَاللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ تَوَلَّوْهُ، اَفَطَالَ عَلَیْكُمُ الْاَمَدُ كَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلُ فَقَسَتْ قُلُوْبُكُمْ، اَمْ زَالَ عَنْكُمُ الْخُشُوْعُ لِذِكْرِ اللّٰهِ فَتَحَجَّرَتْ اَفْكَارُكُمْ وَعُقُوْلُكُمْ، اَلَا تَرَوْنَ اَنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهَارُ عَنْ مَّخَافَةِ اللّٰهِ، وَ اَنَّ مِنْهَا لَمَا یَشَّقَّقُ فَیَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ اَوْ یَهْبِطُ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ، اَفَحَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا اَنْ تَقُوْلُوْا

آمَنَّا وَ اَنْتُمْ لَا تُفْتَنُوْنَ، اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَ تُبْتَلَوْا بِمِثْلِ مَا كَانُوْا يُبْتَلَوْنَ، فَوَاللهِ لَيَعْلَمَنَّ اللهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِيْنَ، وَلَيَعْلَمَنَّ اللهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَ لَيَعْلَمَنَّ الصَّابِرِيْنَ، فَقَدْ وَرَدَ فِي الْخَبَرِ، عَنِ النَّبِيِّ الصَّادِقِ الْاَبَرِّ، صَاحِبِ الْقَبْرِ الْاَعْظَمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، اَنَّهُ قَالَ سَيَكُوْنُ بَعْدِيْ اُمَرَاءُ، فَمَنْ دَخَلَ عَلَيْهِمْ فَصَدَّقَهُمْ بِكَذِبِهِمْ وَاَعَانَهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَلَسْتُ مِنْهُ وَلَيْسَ بِوَارِدٍ عَلَيَّ الْحَوْضَ، وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ : لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَ كُوْنُوْا عِبَادَ اللهِ اِخْوَانًا، وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْعَظِيْمِ، بَشِّرِ الْمُنَافِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا، اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكَافِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا، بَارَكَ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ، وَ نَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ۔

خطبہ ثانیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَنَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَ نَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ، وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللهَ شَيْئًا، اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اِنَّ اللهَ وَ مَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّيَّتِهٖ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَرْحَمُ اُمَّتِيْ بِاُمَّتِيْ اَبُوْبَكْرٍ، وَاَشَدُّهُمْ فِيْ اَمْرِ اللهِ عُمَرُ، وَاَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ، وَاَقْضَاهُمْ عَلِيٌّ، وَ فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ

سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ، وَحَمْزَةُ اَسَدُ اللهِ وَ اَسَدُ رَسُوْلِهٖ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْعَبَّاسِ وَ وَلَدِهٖ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً لَاتُغَادِرُ ذَنْبًا. اَللهَ اَللهَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَاتَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِّنْ م بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَ مَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ، وَخَیْرُ اُمَّتِیْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ. اَللّٰهُمَّ اَیِّدِ الْاِسْلَامَ وَ اَنْصَارَهٗ، وَاَذِلَّ الشِّرْكَ وَاَشْرَارَهٗ. اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی وَاجْعَلْ آخِرَتَنَا خَیْرًا مِّنَ الْاُوْلٰی، اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ ﷺ وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ ﷺ وَلَا تَجْعَلْنَا مَعَهُمْ. عِبَادَ اللهِ، رَحِمَكُمُ اللهُ، اِنَّ اللهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ، اُذْكُرُوا اللهَ الْعَلِیَّ الْعَظِیْمَ یَذْكُرْكُمْ وَادْعُوْهُ یَسْتَجِبْ لَكُمْ وَلَذِكْرُ اللهِ تَعَالٰی اَعْلٰی وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَتَمُّ وَاَهَمُّ وَاَعْظَمُ وَاَكْبَرُ۔

خطبہ نکاح

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ. یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ○ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ○